کلیاتِ

مجروح سلطانپوری

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کلیاتِ

مجروح سلطانپوری

شبِ انتظار کی کشمکش میں نہ پوچھ کیسے سحر ہوئی
کبھی اِک چراغ جلا دیا، کبھی اِک چراغ بجھا دیا

کلیاتِ مجروحؔ سلطانپوری

مجروح سلطان پوری

مرتب: تاج سعید

الحمد پبلی کیشنز

رانا چیمبرز۔ سیکنڈ فلور۔ (چوک پرانی انار کلی)۔ لیک روڈ۔ لاہور

7310944-7231490

ہماری کتابیں .....

خُوبصورت، معیاری اور

کم قیمت کتابیں

تزئین واہتمام اشاعت

صفدر حسین

ضابطہ:-

اشاعت : 2003ء

مطبع : شرکت پریس لاہور

سرورق : ذیشان شبیر

قیمت : 300 روپے

انتساب

مجروحؔ سلطان پوری (مرحوم)

کے

سرمایۂ حیات

کی حقیقی وارث اہلیہ بیگم فردوس

اور بچوں کے نام

GHALIB INSTITUTE
RESEARCH LIBRARY

میں اکیلا ہی چلا تھا جانب منزل مگر
لوگ ساتھ آتے گئے اور کارواں بنتا گیا

فہرست

☆ حرفِ آغاز	تاج سعید	۱۶
☆ مجروحؔ کی غزل	پروفیسر جگن ناتھ آزاد	۲۰
☆ کچھ یادیں	رفعت سروش	۳۳
☆ ایک منفرد اسلوب کا شاعر	ڈاکٹر سید معصوم رضاؔ	۴۱
☆ مجروحؔ مرحوم	وارث کرمانی	۴۷
☆ ترقی پسند غزل کے نقیب	محمد علی صدیقی	۵۵
☆ شاعرِ کم سخن مجروحؔ	ف-س-اعجاز	۶۷
☆ مجروحؔ کے چند یادگار فلمی گیت	افضل اقبال	۷۷
☆ گفتنی ناگفتنی	مجروحؔ سلطان پوری	۸۰
✤ ختم شورِ طوفان تھا، دُور تھی سیاہی بھی		۸۳
✤ مسرتوں کو یہ اہلِ ہوس نہ کھو دیتے		۸۵
✤ دُور دُور مجھ سے وہ اِس طرح خراماں ہے		۸۷
✤ یہ رُکے رُکے سے آنسو، یہ دَبی دَبی سی آہیں		۸۹
✤ آہِ جاں سوز کی محرومیِ تاثیر نہ دیکھ		۹۱
✤ ڈرا کے موج و تلاطم سے ہم نشینوں کو		۹۳
✤ جب ہوا عرفاں تو غم آرامِ جاں بنتا گیا		۹۵
✤ تقدیر کا شکوہ بے معنی، جینا ہی تجھے منظور نہیں		۹۷

✤ آخر غمِ جاناں کو اے دل، بڑھ کر غمِ دوراں ہونا تھا	۹۹
✤ نگاہِ ساقیِ نامہرباں یہ کیا جانے	۱۰۱
✤ اب اہلِ درد یہ جینے کا اہتمام کریں	۱۰۳
✤ سکھائیں دستِ طلب کو ادائے بیباکی	۱۰۴
✤ دستِ منعم مری محنت کا خریدار سہی	۱۰۵
✤ جلوۂ گل کا سبب دیدۂ تر ہے کہ نہیں	۱۰۷
✤ مجھے سہل ہو گئیں منزلیں وہ ہوا کے رُخ بھی بدل گئے	۱۰۹
✤ آ نکل کے میداں میں دورُخی کے خانے سے	۱۱۱
✤ دشمن کی دوستی ہے اب اہلِ وطن کے ساتھ	۱۱۳
✤ جو سمجھاتے بھی آ کر واعظ برہم تو کیا کرتے	۱۱۴
✤ جنونِ دل نہ صرف اتنا کہ اِک گل پیرہن تک ہے	۱۱۵
✤ اہلِ طوفاں آؤ، دل والوں کا افسانہ کہیں	۱۱۷
✤ وہ جس پہ تمہیں شمعِ سرِرہ کا گماں ہے	۱۱۹
✤ مرے پیچھے یہ تو محال ہے کہ زمانہ گرمِ سفر نہ ہو	۱۲۱
✤ ہمیں شعورِ جنوں ہے کہ جس چمن میں رہے	۱۲۳
✤ ہم ہیں متاعِ کوچہ و بازار کی طرح	۱۲۵
✤ سوئے مقتل کہ پئے سیرِ چمن جاتے ہیں	۱۲۷
✤ دستِ پرخوں کو کفِ دستِ نگاراں سمجھے	۱۲۹
✤ ادائے طولِ سخن کیا وہ اختیار کرے	۱۳۱
✤ ہم کو جنوں کیا سکھلاتے ہو	۱۳۳
✤ چمن ہے مقتلِ نغمہ اب اور کیا کہیے	۱۳۵
✤ جلا کے مشعلِ جاں ہم جنوں صفات چلے	۱۳۷
✤ ہوں جو سارے دست و پا ہیں خوں میں نہلائے ہوئے	۱۳۹

جس دم یہ سنا ہے صبحِ وطن......	۱۴۱
نذرِ سویت یونین (نظم)	۱۴۳
ایک شعر	۱۴۴
گو رات مری صبح کی محرم تو نہیں ہے	۱۴۵
بنام کوچہ دل دار گُل برسے کہ سنگ آئے	۱۴۷
آ ہی جائے گی سحر، مطلعِ اِمکاں تو کھلا	۱۴۸
اس باغ میں وہ سنگ کے قابل کہا نہ جائے	۱۴۹
وہ تو گیا یہ دیدۂ خونبار دیکھئے	۱۵۱
داغ سے مہکی ہوئی زخموں سے لالہ پیرہن	۱۵۳
خنجر کی طرح بوئے سمن تیز بہت ہے	۱۵۵
آبلہ پا کوئی گزرا تھا جو پچھلے سن میں	۱۵۷
مجھ سے کہا جبریلِ جنوں نے یہ بھی وحیِ الٰہی ہے	۱۵۹
لنا میکیشگر کے نام	۱۶۱
نوحہ سجاد ظہیر	۱۶۴
گلگشت	۱۶۷
قلم	۱۶۹
نظم	۱۷۴
مہ و خورشید بھی ساغر بکف ہو کر اُتر آئے	۱۸۰
کس کس کو ہائے تیرے تغافل کا دوں جواب	۱۸۱

گیت

میرے سامنے والی کھڑکی میں	۱۸۲
اب تو ہے تم سے ہر خوشی اپنی	۱۸۳
تو نے او رنگیلے کیسا جادو کیا	۱۸۴

✤ میری دنیا لُٹ رہی تھی اور میں خاموش تھا ۸۵
✤ تجھے دردِ دل کا پتہ نہ تھا ۱۸۶
✤ اکیلا ہوں میں اس دُنیا میں ۱۸۷
✤ یوں تو آپس میں بگڑتے ہیں خفا ہوتے ہیں ۱۸۸
✤ نگاہیں بھی ملا کرتی ہیں اور دل، دل سے ملتا ہے ۱۸۹
✤ کر بھلا ہوگا بھلا انت بھلے کا بھلا ۱۹۰
✤ اے دل آوارہ چل پھر وہیں دوبارہ چل ۱۹۱
✤ جو چلا گیا اُسے بھول جا ۱۹۲
✤ مفت ہوئے بدنام کسی سے ہائے ۱۹۳
✤ توبہ یہ متوالی چال ۱۹۴
✤ ہم آج کہیں دل کھو بیٹھے ۱۹۶
✤ ہم ہیں راہی پیار کے ہم سے کچھ نہ بولئے ۱۹۷
✤ کوئی ہم دم نہ رہا کوئی سہارا نہ رہا ۱۹۸
✤ میت نہ ملا رے من کا ۱۹۹
✤ تم نے کبھی کسی سے پیار کیا ۲۰۰
✤ او میرے دل کے چین ۲۰۲
✤ رات کلی اِک خواب میں آئی ۲۰۳
✤ ہمیں تم سے پیار کتنا یہ ہم نہیں جانتے ۲۰۴
✤ یہ دل نہ ہوتا بیچارہ قدم نہ ہوتے آوارہ ۲۰۵
✤ مانا جناب نے پکارا نہیں ۲۰۶
✤ یوں تو نظرباز تو نے ۲۰۸
✤ تن سے بدن کو تم سنگ جوڑ کے ۲۱۰
✤ ساتھیا، بیلیا، ساتھیا بیلیا ۲۱۱

✤ دل کے جھروکے میں آ جا چندا سا مکھڑا دکھا جا	۲۱۲
✤ شمع نے جلایا ہو جب آشیانہ	۲۱۳
✤ جگنو سے جگمگ راتیں	۲۱۵
✤ آؤ رے پروانوں سگائی ہے شمع کی	۲۱۶
✤ رسی اُتے ٹنگیا دوپٹہ میرا ڈولے	۲۱۷
✤ آنکھوں میں کیا اِس دل سے پوچھو ذرا	۲۱۹
✤ مالک میں پوچھتا ہوں مجھے تو جواب دے	۲۲۰
✤ لے کے سہارا تیرے پیار کا	۲۲۱
✤ میں کھو گیا ہوں یہیں کہیں	۲۲۲
✤ جاتا ہوں میں، مجھے اب نہ بلانا	۲۲۳
✤ کس نے دیکھا کس نے جانا سورگ کیسا ہوگا	۲۲۴
✤ سونا نہیں نہ سہی، چاندی نہیں نہ سہی	۲۲۶
✤ خاموشیاں گنگنانے لگیں	۲۲۸
✤ لو ہوا، اب یہ نہ پوچھو کب ہوا	۲۳۰
✤ گم ہے کسی کے پیار میں دل صبح و شام	۲۳۱
✤ تم بن جاؤں کہاں	۲۳۲
✤ او حسینہ زُلفوں والی جانِ جہاں	۲۳۳
✤ یہ جو محبت ہے یہ اُن کا ہے کام	۲۳۴
✤ تیرے بنا زندگی سے کوئی شکوہ تو نہیں	۲۳۵
✤ اب کے ساون میں جی ڈرے	۲۳۶
✤ کیا جانوں سجن ہوتی ہے کیا غم کی شام	۲۳۷
✤ او ہنسی میری ہنسی	۲۳۸
✤ یادوں کی بارات نکلی ہے	۲۳۹

✤ کہنا ہے، کہنا ہے آج تم سے یہ پہلی بار ۲۴۰

✤ چل ری بجنی اب کیا سوچے ۲۴۱

✤ اِک دن بک جائے گا ماٹی کے مول ۲۴۲

✤ دور بہت مت جائیے لے کر قرار ہمارا ۲۴۳

✤ جھوم جھوم کے ناچو آج گاؤ خوشی کے گیت ۲۴۴

✤ حسن جاناں ادھر آ - آئینہ ہوں میں تیرا ۲۴۵

✤ تو ہے ہرجائی تو اپنا بھی یہی طور سہی ۲۴۶

✤ خوشی کی کوئی رات آ گئی کوئی گیت بجنے دو ۲۴۷

✤ کہت کبیر سنو بھائی، سادھو بات کہوں میں کھری کھری ۲۴۸

✤ تو کہے اگر، جیون بھر میں گیت سناتا جاؤں ۲۵۰

✤ میری بھیگی بھیگی سی پلکوں پہ رہ گئے ۲۵۲

✤ پیار کو چاہیے ایک نظر ایک نظر ۲۵۳

✤ دکھی من میرے سن میرا کہنا ۲۵۵

✤ میں کھو گیا ہوں یہیں کہیں ۲۵۶

✤ ٹھنڈی ہوا یہ چاندنی سہانی ۲۵۷

✤ ہمیں تو ہو گیا ہے پیار تمہیں ہو نہ ہو ۲۵۹

✤ اِک لڑکی بھیگی بھاگی سی ۲۶۰

✤ بچنا اے حسینو، لو میں آ گیا ۲۶۲

✤ جان مری روٹھ گئی جانے کیوں ہم سے ۲۶۴

✤ تیرے گالوں کی چاندنی دیکھے تو ۲۶۵

✤ کہو جی تم سے اچھا کون ہے ۲۶۷

✤ جانِ من جانِ جاں تم سا کوئی کہاں ۲۶۹

✤ او بے وفا، ہائے او بے وفا ۲۷۱

✤ وہ جو ملتے تھے ہم کبھی ہم سے دیوانوں کی طرح ۲۷۲

✤ نہ جاؤ میرے ہمدم ۲۷۳

✤ چاند پھر نکلا...... مگر تم نہ آئے ۲۷۴

✤ اے ہوا میرے سنگ سنگ چل ۲۷۵

✤ تیری آنکھوں کے سوا دنیا میں رکھا کیا ہے ۲۷۶

✤ وادیاں میرا دامن راستے میری بانہیں ۲۷۷

✤ بتا دوں کیا لانا تم لوٹ کے ۲۷۸

✤ پائل کی جھنکار رستے رستے ۲۷۹

✤ اے ہیا اے ہیا اے ہیا ۲۸۰

✤ یہ کیسا غم سجنا' ۲۸۱

✤ ہو جیا نہ لاگے مورا ۲۸۲

✤ بانہوں میں چلے آؤ ۲۸۳

✤ جادو جادو چل گیا ۲۸۴

✤ بندہ پرور ۔ تھام لو جگر ۲۸۶

✤ اب کیا مثال دوں میں تمہارے شباب کی ۲۸۷

✤ ان قدموں کے نیچے شاید یہ میرا دل ہے ۲۸۸

✤ او سوہنیے او دل جانیئے ۲۸۹

✤ اے دل لایا ہے بہار ۲۹۱

✤ دیکھئے اجی جانِ مان بولئے مہرباں ۲۹۲

✤ اے صنم میری بانہوں میں آ ۲۹۳

✤ یہ بندھن ہے عشق کا ۲۹۴

✤ جہاں میں کوئی پیار کا دیوانہ ہو گیا جہاں ۲۹۶

✤ ہم تو محبت کرے گا ۲۹۷

- نہ جانے کیوں نہ جانے کیوں ۲۹۸
- دادا مان جا، گرو مان جا ۳۰۰
- چرالو دل چرالو دل ۳۰۱
- آج میں اوپر، آسماں نیچے ۳۰۲
- ہم سے کیا بھول ہوئی ۳۰۳
- شیشہ چاہے ٹوٹ بھی جائے ۳۰۴
- دیئے جلائیں پیار کے ۳۰۵
- ہم تم چوری سے بندھے اِک ڈوری سے ۳۰۶
- لاکھوں ہیں نگاہوں میں، زندگی کی بانہوں میں ۳۰۷
- دیکھو بجلی ڈولی بن بادَل کے ۳۰۸
- مجھے پیار میں تم الزام نہ دیتے ۳۰۹
- اَجی قبلہ محترمہ کبھی شعلہ کبھی نغمہ ۳۱۰
- آنچل میں سجالینا کلیاں ۳۱۱
- اکیلا ہوں میں اس دنیا میں ۳۱۲
- دیوانہ آدمی کو بناتی ہیں روٹیاں ۳۱۳
- میں نشے میں ہوں ۳۱۴
- تیری قدرت تیری تدبیر مجھے کیا معلوم ۳۱۵
- لے کے سہارا تیرے پیار کا ۳۱۶
- زلف کے پھندے پھنس گئی جان ۳۱۷
- نہ بھنورا نہ کوئی گُل ۳۱۸
- بنے ہو ایک خاک سے تو دُور کیا قریب کیا ۳۱۹
- وہ تیرے دل پہ چلا جو کمان میں ہے ۳۲۰
- کبھی تو ملے گی کہیں تو ملے گی ۳۲۱

- بار بار تو ہے کیا سمجھائے پائل کی جھنکار ۳۲۲
- دھرتی کہے پکار کے ۳۲۳
- جارے کارے بادرا ۳۲۴
- خوشی کی برات آ گئی کوئی گیت گاؤ ۳۲۵
- رہیں نہ رہیں ہم، مہکا کریں گے ۳۲۶
- چلتے چلتے - یونہی کوئی مل گیا تھا ۳۲۷
- اب تو ہے تم سے ہر خوشی اپنی ۳۲۸
- وہ آئے گھر میں ہمارے خدا کی قدرت ہے ۳۲۹
- رہتے تھے کبھی جن کے دل میں ۳۳۰
- یہ کون آیا ۳۳۱
- میرے جیون ساتھی ۳۳۲
- چلو سجناں جہاں تک گھٹا چلے ۳۳۳
- اللہ یہ ادا کیسی ہے ان حسینوں میں ۳۳۴
- تم جاؤ کہیں ہے تم کو اختیار ۳۳۵
- کوئی میرے دل میں خوشی بن کے آیا ۳۳۶
- اُٹھائے جا اُن کے ستم اور جئے جا ۳۳۷
- ہونٹوں میں ایسی بات میں دبا کے چلی آئی ۳۳۸
- مالک میں پوچھتا ہوں ۳۳۹
- کوئی جب راہ نہ پائے میرے سنگ آئے ۳۴۰
- ہوئی شام اُن کا خیال آ گیا ۳۴۱
- ہم ہیں متاعِ کوچہ و بازار کی طرح ۳۴۲
- **متفرق اشعار** ۳۴۳
- مجروح دوسروں کی نظر میں ۳۴۸

حرفِ آغاز

اُردو کے مشہور غزل گو مجروحؔ سلطان پوری کی وفات سے ترقی پسند تحریک ایک سرگرم کارکن اور اس کے نام لیوا سے محروم ہوگئی۔ ان کی غزل کلاسیکی انداز کی حامل ہے اور انہوں نے اپنے ترنم کو بھی اپنی غزل کی لفظیات کے تابع بنا لیا تھا۔ ان کا ترنم جگر مراد آبادیؔ کے ترنم کی طرح تھا اور اس ترنم کے بل بوتے پر انہوں نے سینکڑوں مشاعرے لوٹے۔ انہوں نے ہندوستانی فلموں کے لئے غزلیں بھی لکھیں اور گیت بھی...... جتنا عرصہ وہ فلمی دنیا کے ساتھ وابستہ رہے انہوں نے اپنے فلمسازوں کے مطالبات کے مطابق ان کی فلموں کی نغمہ نگاری کا فریضہ ادا کیا فلموں میں گیت نگاری کی وجہ سے وہ غزل کی طرف زیادہ توجہ نہ دے سکے' گیت نگاری ان کی معاش کا ذریعہ تھی اور انہیں ہر حال میں گیتوں اور نغموں کے بول لکھ کر ہی یہ سب کچھ حاصل ہوسکتا تھا۔

ساحر لدھیانوی اور شکیل بدایونی کے فلمی گیتوں کے کئی مجموعے شائع ہوئے۔ لیکن مجروحؔ کا ایسا کوئی مجموعہ شائع نہ ہوا۔ ممکن ہے غزل کی بہ نسبت وہ اپنی فلمی شاعری کو زیادہ اہمیت نہ دیتے ہوں جب کہ ایک دنیا جانتی ہے کہ انہیں جب بھی کسی فلم کے لئے گیت لکھنے کا موقع ملا' انہوں نے ان کے ساتھ پورا انصاف کیا۔ مثلاً ''شاہجہاں'' کے گیت جو ان کی وجہ شہرت ہیں' ان میں ان کی غزل بھی گنگناتی نظر آتی ہے۔

غم دیئے مستقل' کتنا نازک ہے دل
یہ نہ جانا...... ہائے ہائے یہ ظالم زمانہ

چاہ برباد کرے گی ہمیں معلوم نہ تھا
روتے روتے ہی کٹے گی ہمیں معلوم نہ تھا

۱۹۴۰ سے لے کر ۱۹۹۰ء تک انہوں نے فلمی دنیا کی گرم بازاری میں زندگی گزاری لیکن اس کے ساتھ اپنے فن کی دیکھ ریکھ میں بھی لگے رہے اور غزل کی نوک پلک بھی سنوارتے رہے ان کی غزلوں میں کئی ایسے اشعار بھی ہیں جو اب بھی زبان زد عام ہیں مثلاً یہ شعر دیکھئے

میں اکیلا ہی چلا تھا جانب منزل مگر
لوگ ساتھ آتے گئے اور کارواں بنتا گیا

شبِ انتظار کی کشمکش میں نہ پوچھ کیسے سحر ہوئی
کبھی اک چراغ جلا دیا، کبھی اک چراغ بجھا دیا

ان کی ترقی پسند مصنفین کے ساتھ وابستگی ۱۹۴۵ء سے ہوئی اور آخر تک وہ ان کے ساتھ قدم سے قدم ملا کر چلتے رہے چنانچہ وہ ترقی پسند تحریک کا ایک حصہ بن کر اپنے ماحول اور سماج کی بدلتی ہوئی صورتحال سے اپنے محبوب کو آگاہ کرتے رہے اور تمام طوفانوں اور حملوں کو روکتے رہے۔

مصلوب ہوا کوئی سرِ راہِ تمنا،
آوازِ جرس پچھلے پہر تیز بہت ہے

لٹ گیا قافلۂ اہلِ جنوں بھی شاید
دل سے ملتی تو ہے اِک راہ کہیں سے آ کر

مجروحؔ سلطانپوری نے ترقی پسندی کے ابتدائی دور میں نہایت بے باکی، بہادری، اور ثابت قدمی سے ہر وار کا مقابلہ کیا۔ ہر یلغار کو پسپا کیا اور نا مساعد حالات میں غزل کی رُوح کو مجروح ہونے سے بچائے رکھا، اور اس کو تقویت بخشی۔

سر پر ہوائے ظلم چلے سو جتن کے ساتھ
اپنی کلاہ کج ہے اسی بانکپن کے ساتھ

مجروحؔ کے لبوں سے یہ خوشبو نہ جا سکی
بخشی جو اس نے دولتِ بیدار دیکھئے

ہم قفس، صیاد کی رسمِ زباں بندی کی خیر
بے زبانوں کو بھی اندازِ کلام آ ہی گیا

حادثے اور بھی گزرے تیری الفت کے سوا
ہاں مجھے دیکھ، اب مری تصویر نہ دیکھ

ان کے فن کے بارے میں یوسف امتیاز لکھتے ہیں کہ ''مجروح نے فلموں میں بلا کھٹکے مختصر مسدس، مخمس نظمیں، رباعیات، سب ہی کچھ لکھا جو مجروحؔ کی اُردو زبان کی مقبولیت کے سلسلے میں ایک احسان ہے جو ناقابل فراموش ہے۔ لیکن مجروحؔ کی ادبی شاعری کا سلسلہ اپنی فلمی شاعری سے کہیں دراز ہے۔ محبوب، زلف، میخانہ، لب، گل، گلستان، چشم، آبلہ پائی، خار سب ہی ان کی شاعری میں ایک روایتی گلدستے کی طرح موجود ہیں۔ جس کی خوشبو سے بھرے نظر نہیں آتے اور ساتھ ہی ساتھ وہ محبوب جس کی شوخی نزاکت اور بانکپن سے حسرت موہانی، جگر کی شاعری مرصع ہے، کہیں نظر نہیں آتا، پھر بھی وہ جگرؔ کی شاعری کے عاشق ہیں، پڑھنے کا انداز جگر سے لیا، ہلکا پھلکا پن ان کی شاعری کا خاصا ہے۔

یہ رُکے رُکے سے آنسو، یہ گھٹی گھٹی سی آہیں
یونہی کب تلک خدایا، غم زندگی نبھاہیں

کبھی جادۂ طلب سے جو پھرا ہوں دل شکستہ
تیری آرزو نے بڑھ کر وہیں ڈال دی ہیں بانہیں

مجروحؔ کی وفات پر میوزک ڈائریکٹر نوشاد نے امریکہ سے فون پر کہا ''مجروح مجھے تنہا کر گیا وہ میرا واحد دوست تھا میں نے اُسے بھی کھو دیا۔ تنہا ہو جانے کا رنج اب شاید ان سبھی لوگوں کو ہوگا، جنہوں نے کندن لال سہگل کی آواز میں فلم شاہجہاں کا یہ گیت سنا ہے۔

جب دل ہی ٹوٹ گیا
ہم جی کے کیا کریں گے

سہگل کو یہ گیت اتنا پسند تھا کہ انہوں نے اپنی ارتھی کے جلوس میں یہ ریکارڈ بجائے جانے کی خواہش کی تھی۔

مجروح سلطان پوری نے جس طرح غزل کو اپنا خونِ جگر دے کر سینچا اسی طرح فلمی نغموں کے لئے فن کی باریکیوں کا پورا خیال رکھا۔ ساحر کے بعد جس شخص نے فلمی شاعری کو وزن اور وقار عطا کیا اور اسے ادب کے دائرے میں منفرد حیثیت عطا کرائی وہ مجروح ہی تھا۔ اس نے فلمی دنیا کو تو بہت سے لطیف و موثر نغمے دیئے ہیں اُردو زبان کو بھی ایک ایسا سرمایہ عطا کیا' جس کو ادب کی کوئی تاریخ فراموش نہیں کر سکتی ...... اب وہ ہم میں نہیں ہیں پر اس کے لکھے ہوئے نغمے ہمیشہ اس کی یاد دلاتے رہیں گے۔ ضرورت ہے تو ایک ایسے ادب دوست کی جوان کے فلمی نغموں کو اکٹھا کر کے کتابی صورت میں شائع کرنے کا اہتمام کرے۔ دیکھا جائے تو مجروح سلطانپوری فطرتاً کم گو شاعر تھے۔ ۱۹۴۰ء سے لے کر اب تک ان کا صرف ایک مجموعہ ''غزل'' شائع ہوا۔ دوبارہ اس کی اشاعت کی نوبت آئی تو اس کا نام ''مشعلِ جاں'' رکھ دیا گیا۔ لیکن اس کی اشاعت کے بعد بھی انہوں نے بہت کم غزلیں کہیں اور اگر لکھی بھی ہیں تو منظر عام پر نہیں آئیں۔

مجروح سلطانپوری کی شخصیت اور فن کے اس مجموعے کے لئے اس کے دوستوں اور مداحوں کے مضامین کا ایک انتخاب پیش کرتے وقت ہم نے اس کے اکلوتے مجموعہ غزل کو مکمل طور پر اس میں شائع کر دیا ہے تا کہ اس کی شاعری سے محبت کرنے والے اس ارمغان کے ذریعے اس کے فکر و فن تک رسائی حاصل کر سکیں۔ مجروح سلطان پوری نے بے شمار گیت لکھے مگر اُن کے مشہور گیت ہی اِس مجموعے میں شامل کئے گئے ہیں۔ یہ کتاب الحمد پبلی کیشنز کے صفدر حسین کی خوش ذوقی اور ادب دوستی کی بنیاد پر ہی آپ تک پہنچ رہی ہے اُمید ہے آپ کو یہ ارمغان پسند آئے گا۔

تاج سعید

پروفیسر جگن ناتھ آزاد

مجروحؔ کی غزل

غزل ہماری آسان ترین اور مشکل ترین صنف سخن ہے۔ آسان ترین اس لئے کہ شعر وسخن میں قریب قریب ہر مبتدی اسی صنف میں طبع آزمائی کرتا ہے اور مشکل ترین اس لئے کہ غزل کو ریزہ خیالی کے عیب سے بچالے جانا اور اس کو صحیح معنی میں تغزل بنا کے پیش کرنا ایک معجزے سے کم نہیں اور یہ معجزہ دکھانے والے شاعروں کی تعداد انگلیوں پر گنی جا سکتی ہے۔ اس تعداد کو ہم کتنا مختلف ہی کیوں نہ کر لیں۔ مجروحؔ سلطان پوری کا نام اس فہرست میں ہمیشہ ایک نمایاں اہمیت کا حامل نظر آئے گا۔

ڈاکٹر محمد حسن نے مجروحؔ کی غزل کا ذکر کرتے ہوئے کہا ہے کہ ''مجروحؔ غزل میں کلاسیکی آئین اور آداب کے قائل ہیں''۔ یہ صحیح ہے لیکن اس کے باوجود یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ وہ راہ رفتگاں کے آئین اور آداب کو اول سے آخر تک قبول نہیں کرتے بلکہ اپنے تیشۂ نظر پر بھروسہ کرتے ہوئے اسے کام میں لاتے ہیں جس سے ان کی غزل میں تاثر کی ایک ہمہ گیر کیفیت پیدا ہو جاتی ہے اور تاثر کی یہی کیفیت مجروحؔ کی غزل کا قابل رشک سرمایہ ہے۔ ہم روایات کے منکر نہیں لیکن مجروحؔ سب کی اور سب سے جدا اپنی ڈگر ہے کہ نہیں لیکن مجروحؔ کی غزل میں تاثر کی ہمہ گیری کا انحصار صرف اسی ایک بات پر نہیں ہے جس کا ذکر میں نے ابھی کیا ہے بلکہ یہ ہمہ گیری اس لئے بھی مجروحؔ کے کلام کی خصوصیت بن گئی ہے کہ ان کی غزل میں ہیت اور موضوع آپس میں ہم آہنگ ہو گئے ہیں۔ اس متوازن انداز سے کہ ایک کو دوسرے سے الگ کر کے دیکھنا دشوار ہے۔

ہیئت اور موضوع کا اس طرح سے ایک اکائی میں ڈھل جانا ایک ایسا کمال فن ہے جو عصر حاضر کے غزل گو شعرا میں تو خیر بڑی حد تک مفقود ہے ہی ہمیں اپنے کلاسیکی شعرا میں بھی خال خال نظر آتا ہے۔

ہیئت اور موضوع کی بات کے ساتھ ہی اداب کی ترقی پسند تحریک کے سامنے جو مقصد تھا۔ اس کے حصول کے بارے میں یہ سوچنا کہ وہ ایک براہ راست یا خطیبانہ انداز ہی سے حاصل ہوسکتا ہے کوئی سوچ بچار کی خامی نہیں تھی۔ ان حالات میں ایسا ہی سوچا جا سکتا تھا۔ اسی لئے غزل ایک بے مصرف اور بے کار صنف قرار پائی۔ اس وقت اگر پوری جماعت کو یہ بات بعید از حقیقت نظر آتی تھی کہ غزل کی تہ در تہ معنویت، دروں بینی اور انکشاف ذات کا عمل مقصدیت کی راہ میں حائل ہوسکتا ہے تو اس کا سبب موجود تھا۔ یہ نہیں کہ غزل کے فارم میں ایسی مثالیں نایاب تھیں لیکن یہاں معاملہ دوسرا تھا۔ صرف مسائل حیات کو شعر کی زبان دینے کا سوال نہیں تھا بلکہ ایک واضح مقصد کو صنف غزل میں نہیں بلکہ تغزل میں ڈال کے پیش کرنا تھا۔ انتہائے خلفشار کے عالم میں آنے والے انقلاب کی آواز سنائی دے رہی تھی۔ اس بے اطمینانی کے دور میں تہذیبی قدروں کو سنبھالنا بھی انجمن ترقی پسند مصنفین کے پیش نظر تھا۔

ان حالات میں مجروحؔ کی غزل نے مقصدیت اور اجتماعی شعور کو اس طرح فن کے ساتھ ہم آہنگ کیا کہ مقصدیت اور اجتماعی شعور نے خود فن کی صورت اختیار کر لی۔

مقصدی شاعری یقیناً باعیب شاعری ہے اگر مقصد شاعری پہ حاوی ہو جائے۔ لیکن اگر مقصد شاعری میں تحلیل ہو جائے تو پھر وہ مقصدی شاعری نہیں رہے گی، خالص شاعری کہلائے گی۔ ایسی شاعری نظم کی صورت میں ہمارے یہاں موجود تھی لیکن غزل کی صورت میں اس بھرپور انداز سے ہمارے سامنے نہیں آئی تھی جس بھرپور انداز سے مجروحؔ کی غزل میں نظر آئی۔

اس وقت مقصدی شاعری اور خالص شاعری کی بات کرتے ہوئے خالص تغزل کی جس مثال کی طرف میرا ذہن جا رہا ہے وہ ہندوستان میں ان گنت سخن فہموں کی زبان پر

ہے:

جب ہوا عرفاں تو غم آرام جاں بنتا گیا- سوزِ جاناں دل میں سوزِ دیگراں بنتا گیا- رفتہ رفتہ منقلب ہوتی گئی رسم چمن دھیرے دھیرے نغمہ دل بھی فغاں بنتا گیا- میں اکیلا ہی چلا تھا جانب منزل مگر لوگ ساتھ آتے گئے اور کارواں بنتا گیا- میں تو جب جانوں کہ بھر دے ساغر ہر خاص و عام' یوں تو جو آیا وہی پیر مغاں بنتا گیا جس طرف بھی چل پڑے ہم آبلہ پایان شوق' خار سے گل اور گل سے گلستاں بنتا گیا- شرح غم تو مختصر ہوتی گئی اس کے حضور' لفظ جو منہ سے نہ نکلا داستاں بنتا گیا-

اب اس غزل میں رسم چمن' نغمہ فاں' منزل کارواں' ساغر' پیر مغاں' گل' گلستاں' یہ سب ہماری ادو غزل کے روایتی مستعملات ہیں اور عموماً ان پر جو اعتراضات ہوتے ہیں ان میں ایک یہ بھی ہے کہ ہماری غزل ابھی تک روایتی لفظ و بیان سے پیچھا نہیں چھڑا سکی۔ مجروحؔ نے انہی روایت مستعملات کو ہاتھ میں لیا اور انہیں تشبیہ اور استعارے کے طور پر استعمال کرتے ہوئے ساری غزل کو ایک ایسا علامتی رنگ دیا کہ ہر لفظ' ہر ترکیب اور ہر بندش اپنا مفہوم تبدیل کرتی چلی گئی۔ گویا اس علامتی انداز بیان کے باعث یہ غزل دو مختلف سطحیں لئے ہوئے ہمارے سامنے آتی ہے۔ ایک وہ سطح ہے جو لغوی مفہوم کی حامل ہے۔ دوسری سطح تہ در تہ معنویت کو اپنے اندر سمیٹے ہوئے ہے اور ان دونوں کے امتزاج سے اس غزل میں جو کیفیت سرمستی و سرشاری پیدا ہو رہی ہے اسی کا دوسرا نام تو تغزل یا روح غزل ہے لیکن ان دونوں سے بڑا کارنامہ اس غزل کا یہ ہے کہ اس میں انفرادی شعور کی جگہ اجتماعی شعور نے لے لی ہے۔ ادب اگر دائمی اقدار کا حامل ہے تو زندگی بھی دائمی اقدار کی حامل ہے اور اس ادب کو جو زندگی کی دائمی قدروں کو اپنے اندر سمو لے ''مقصدی ادب'' کہہ کر اسے گردن زدنی قرار دینا غیر علمی اور غیر عملی تنقید ہی کا رویہ ہو سکتا ہے۔ مجروحؔ کے مذکورہ اشعار جو غزل کو اجتماعی شعور سے آشنا کر رہے ہیں اسے اس کیفیت سے بھی لبریز کر رہے ہیں جس سے قاری کا وجدان بھی لذت اندروز ہو رہا ہے اور یہ مختصر سی غزل زندگی کی ابدی حقیقت کے ساتھ ہی ساتھ ہمیں ادب کی اس حقیقت سے بھی روشناس کر رہی ہے کہ

فضا تبسم صبح بہار تھی لیکن
پہنچ کے منزل جاناں پہ آنکھ بھر آئی

زمانہ ہوا علی گڑھ میں مشاعرہ ہو رہا تھا جس میں حسرتؔ موہانی نے اپنا کلام بھی پڑھا جسے وہ فاسقانہ کلام کہتے تھے اور خوب داد پائی۔ حفیظؔ صاحب بھی اس مشاعرے میں شریک تھے اور انہیں بھی حسب دستور بہت داد مل رہی تھی کہ انہوں نے ایک شعر پڑھا:

انجام محبت ہو بھی چکا، تم ہنس بھی چکے میں رو بھی چکا
اب اور ابھی تڑپانا ہے یا سینے سے لگ جانا ہے

علی گڑھ کے سامعین بالکل خاموش ہو گئے۔ ایک فردِ واحد نے بھی داد نہ دی۔ مشاعرے کے بعد حفیظؔ صاحب نے سرور صاحب سے اس بات کا ذکر کیا اور اس پر حیرت کا اظہار کیا کہ اس شعر پر بالکل داد نہیں ملی حالاں کہ جنسی شاعری حسرتؔ موہانی بھی پیش کر رہے تھے۔ سرور صاحب نے جواب میں کہا کہ حسرتؔ کی جنسی شاعری غزل کے آداب کے اندر تھی۔ آپ کا یہ شعر غزل کے آداب کے اندر نہیں تھا (بعد میں حفیظ صاحب نے یہ شعر اپنی غزل سے خارج کر دیا)

تو یہ غزل کے آداب ہیں جو غزل کی قدر و قیمت متعین کرتے ہیں۔ غزل کے اپنے آداب سے مجروحؔ کی غزل عبارت ہے جنسیت کے موضوع کو برتنے کا سلیقہ ان آداب کی پہچان ہے:

جنون دل نہ صرف اتنا کہ اک گل پیرہن تک ہے
قد و گیسو سے اپنا سلسلہ دار و رسن تک ہے

التفات سمجھوں یا بے رخی کہوں اس کو
رہ گئی خلش بن کر اُس کی کم نگاہی بھی

مجھے نہیں کسی اسلوب شاعری کی تلاش
تری نگاہ کا جادو مرے سخن میں رہے

وجدان شعور کی بلند ترین منزل ہے۔

اس غزل کے متعلق سردار جعفری لکھتے ہیں کہ جب مجروحؔ نے مزدوروں کے ایک جلسے میں اپنی یہ غزل پڑھی تو وہ آپس میں باتیں کرنے لگے۔ ''مجروحؔ بھی ہمارے شاعر ہیں''۔

مجروحؔ کی غزل کے سامنے جہاں زندگی اور فن کے تقاضے ہیں وہاں اس کی پشت پر ایک تہذیبی اور سماجی پس منظر بھی ہے۔ اس میں سماجی حالات کی ترجمانی بھی ہے ادر تہذیبی معاملات کی عکاسی بھی اور ان سب کے امتزاج سے ان کی غزل میں جو ایک بے نام سی کیفیت گداز پیدا ہو جاتی ہے وہ ایک معجزے سے کم نہیں۔

غزل عشق و محبت کی زبان کا نام ہے۔ لغت نے غزل کے مفہوم کے کئی پہلو ہمارے سامنے رکھے ہیں۔ اس میں بقول شمس قیس رازی درد و گداز کی وہ کیفیت بھی آ جاتی ہے جو اس وقت غزال (ہرن) کے اندر سے نکلتی ہے جب سگان وحشی اس کے تعاقب میں ہوتے ہیں لیکن عورتوں کے ساتھ بات چیت کرنے کا معاملہ اپنی جگہ پر رہتا ہے دوسرے لفظوں میں جنسی لطافت بھی ارکان غزل میں بڑی اہمیت کی حامل ہے لیکن شرط یہ ہے کہ یہ جنسی کثافت نہ بننے پائے۔ جنسی شاعری اور لمسیاتی شاعری میں کوئی حد فاصل کھینچنا تو دشوار ہے لیکن اس شاعری کی تخلیق خیال کی جس لطافت و طہارت' زبان و فن کے برتنے کے جن آداب اور جس جذباتی پاکیزگی کا تقاضہ کرتی ہے ان کے بہ یک وقت ایک دوسرے سے ہم آہنگ ہونے کی مثالیں ہمیں اُردو شاعری میں بہت ہی کم نظر آتی ہیں۔ فراقؔ صاحب اپنی جنسی شاعری کا اپنی بات چیت میں اکثر ذکر کیا کرتے تھے اور اس میں کوئی شک نہیں کہ اس موضوع پر انہوں نے ہمیں بہت سے خوبصورت شعر دیئے ہیں لیکن نہ جانے وہ جنسی لطافت اور ترغیب جنسی میں کیوں نہ فرق کر سکے ورنہ اس شعر کی داد اپنے سامعین سے طلب نہ کرتے۔

ذرا وصال کے بعد آئینہ تو دیکھ اے دوست
ترے جمال کی دوشیزگی نکھر آئی

بالخصوص جب اسی غزل میں ایسا لطیف شعر بھی موجود ہے:

جنت بہ نگہ تسنیم بہ لب' انداز اس کے اے شیخ نہ پوچھ
میں جس سے محبت کرتا ہوں انساں ہے خیالی حور نہیں

مجھے سہل ہو گئیں منزلیں وہ ہوا کے رُخ بھی بدل گئے
ترا ہاتھ ہاتھ میں آ گیا کہ چراغ رہ کے جل گئے

وہی بات جو نہ وہ کہہ سکے مرے شعر و نغمہ میں آ گئی
وہی لب نہ میں جنہیں چھو سکا قدح شراب میں ڈھل گئے

مجروحؔ کے لبوں سے یہ خوشبو نہ جا سکی
بخشی جو اس نے دولت بیدار دیکھیے

دیکھئے کب تک بلائے جاں رہے اک حرف شوق
دل حریص گفتگو اور چشم خوباں کم سخن

محبوب کی ان کہی بات کا شاعر کے شعر و نغمہ میں آ جانا اور ان چھوئے لبوں کا قدح شراب میں ڈھل جانا انکشاف ذات کا ایک ایسا پہلو ہے جو آداب غزل کے حدود متعین کرتا ہے۔ یہ وہی کیفیت ہے جسے اقبال نے وصل میں مرگ آرزو ہجر میں لذت طلب' کہہ کر اور جگر نے ہم اس کے نہ ملنے پر ہیں فدا لیکن یہ مذاق عام نہیں' کے پردے میں بیان کیا ہے اور یہ وہ رمز ہے جو فراقؔ ایسے زیرک' با مطالعہ اور خوش گو شاعر کے فہم سے دور رہی اور جس نے ہمیشہ وصال کو فراق پر ترجیح دی۔

یہاں میں ایک بات فن لطیف کی تکمیل کے بارے میں کہنا چاہوں گا میں سمجھتا ہوں کہ ایک فنکار اس وقت تک اچھا فنکار رہتا ہے اور فن کی منزلیں طے کرتا چلا جاتا ہے جب تک اسے یقین ہو کہ وہ اپنا بہترین فن پارہ ابھی تک پیش نہیں کر سکا۔ یہ ذہنی ناآسودگی

تخلیق فن کا بہت بڑا منبع، بہت بڑا مخزن ہے اسی سے فن کے سوتے پھوٹتے ہیں۔ اپنے بارے میں یہ سوچ لینا کہ میں نے حرف آخر لکھ دیا ہے گویا اپنی تخلیقی صلاحیتوں کو میٹھی نیند سلا دینے کے مترادف ہے۔ مجروحؔ اپنی ایک نہایت خوبصورت غزل میں جو ایک میخانہ الہام کی حیثیت رکھتی ہے فن کار کی اس ذہنی نا آسودگی کی طرف اشارہ کرتے ہیں یوں تو یہ ساری غزل جس کا مطلع ہے:

اہل طوفاں آؤ دل والوں کا افسانہ کہیں
موج کو گیسو بھنور کو چشم جاناں نہ کہیں

اول سے آخر تک ایک ہی موڈ، ایک ہی خیال اور ایک ہی جذبہ لئے ہوئے ہے اور فن کار اور فن کے باہمی رشتے کی نشاندہی کر رہی ہے لیکن اس کے مقطع میں مجروحؔ نے تخلیق فن کے بارے میں ایک ایسا زندہ اور متحرک تصور پیش کیا ہے جو ہمیشہ سچے اور کھرے فن کاروں کی رہنمائی کرتا چلا جائے گا:

آرزو ہی رہ گئی مجروحؔ، کہتے ہم کبھی
اک غزل ایسی جسے تصویر جاناں نہ کہیں

ہمارے یہاں ایک زمانے میں غم جاناں اور غم دوراں نے بہت زور باندھا اور ہم نے دونوں میں ایک حد فاصل قائم کر دی حالاں کہ دونوں میں بنیادی طور پر کوئی فرق نہیں ہے۔ دونوں ایک ہی تصویر کے دو رُخ ہیں دونوں میں کوئی تضاد نہیں ہے۔ دونوں ساتھ ساتھ چل سکتے ہیں۔ صرف اتنا ہے کہ جس کے دل میں غم ہے اس کا ظرف کتنا ہے۔ عرفیؔ اس مسئلے کو بہت پہلے یہ کہہ کر چھیڑ چکے تھے:

در دل ماغم دنیا غم معشوق شود
بادہ گر خام بود پختہ کند شیشہ ما

بلکہ ایک طرح سے اس کی عقدہ کشائی کی جانب اشارہ بھی کر چکے تھے۔ میں اس میں اتنا اضافہ کروں گا کہ دونوں جب تک غم ذات نہیں بن جاتے شاعری کا کرشمہ سامنے نہیں آتا۔ مجروحؔ کے یہاں یہ عقدہ خود اپنی گرہ کشائی کرتا نظر آتا ہے:

جلا کے مشعل جاں ہم جنوں صفات چلے
جو گھر کو آگ لگائے ہمارے ساتھ چلے
دیار شام نہیں منزل سحر بھی نہیں
عجب نگر ہے یہاں دن چلے نہ رات چلے
ہمارے لب نہ سہی دو دہان زخم سہی
وہیں پہنچتی ہے یارو، کہیں سے بات چلے

ایک اور خوب صورت پہلو جو ہمیں مجروحؔ کی شاعری میں نظر آتا ہے (اور جس کا تعلق اسی عمل خودگدازی کے ساتھ ہے جو کسی بھی نوع کی حسین شاعری کی تخلیق کے لئے ضروری ہے) اور وہ ہے ذکر وطن کا تغزل میں ڈھل جانا۔ وطن اور حب وطن کا ذکر ہماری شاعری میں ایک زمانے سے چلا آ رہا ہے۔ لیکن غالباً میری نظر سے ایسی مثال ابھی تک نہیں گزری کہ وطن یا حب وطن تغزل کے روپ میں رونما ہوئے ہوں اُردو شاعری کو ایرانی شاعری سے بچانے اور خالص ہندوستانی بنا کر دعوے کرنے والے شاعر کی غزلوں میں بھی یہ کیفیت کہیں نظر نہیں آتی۔ وطن کا ذکر مجروحؔ کے یہاں کچھ اس طرح تغزل میں رچا ہوا ملتا ہے کہ وطن ہر اعتبار سے ایک محبوب کی صورت میں نظر آتا ہے۔ مجروحؔ کے یہاں عشق وطن کا رنگ روایتی نہیں ہے، انوکھی ہے کیوں کہ مجروحؔ کے نزدیک وطن چند تہذیبی اقدار کا نام ہے کسی لمبے چوڑے قطعہ زمین کا نام نہیں۔ اس ضمن میں مجروحؔ کی غزل ایک منفرد مرتبے کی حامل ہے۔ اس غزل میں وطن، وطنیت، جذبۂ حب وطن خالص غزل بنتے ہوئے نظر آتے ہیں اور میں اسے شاعری کا معجزہ سمجھتا ہوں۔ یہ وطنیت محض جذباتی انداز کی نہیں ہے بلکہ اس میں شاعر کا شعور اپنی جھلکیاں دکھا رہا ہے اور جب مجروحؔ کی ذہنی ناآسودگی بھی اس تغزل میں شامل ہو جاتی ہے تو یہ شراب، شراب دوآتشہ بن جاتی ہے۔

غلام رہ چکے توڑیں یہ بند رسوائی
کچھ اپنے بازوئے محنت کا احترام کریں

زباں ہماری نہ سمجھا یہاں کوئی مجروحؔ
ہم اجنبی کی طرح اپنے ہی وطن میں رہے

بہت ہی تلخ نوا ہوں مگر عزیز وطن
میں کیا کروں جو ترا درد بیقرار کرے

پارۂ دل ہے وطن کی سرزمین مشکل یہ ہے
شہر کو ویراں کہیں یا دل کو ویرانہ کہیں

میں نے اس تحریر کے شروع میں کہیں انفرادی شعور اور اجتماعی شعور کی طرف اشارہ کیا ہے اور ساتھ ہی ادب میں مقصدیت کی بات بھی چھیڑی ہے۔ انفرادی جذبات سے اجتماعی جذبات کی جانب یا مجرد تصورات سے سماجی احساسات کی جانب ترقی پسند ادب کا سفر انجمن ترقی پسند مصنفن کی شعوری کوششوں کا نتیجہ تھا۔ اس ضمن میں مجروحؔ کی علامتی شاعری کے متعلق ایک آدھ بات میں نے کہی ہے۔ سردار جعفری نے ترقی پسند ادب میں اس سوال پر مزید روشنی ڈالی ہے اور تصویر کے دونوں پہلوؤں پر مختصر سی بحث کی ہے۔ مجروحؔ کی غزل گوئی کا ذکر کرتے ہوئے وہ لکھتے ہیں:

''اس سلسلے میں ترقی پسند ادیبوں نے دو طرح کا ادب پیدا کیا ہے۔ ایک وہ ادب جو بہت سادہ اور آسان ہے اور اس لئے عوام کی سمجھ میں آ جاتا ہے۔ ہندوستان جیسے پچھڑے اور ان پڑھ ملک میں اس قسم کے ادب کی بہت ضرورت ہے۔ یہ ادب سے محروم لوگوں میں ادب کا ذوق پیدا کرتا ہے انہیں اور زیادہ بہتر ادب کی طرف راغب کرتا ہے اور انہیں تعلیم دیتا ہے۔ دوسرا ادب وہ ہے جو اعلیٰ درجے کا ہے وہ عوام کی سمجھ میں آسانی سے نہیں آتا۔ اس ادب کی بھی ضرورت ہے کیوں کہ یہ معیار بلند کرتا ہے۔ ادب کی ان دونوں قسموں کی تخلیق کرنے والے ترقی پسند ادیب ہیں۔ ایک ہی ادیب نے دونوں قسم کی چیزیں لکھی ہیں اور سوچ سمجھ کر ایک مقصد کے تحت لکھی ہیں۔ میں ان دونوں قسموں کی مثالیں مجروحؔ سلطانپوری کی شاعری سے پیش کروں گا۔ سادہ اور آسان معیار کے ادب کی

مثال یہ ہے:

لال پھریرا اس دنیا میں سب کا سہارا ہو کے رہے گا
بھر کے رہے گی دھرتی اپنی' دیش ہمارا ہو کے رہے گا
روس کا نو سنسار تو دیکھو دھرتی کا شرنگار تو دیکھو
ایک زمیں کیا لال ابھی ہر ایک ستارا ہو کے رہے گا
صدیوں سے ہر ظلم مٹاتے آئے ہیں اور آج کے دن بھی
جیسے ہم چاہیں گے ساتھی ویسے گزارا ہو کے رہے گا

اعلیٰ درجے کے ادب کی مثال یہ غزل ہے:

دشمن کی دوستی ہے اب اہل وطن کے ساتھ
ہے اب خزاں چمن میں نئے پیرہن کے ساتھ
سر پر ہوائے ظلم چلے سو جتن کے ساتھ
اپنی کلاہ کج ہے اسی بانکپن کے ساتھ
جھونکے جو لگ رہے ہیں نسیم بہار کے
جنبش میں ہے قفس بھی اسیر چمن کے ساتھ

اس کے ساتھ ہی سردار جعفری لکھتے ہیں:

''آج ترقی پسند ادیبوں کے سامنے بنیادی سوال عوامی ادب کی تخلیق کا سوال ہے''۔

اپنی اس بات کی وضاحت کرتے ہوئے سردار جعفری موضوع کے انتخاب اور موضوع کے برتنے کے سوال پر بحث کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ''فکر طبقاتی ہوتی ہے اور زاویہ نگاہ بھی طبقاتی۔ اس لئے وہی فکر صحیح ہو گی جو اپنے تاریخی زمانے میں سب سے زیادہ ترقی پسند طبقے کی فکر ہو اور اسی فکر سے ٹھیک زاویہ نگاہ پیدا ہو گا۔ اس فکر میں جتنی صفائی اور تیزی ہو گی موضوع میں اتنا ہی نکھار اور ادب میں اتنی ہی دھار آئے گی''۔ اس ضابطے کا انطباق جب ہم غزل پر کرتے ہیں تو نظر آتا ہے کہ غزل کے شاعر کے لئے یہ منزل (اگر

وہ غزل سے مراد تغزل لیتا ہے نہ کہ صنف غزل) نظم کے شاعر کے مقابلے میں کہیں زیادہ مشکل ہے۔ مجروحؔ اس مشکل سے کس کامیابی اور کس خوب صورتی کے ساتھ عہدہ برآ ہوئے ہیں اس کا اندازہ ان کی غزلوں سے بخوبی ہو سکتا ہے:

دیکھ زنداں سے پرے رنگ چمن جوش بہار
رقص کرنا ہے تو پھر پاؤں کی زنجیر نہ دیکھ

سنتے ہیں کہ کانٹے سے گل تک ہیں راہ میں لاکھوں ویرانے
کہتا ہے مگر یہ عزم جنوں، صحرا سے گلستاں دور نہیں
مجروحؔ اٹھی ہے موج صبا آثار لیے طوفانوں کے
ہر قطرۂ شبنم بن جائے اک جوئے رواں کچھ دور نہیں

سکھائی دست طلب کو ادائے بے باکی
پیام زیر لبی کو صدائے عام کریں

زمیں کو مل کے سنواریں مثال روئے نگار
رُخِ نگاہ سے روشن چراغِ بام کریں

فریب ساقی محفل نہ پوچھیے مجروحؔ
شراب ایک ہے بدلے ہوئے ہیں پیمانے

ہم قفس صیاد کی رسم زباں بندی کی خیر
بے زبانوں کو بھی انداز کلام آ ہی گیا

آخر غم جاناں کو اے دل بڑھ کر غم دوراں ہونا تھا
اس قطرے کو دریا بنا تھا اس موج کو طوفاں ہونا تھا

اب کھل کے کہوں گا ہر غم دل مجروحؔ نہیں وہ وقت کہ جب
اشکوں میں سنانا تھا مجھ کو آہوں میں غزل خواں ہونا تھا

مجروحؔ ہیومنزم کا شاعر ہے اور یہی سبب ہے کہ اس کی غزل میں آج کے حقائق میرے سامنے آتے ہیں۔ اس کے نزدیک انسان ہی وہ واحد کسوٹی ہے جس پر زندگی کی تمام کیفیتوں کا کھرا پن پرکھا جا سکتا ہے۔ اسی لئے اس کی غزل کسی انفعالی کیفیت کے گرد نہیں گھومتی۔ اس کی غزل حوصلہ مندانہ غزل ہے جس کا لہجہ نغمگی سے لبریز ہے:

وہ جس پہ تمہیں شمع سر رہ کا گماں ہے
وہ شعلہ آوارہ ہماری ہی زباں ہے

زنجیر و دیوار ہی دیکھی تم نے تو مجروحؔ مگر ہم
کوچہ کوچہ دیکھ رہے ہیں عالم زنداں تم سے زیادہ

ہوں جو سارے دست و پا ہیں خوں میں نہائے ہوئے
ہم بھی ہیں اے دل بہاراں کی قسم کھائے ہوئے

ہے یہی اک کاروبار نغمہ و مستی کہ ہم
یا زمیں پر یا سرِ افلاک میں چھائے ہوئے

دشت و در بننے کو ہیں مجروحؔ میدانِ بہار
آ رہی ہے فصلِ گل پرچم کو لہراتے ہوئے

مجروحؔ کی شاعری خیال اور جذبے کی امتزاج کا ایک نگار خانہ ہے جس میں زندگی کے کئی رنگ جھلک رہے ہیں۔ انسان کی عظمت میں مجروحؔ کا یقین ایک اٹل یقین ہے اور عظمت انسان کا بیان مجروحؔ کی غزل میں خالی خولی جذباتی انداز کا نہیں ہے بلکہ زندگی کی ٹھوس حقیقتوں پر مبنی ہے۔ روایت کا احترام اور روایت میں توسیع مجروحؔ کے کلام کی نمایاں خصوصیت ہے جس کے حسن میں پیکر تراشی کے نقوش جا بجا اضافہ کرتے چلے جاتے ہیں۔ ماضی کی دھند اور حال کے دھندلکے میں مجروحؔ خود ہی ایک تابناک مستقبل نہیں دیکھ رہے ہیں بلکہ اپنے قاری کو بھی اس آنے والی تابناکی کی بشارت دے رہے ہیں۔ اندھیرے کی

دبیز تہوں کو چیر کر تجلی کو دیکھنا اور خزاں کے پردے میں بہار کا مشاہدہ کرنا بڑی بات ہے لیکن اس سے بھی زیادہ بڑی بات یہ ہے کہ یہ سب کچھ وہ جس اسلوب سے اپنے قاری تک پہنچاتے ہیں اس کی بے تکلف سجاوٹ رہ رہ کر دلوں کو کھینچتی ہے اور اس کا بنیادی سبب یہ ہے کہ مجروحؔ کا احساس ان کے شاعرانہ حسن بیان کے ساتھ پوری طرح ہم آہنگ ہے، افراط وتفریط کے بغیر، اور یہ وہ خصوصیت ہے جو مجروحؔ کو موجودہ دور کے تمام غزل گوشعرا سے ممتاز کرتی ہے۔

رفعت سروش

''مجروح سلطان پوری''
کچھ یادیں

میں اکیلا ہی چلا تھا جانب منزل، مگر
لوگ ساتھ آتے گئے اور کارواں بنتا گیا
دہر میں مجروحؔ کوئی جاوداں مضموں کہاں
میں جسے چھوتا گیا وہ جاوداں بنتا گیا

ستون دار پہ رکھتے چلو سروں کے چراغ
جہاں تلک یہ ستم کی سیاہ رات چلے

مجھے سہل ہو گئیں منزلیں کہ ہوا کے رخ بھی بدل گئے
ترا ہاتھ ہاتھ میں آ گیا تو چراغ راہ میں جل گئے

اُردو غزل کے سینکڑوں سال کے انمول سرمائے میں ایسے بلیغ اشعار کا اضافہ کرنے والا شاعر، شعوری طور پر غزل کو ترقی پسند تحریک سے ہم آہنگ کرنے والا شاعر اور زندگی کے گرم و سرد کا مردانہ وار مقابلہ کرنے والا شاعر مجروحؔ سلطانپوری بھی دنیا سے اٹھ گیا اور سوگوار کر گیا اپنے ہزاروں لاکھوں شائقین کو اور سونی کر گیا اُردو غزل کی فضا کو ۲۴ اور ۲۵

مئی کی درمیانی شب میں اس شاعر نے آخری سانس لی، کبھی جس کا نفس نفس نغمہ تھا اور جس کی آواز میں لحن داؤدی' سرایت کر گئی تھی۔

ذہن ماضی کے نہاں خانوں میں جاتا ہے اور مجھے یاد آ رہے ہیں بہت سے ایسے لمحے جو مجروحؔ کی ہم نفسی اور رفاقت میں گزرے۔ اوائل ۱۹۴۵ء کی کوئی شام اردو بازار (دہلی) میں مولانا سمیع اللہ قاسمی کے کتب خانہ عزیزیہ کے باہر رکھی ہوئی لکڑی کی وہ بنچیں جن پر ہندوستان کے سینکڑوں علماء' شعرا' دانش ور' فقیر اور تونگر بیٹھے ہوں گے۔ میں اپنی قیام گاہ واقع گلی خانِ خاناں (اُردو بازار) سے نکلا اور حسب معمول ٹہلتا ٹہلتا کتب خانہ عزیزیہ پہنچا۔ یہاں مولانا سمیع اللہ قاسمی کی باغ و بہار شخصیت ہر شخص کا استقبال کرتی تھی۔

ایک بنچ پر ایک خوش شکل اور خوش لباس (شیروانی میں ملبوس) نوجوان کو بیٹھے دیکھا' مولانا نے تعارف کرایا' یہ ہیں مجروحؔ سلطانپوری۔ میں نے مجروحؔ کا نام مشاعروں کے حوالوں سے سنا تھا۔ انہی دنوں میلہ نوچندی (میرٹھ) میں ایک طرحی مشاعرہ ہوا تھا' ردیف تھی ''آ ہی گیا'' میں خود تو اس مشاعرے میں شریک نہ تھا مگر سنا تھا کہ کامیاب شاعروں میں مجروحؔ بھی تھے۔ میں نے بڑھ کر ہاتھ ملایا۔ مولانا نے میرا تعارف بھی بحیثیت شاعر کے کرایا۔ میں نے اپنی نظم ''مداوا'' سنائی اور مجروحؔ نے وہ غزل جس کا مشہور مصرعہ ہے۔

''رقص کرنا ہے تو پھر پاؤں کی زنجیر نہ دیکھ'' اور وہ خوبصورت گیت جس کا مصرعہ ہے۔

''کیا کہیے مجھے کیا یاد آیا''

مجروحؔ کا ترنم بے مثال تھا۔ ان دنوں شکیل بدایونی اور نخشب جارچوی (مجازؔ اور جذبیؔ کے علاوہ) مشاعروں کے مقبول شعرا تھے۔ مجروحؔ کا ترنم بہت پرسوز اور ''پرسکون'' تھا۔ پرسکون میں نے اس لئے کہا کہ ساغرؔ نظامی اور مجازؔ کا ترنم نہایت رواں دواں تھا۔ جیسے تیز رو دریا ہو شعر و نغمہ کا۔ اس وقت تک مجروحؔ کا کلام صف اول کے ادبی رسائل میں نظر نہیں آتا تھا۔ مجھ سے کہنے لگے کہ رسائل میں چھپنے کے لئے ایسی نظمیں ہونی چاہئیں جیسی آپ کی ہے۔ (ان دنوں میری نظمیں ہمایوں' ادبی دنیا' شاہکار وغیرہ لاہور کے ادبی رسالوں میں پابندی سے شائع ہوتی تھیں)۔

یہ تھی مجروحؔ سلطانپوری سے میری پہلی ملاقات۔ ایک خوبصورت شام مجروحؔ کی غزل اور گیت کے ساتھ گزاری۔

اس زمانے کے ابھرتے ہوئے اور مترنم غزل گو شعرا کو جگرؔ مرادآبادی کی سرپرستی حاصل تھی۔ چاہے شکیلؔ ہوں یا رازؔ مرادآبادی یا خمارؔ یا مجروحؔ۔ یا بعد میں شمیم جے پوری۔ جگرؔ صاحب اپنے ساتھ نوجوان شعرا کو مشاعروں میں لے جاتے تھے۔ ممبئی میں پنجاب مسلم ایسوسی ایشن کے سالانہ مشاعرے اقبال ڈے کے موقعوں پر ہوتے تھے۔ ایسے ہی ایک مشاعرے میں ایک سال خمارؔ بارہ بنکوی پہنچے اور کاردار فلم پروڈکشنز میں ملازم ہو گئے۔ اگلے سال مجروحؔ سلطانپوری پہنچے اور وہ بھی کاردار صاحب کی فلم کمپنی میں ملازم ہو گئے۔ کاردار کی مشہور فلم ''شاہجہاں'' میں ان دونوں شعرا کا کلام ہے۔ مجروحؔ کی ممبئی کی آمد کے بارے میں سید سجاد ظہیر (بنے بھائی) نے اپنی خودنوشت نما کتاب ''روشنائی'' میں لکھا ہے کہ مجروحؔ سلطانپوری جگرؔ صاحب کے ساتھ لگے لگے ممبئی آئے، ترقی پسندوں سے ملے اور پھر ترقی پسند مصنفین کے لیڈروں میں شامل ہو گئے۔

مجروحؔ کی عملی وابستگی انجمن ترقی پسند مصنفین سے شروع شروع میں بالکل نہیں تھی۔ وہ ترقی پسند مصنفین کی دو کانفرنسوں میں حیدرآباد اور رائے پور میں تھے ہی نہیں (حالاں کہ ان دنوں ممبئی میں موجود تھے) پھر بنے بھائی کے گھر پر انجمن کی ہفتہ واری نشستوں میں آنے لگے۔ جب وہ پہلی بار نشست میں آئے تو انہوں نے وہ غزل پڑھی تھی جس کی زمین ہے ''شمع سرخ کا پروانہ برسوں سے'' میں اس امر کا عینی شاہد ہوں کہ میٹنگ کے بعد الگ لے جا کر مجروحؔ نے سردار جعفری صاحب سے کہا کہ اگر آپ مناسب سمجھیں تو اس غزل کو ''نیا ادب'' میں شائع کر دیں۔ سردار نے بخوشی شائع کرنے کی حامی بھری اور پھر ان کا کلام ''نیا ادب'' میں چھپنے لگا۔ اور وہ آہستہ آہستہ انجمن کے سرگرم رکن بن گئے اور تنقیدی گفتگو میں حصہ لینے لگے۔ وہ غزل کے کٹر حامی تھے۔ چنانچہ ایک بار سید ذوالفقار علی بخاری کی تجویز پر غزل اور نظم پر انجمن کی ایک نشست میں ''مناظرہ نما'' ہوا۔ اس مناظرے میں غزل کی صدق دل سے موافقت کی مجروحؔ نے اور اسی شد و مد سے مخالفت

کی اختر الایمان نے۔

ان دنوں مدن پورے (ممبئ) کے ایک علاقے منگلی کدوری میں انقلابی مشاعرے ہوا کرتے تھے۔ ان مشاعروں کا ذکر بنے بھائی کی کتاب ''روشنائی'' میں موجود ہے۔ انہوں نے لکھا ہے کہ ان مشاعروں میں سردار جعفری، کیفی اعظمی، رفعت سروش اور نیاز حیدر پابندی سے شریک ہوتے تھے۔ بعد میں مجروح سلطانپوری بھی حصہ لینے لگے تھے۔

غرض مجروح کی وابستگی انجمن ترقی پسند مصنفین سے بڑھتی گئی۔ انہوں نے اپنے خوبصورت روایتی انداز کو چھوڑ کر غزل میں ایسے اشعار نکالے جو اگرچہ فنی طور پر غزل کا منہ چراتے تھے مگر ان دنوں ان کی شہرت انہی اشعار کے حوالے سے ہوئی۔

آنکل کے باہر اب دوزخی کے خانے سے
کام چل نہیں سکتا اب کسی بہانے سے

اہل دل اگائیں گے کھیت میں مہ و انجم
اب گہر سبک ہو گا ایک خوکے دانے سے

امن کا جھنڈا اس دھرتی پر کس نے کہا لہرانے نہ پائے
ہے یہ کوئی ہٹلر کا چیلا مارے ساتھی جانے نہ پائے

اور اس غزل میں ایک شعر جو اس وقت حافظے میں محفوظ نہیں ہے۔ اس کے پہلے مصرعے کی شان ان الفاظ پر ٹوٹتی ہے۔''واہ رے جے پرکاش نرائن''۔ اتفاق سے یہی وہ غزل ہے جو انہوں نے پروفیسر سامری کے مشاعرے واقع بلاسس روڈ (ممبئ) میں مائیکروفون کے استعمال کے وقت کی مقررہ حد رات کے گیارہ بجے کے بعد) پولیس کی پابندی کو توڑتے ہوئے پڑھی اور جس کے باعث ان کی گرفتاری کا وارنٹ جاری ہو گیا اور اسی جگہ نیاز حیدر نے اپنی نظم ''رقص بغاوت'' پڑھی اور وہ مشاعرہ گاہ میں ہی پولیس کے ہتھے چڑھ گئے اور کئی ماہ جیل میں رہے۔

مجروح بہت دن تک انڈر گراؤنڈ رہے، آخر تقریباً دس گیارہ ماہ بعد ناگپاڑے

(ممبئی) کے ایک مشاعرے میں انہوں نے شرکت کی اور مشاعرے کے فوراً بعد سی آئی ڈی انسپکٹر شیخ نے ان کو گرفتار کرتے ہوئے کہا

ترا ہاتھ ہاتھ میں آ گیا تو چراغ راہ میں جل گئے

مجروحؔ نے کئی ماہ جیل کاٹی اور اس زمانے میں ان کی پریشانیاں اس قدر بڑھ گئی تھیں کہ انہوں نے اپنی نئی شادی شدہ بیگم کو بہ طور امداد کچھ روپے بھیجنے کے لئے اپنے کچھ دوستوں کی لسٹ بھیجی جس پر راقم الحروف کا نام بھی شامل تھا۔ اس مصیبت کے وقت میں راجندر سنگھ بیدی نے بڑی فیاضی کا ثبوت دیا اور کہا کہ جب تک مجروحؔ رہا نہیں ہوتے ان کے اخراجات میرے ذمے۔ بیدی کو فلموں میں خاصا کام ملنے لگا تھا۔

یہ دور ممبئی کے ترقی پسند مصنفین کے لئے سخت آزمائش کا دور تھا۔ مجروحؔ کی گرفتاری کے کچھ دن بعد ایک دن پولیس سردار جعفری کو ان کے گھر سے پکڑ کر لے گئی۔ ظ انصاری اور بلراج ساہنی بھی گرفتار ہو گئے۔ یہ دونوں کچھ دن بعد مشروط طور پر رہا کر دیئے گئے تھے' مگر رہائی کے بعد ان کا تزکیہ نفس ہو چکا تھا۔ بلراج ساہنی ''اپٹا'' کی سرگرمیوں سے الگ ہو کر فلم میں جا پہنچے اور ظ انصاری 'نیا زمانہ' سے 'انقلاب' کی طرف مراجعت کر گئے۔ تقریباً یہی وہ زمانہ ہے جب مجھے ہوش آیا کہ انقلابی مشاعروں سے باز آ جاؤں۔ پھر بنے بھائی کی بات یاد آتی ہے۔ 'روشنائی' میں انہوں نے لکھا ہے کہ رفعت سروش اپنی ریڈیو کی نوکری کو خطرے میں ڈال کر انجمن کے جلسوں میں آتے تھے۔ وہ زمانہ تھا آزادی سے پہلے کا اور آزادی کے کچھ دن بعد بائیں بازو پر سخت حملہ تھا۔ مجھے میرے ایک دوست نے بتایا کہ تمہاری گرفتاری کے بھی دن آ رہے ہیں۔ تمہاری نظمیں 'انقلاب روس کی تیسویں سالگرہ پر' اور 'ہڑتال' تمہارے فائل میں بالکل اوپر لگی ہوئی ہیں۔ یہ دونوں گرم اور سرخ نظمیں 'مجاز' میں شائع ہوئی تھیں جو کمیونسٹ پارٹی کا ترجمان تھا۔ 'چراغ' حیدر آباد اور 'شاہراہ' (دہلی) میں میری دو مطبوعہ نظمیں گرفت میں آ چکی تھیں اور میں نے ان دنوں بہت ایسی نظمیں بھی کہی تھیں اور جلسوں میں پڑھی تھیں جو خوف فساد خلق سے غیر مطبوعہ رہ گئیں اب اس کو مصلحت پسندی کہیے' دوراندیشی کہیے یا بزدلی کہ میں نے جب دیکھا کہ گرفتاروں کے

ساتھ کوئی خاص ہمدردی نہیں ہوتی ہے ہم نفسوں کو، تو میں نے دھیرے دھیرے اپنی روش بدلی۔ ڈائرکٹ نظمیں کہنا بند کیں اور جلسوں میں شرکت پر بھی احتیاط کی۔ بس یہی وجہ ہے کہ میں بھوپال، بھیمڑی اور کلکتہ کی کانفرنسوں میں شریک نہیں ہوا۔ ورنہ ایک زمانہ تھا کہ میری اکثر شامیں کمیونسٹ پارٹی کے دفتر میں گزرتی تھی اور اسی جھکاؤ کو دیکھتے ہوئے مجھ سے ایک بار سلطانہ بیگم نے کہا تھا کہ تم پارٹی کے ممبر کیوں نہیں بن جاتے اور میں نے جواب میں کہا تھا کہ میں اتنا 'ڈسپلن' برداشت نہیں کرسکتا۔

اس پس منظر کی روشنی میں اگر جائزہ لیا جائے تو مجروحؔ سلطانپوری کا یہ عمل دانش مندانہ تھا کہ وہ رہائی کے بعد فکر معاش میں گرفتار ہو گئے اب انہیں فلموں میں اپنا مقام حاصل کرنے کے لئے شدید جدوجہد سے دوچار ہونا پڑا۔ فلمی شاعری کا منظرنامہ یہ تھا کہ نوشاد تو صرف شکیل بدایونی سے گانے لکھواتے تھے اور ایس ڈی برمن صرف ساحرؔ لدھیانوی سے۔ نخشب جارچوی کا اپنا مارکیٹ تھا۔ وہ تو شاعر سے فلم ساز بن گئے تھے۔ مجروحؔ کو زیادہ سہارا ملا او پی نیر سے اور ان کی فلمی کامیابی کی ضمانت ہیں ''سی اے ٹی کیٹ' کیٹ معنی بلی' اور 'کبھی آر کبھی پار لگا تیر نظر' جیسے گانے بہرحال مجروحؔ نے فلمی شاعری میں اپنا مقام بنالیا۔ یہ ایک طویل داستان ہے اور اس داستان کا آخری سرا یہ ہے کہ انہیں دادا صاحب پھالکے ایوارڈ سے نوازا گیا جو ہندوستانی فلم انڈسٹری کا سب سے بڑا اعزاز ہے۔

ادب سے ان کی غیر حاضری تاریخ میں درج ہے۔ سجاد ظہیر صاحب نے پاکستان سے واپس آنے کے بعد شب افسانہ و مشاعرہ' کا ایک سلسلہ شروع کیا تھا جس میں ممبئی کے بہت سے اہم ادیبوں نے شرکت کی۔ ان جلسوں میں مجروحؔ کہیں نظر نہیں آئے......

شب افسانہ و مشاعرہ' پروگرام ۱۹۶۰ء کے آس پاس دہلی کے ٹاؤن ہال میں منعقد ہوا تھا۔ اس پروگرام میں ساحرؔ لدھیانوی' جاں نثار اختر' راجندر سنگھ بیدی' عصمت چغتائی' پرکاش پنڈت' انور عظیم' فراق گورکھپوری' راقم الحروف اور واجدہ تبسم وغیرہ شامل تھے۔ اس پروگرام میں مجروحؔ سلطانپوری نہیں آئے تھے۔ یہی وہ تاریخی جلسہ تھا جس میں واجدہ تبسم نے

اپنے افسانہ کے بجائے فلم مغل اعظم کی نعت ترنم سے پڑھنی شروع کر دی تھی اور سجاد ظہیر حیرت سے جاں نثار اختر کو دیکھ رہے تھے کہ کس کا نام تجویز کیا تم نے اور یہی وہ ہنگامہ خیز جلسہ تھا جس میں فراقؔ گورکھپوری نے شدید مذمت کرتے ہوئے کہا تھا کہ ایسا دنیا کے کسی ادب میں نہیں ہوا کہ افسانے یوں سر جلسہ پڑھے گئے ہوں اور کچھ مخالفین نے اس تقریر کا فائدہ اٹھاتے ہوئے جلسہ میں کرسیوں کا کھیل شروع کر دیا تھا۔

پھر ایک اور اسی طرح کا بڑا جلسہ آگرہ میں منعقد کیا گیا تھا جس میں خواجہ احمد عباس، ساحر لدھیانوی تو ممبئی سے آئے تھے۔ مگر مجروح نے یہ کہہ کر (بہ قول سجاد ظہیر) معذرت کر لی تھی کہ ممبئی سے ذرا ہٹنے پر میرے مارکیٹ پر اثر پڑنے کا اندیشہ ہے۔ شب افسانہ و مشاعرہ، پروگرام دراصل پارٹی کے غیر سرکاری اخبار کی مالی امداد کے لئے منعقد کئے جاتے تھے اور ان کے انعقاد میں ہمدردان پارٹی ہاتھ بٹاتے تھے۔ ان لوگوں سے بنے بھائی امدادی رقم ایڈوانس لے لیتے تھے اور اپنے اثر ورسوخ کی بنا پر ادیبوں اور شاعروں کو اس شرط پر مدعو کرتے تھے کہ وہ شرکت کا معاوضہ نہیں لیں گے۔

غرض مجروحؔ سلطانپوری آہستہ آہستہ انجمن ترقی پسند مصنفین سے عملی طور پر دور ہوتے چلے گئے اور خود انجمن بھی بہت کم فعال رہ گئی۔ نام کو اب بھی ہے مگر اس طرح جیسے ایک ماہر غوطہ خور کبھی کبھی تہ دریا سے سطح آب پر آ جائے اور پھر غوطہ زن ہو جائے۔

مجروحؔ سلطانپوری ان خوش نصیب شعرا میں سے ہیں جنھوں نے کم سے کم کہا اور زیادہ سے زیادہ شہرت حاصل کی۔ فلمی دنیا کے رنگ ڈھنگ بدلنے لگے تو اس چیختی چنگھاڑتی دنیا میں ''طوطی مجروح'' کی ضرورت کم ہونے لگی اور انہوں نے پھر ادبی دنیا کی طرف سبقت کی۔ وہ واپس آئے اپنی ایک نظم ''قلم گوید'' کے ساتھ، مگر اب زمانہ بہت آگے نکل چکا تھا۔ انہوں نے کچھ دن فیض احمد فیضؔ کی غزل اور اپنی غزل گوئی کے مابین مکالمہ چھیڑا۔ مگر ادب و شعر کی دنیا میں ایسے مکالمے اور مناظرے بے سود ثابت ہوتے ہیں۔ آسمان ادب میں ہر ستارے کی اپنی جگہ ہوتی ہے۔ فیضؔ فیضؔ ہی رہے اور مجروحؔ مجروحؔ۔ مجروحؔ نے اپنے پرانے سرمایہ غزل میں بہت کم اضافہ کیا اور ان کی شہرت کا

ضامن ان کا نوجوانی کا کلام ہی ہے۔ چند سال پیشتر انہیں غالب ایوارڈ اور اُردو کا سب سے بڑا انعام اقبال سمان بھی پیش کیا گیا اور آخر دم تک وہ شہرت کی بلند ترین چوٹی پر متمکن رہے اور ان کی اس شہرت کو سیاسی جوڑ توڑ اور کتر بیونت کا کوئی دخل نہیں۔ وہ ایک کھرے انسان اور کھرے شاعر تھے، کینہ پروری، بغض و حسد، غیبت اور اس طرح کی دوسری خباثتوں سے ان کا ذہن پاک تھا۔ وہ اپنے کام سے کام رکھتے تھے انہوں نے طویل عمر پائی اور آخر وقت تک کام کرتے رہے۔

میری ان کی آخری ملاقات بھوپال میں اقبال سمان کے مشاورتی جلسے میں ہوئی تھی۔ اس سال ہم لوگوں نے معین احسن جذبیؔ کو اقبال سمان کے لئے منتخب کیا تھا۔ مجروحؔ نے میری تجویز کی تائید کرتے ہوئے کہا تھا کہ میرے ذہن میں اور بھی کئی نام تھے مگر اب جذبیؔ صاحب کا نام آیا ہے تو میں پرزور تائید کرتا ہوں اور محسوس کرتا ہوں کہ یہ سمان انہیں مجھ سے پہلے مل جانا چاہیے تھا۔ جذبیؔ کی عظمت کا اعتراف مجروحؔ کی فراخ دلی اور روشن خیالی کی دلیل تھا۔ مجروحؔ کے انتقال کی خبر سن کر ایسا محسوس ہو رہا ہے کہ اُردو شاعری کا ایک اہم ستون گر گیا۔ وہ بیسویں صدی کی اہم آواز کی حیثیت سے تاریخ ادب کے ایوان میں ہمیشہ زندہ رہیں گے اور اپنے اس شعر کی تفسیر بنے رہیں گے؟

سر پر ہوائے ظلم چلے سو جتن کے ساتھ
اپنی کلاہ کج ہے اسی بانکپن کے ساتھ

ڈاکٹر سید معصوم رضا

مجروحؔ سلطانپوری
ایک منفرد اسلوب کا شاعر

کسی بھی شاعر کی پرکھ اور پہچان اس کی شعری تخلیقات یا کلام سے کی جاتی ہے اور کلام کو پرکھنے کا جو عام معیار ہے وہ اُردو شاعری کے ابتدائی دور سے لے کر دور حاضر تک کچھ ترمیم و اضافے کے بعد تقریباً آج بھی ٹھیک ویسا ہی ہے جیسا کہ ابتدائی دور میں تھا۔ کسی اچھے شاعر کے لئے حالیؔ نے مقدمہ شعر و شاعری میں جو کچھ بھی لکھا ہو لیکن عام طور پر یہ پیمانہ ہوتا ہے کہ انداز بیان، فصاحت و بلاغت، نزاکت زبان، شعری جمالیات اور غنائیت کو مخصوص انداز میں مسجع و مقفیٰ پابندیوں کا خاص خیال رکھتے ہوئے اس طرح پیش کیا جائے کہ اس کی دل کشی قاری کو دانتوں تلے انگلی دبانے پر مجبور کر دے وہ عموماً بہترین اشعار ہوں گے اور ان کا خالق بھی بے شک اچھا شاعر ہو گا۔ اشعار ایسے ہوں جو عام فہم بھی ہوں اور زبان زد بھی۔ یعنی ایسے اشعار جن کی کشش عام قاری کو اپنی زلف گرہ گیر کا اسیر کر لے اور اپنا گرویدہ بنا لے یقیناً ایسے کلام عمدہ اور اعلیٰ شاعری کے ترجمان ہوں گے اور صاحب کلام کو بہترین شاعر گردانا جائے گا۔ میری سمجھ سے اُردو شعر و شاعری کے اعلیٰ اور بلند معیار یا بہترین ہونے کے لئے شعر جس حسن اور فنکاری کی ضرورت ہوتی ہے وہ تمام خوبیاں مجروحؔ سلطان پوری کے کلام میں بخوبی ہیں جس کا اندازہ مجروحؔ کی شاعری

سے روبرو ہونے سے ہوتا ہے۔

بیسویں صدی میں اُردو شاعری کے افق پر جو چاند ستارے جگمگائے ان میں ایک نام مجروحؔ سلطانپوری کا بھی ہے۔ مجروح سلطانپوری نے اپنی شاعری کے شروعاتی دور میں ہی اپنے کلام کا لوہا منوا لیا۔ وہ ترقی پسند مصنفین کی انجمن میں شامل رہے جس سے ان کی پہچان اُردو میں بطور ترقی پسند شاعر کے بھی کی جانے لگی۔ مجروحؔ، جانثار اختر، اختر الایمان، علی سردار جعفری، ساحرؔ لدھیانوی اور کیفی اعظمی کے ساتھ ساتھ اُردو شاعری سے وابستہ رہے اور انہیں مقبولیت بھی حاصل ہوئی۔ مجروحؔ کا اصل نام اسرار حسن خاں (ولد محمد حسین خاں) تھا۔ آباواجداد کا وطن اعظم گڑھ کے قصبہ نظام آباد میں تھا لیکن بعد میں سکونت ہی سلطانپور منتقل ہوگئی اور رفتہ رفتہ مجروحؔ سلطانپور کی پہچان بن گئے۔ ابتدائی تعلیم میں عربی اور فارسی سے واسطہ رہا۔ مجروحؔ پیشے سے حکیم تھے لیکن اس پیشہ کو ترک کر دیا۔ ابتدائی دور میں ہی شعر و شاعری کا شوق پیدا ہوگیا۔ مشاعرے میں شرکت کرتے اور مشاعرہ لوٹ لیتے کیوں کہ ان کے کلام میں اثر تھا اور ان کی آواز میں وہ جادو تھا کہ سامعین ان کا کلام ترنم کے ساتھ سن کر عش عش کرنے لگتے۔ شعر و شاعری ان کے مزاج میں رچ بس گئی تھی۔ خوش گلو ہونے کے سبب مشاعروں میں شہرت کا سلسلہ بڑھتا گیا۔ ۱۹۴۵ء میں ایک مشاعرے میں شرکت کے لئے ممبئی اور پھر وہیں کے ہوکر رہ گئے۔ فلموں میں بطور نغمہ نگار ان کی شہرت دن دوگنی رات چوگنی بڑھتی گئی لیکن کبھی بھی مجروحؔ نے شاعری کے معیار کے ساتھ کوئی سمجھوتہ نہیں کیا۔ یہی وجہ ہے کہ وہ فلموں میں بطور نغمہ نگار جانے جاتے تھے تو اُردو زبان و ادب میں ان کا شمار ترقی پسند تحریک کے علمبردار شعرا میں ہوتا ہے۔ مجروحؔ سلطانپوری ساری زندگی فلم اور ادب دونوں سے وابستہ رہے۔

جہاں مجروحؔ بطور نغمہ نگار فلم انڈسٹری کے سب سے بڑے ایوارڈ ''دادا صاحب پھالکے'' سے نوازے گئے وہیں اُردو شعر و شاعری سے وابستگی کے طور پر انہیں غالب ایوارڈ، اور ''اقبال سمان ایوارڈ'' وغیرہ سے بھی نوازا گیا۔ مجروحؔ فلمی حلقوں میں کافی مقبول تھے لیکن اُردو ادب میں انہیں یا ان کی شاعری کو وہ حیثیت حاصل نہ ہوسکی جس کے وہ حقدار

تھے جس کی واحد وجہ یہ ہے کہ ہندی فلموں کو اُردو میں ''شجر ممنوعہ'' کی حیثیت حاصل ہے اس سے وابستہ تمام حضرات کو بغیر کسی منطقی دلائل کے کوتاہ قد تصور کرلیا جاتا ہے۔ اسی اجتناب اور خشک رویے کی ترجمانی مجروحؔ کا وہ مشہور و مقبول شعر کرتا ہے جس میں انہوں نے شروع میں یہ کہا تھا کہ

میں اکیلا ہی چلا تھا جانب منزل مگر
غیر ساتھ آتے گئے اور کارواں بنتا گیا

مجروحؔ نے قصداً اور ارادتاً لفظ ''غیر'' کا استعمال کیا جس کو وہ بذات خود درست مانتے تھے لیکن اُردو والوں نے اس پر اعتراضات کئے اور اس شعر کو بدلنے کی پوری کوشش کی گئی تاکہ غیر کے استعمال سے مجروحؔ نے اجنبیت کی جو مہر ثبت کردی ہے اس سے پیچھا چھوٹ سکے۔ کافی اصرار کے بعد اس لفظ 'غیر' کو تبدیل کیا گیا جواب 'لوگ' کے طور پر مستعمل ہے یعنی ''لوگ ساتھ آتے گئے اور کارواں بنتا گیا''۔ یہ بات قابل غور ہے کہ اس دور میں بھی مجروحؔ کو اس بات کا احساس تھا کہ اُردو والوں کا ان کے ساتھ کیا رویہ ہے جب کہ مجروحؔ کا یہ شعر کم و بیش ہر اُردو والا اپنی فصاحت و بلاغت کا لوہا منوانے اور اپنی شان بڑھاتے کے طور پر گاہے بہ گاہے بات چیت کے دوران اور خاص طور پر تقریر میں یا کسی تحریک کے بانی کی حیثیت سے دہراتا ہی رہتا ہے۔ مجروحؔ نے اُردو شاعری کی آبرو کو برقرار رکھا۔ مجروحؔ اس دور میں بھی غزل کی پیروی کرتے رہے جب لوگوں نے غزل کی گردن زدنی کا فتویٰ صادر کر دیا تھا یعنی غزل کو نیم وحشی صنف سخن یا غیر معیاری صنف سخن کہہ کر نظموں پر توجہ مرکوز کرائی جا رہی تھی۔ اس دور میں بھی مجروحؔ نے غزل کی حمایت میں علم بلند کیا۔ مجروحؔ نے اُردو غزل کو اسی نزاکت، حسن اور بانکپن کے ساتھ اُردو شاعری میں زندہ رکھا۔ مجروحؔ نے اپنے مجموعہ کلام کا نام بھی ''غزل'' رکھا۔ یہ تمام خدمات اُردو شاعری کی وکالت کرتی ہیں۔ مجروحؔ نے یوں تو گیت، قوالی، نعت، منقبت اور حمد وغیرہ میں بھی طبع آزمائی کی لیکن غزل ان کی مرغوب ترین صنف سخن تھی جس میں وہ اپنے کمالات کے جوہر دکھاتے رہے۔ ان کی غزلوں میں سامراجیت کی مخالفت کا اعلان بھی

ہے اور ساتھ ہی ساتھ رنگ تغزل بھی ہے ملاحظہ ہوں یہ اشعار

ہشیار سامراج کہ زنجیر ایشیا
ٹوٹے گی تیرے سلسلہ جان وتن کے ساتھ
بھڑکی ہوئی یہ آگ مرے لالہ زار کی
پھونکے گی تجھ کو خون بھرے پیرہن کے ساتھ

مجروحؔ کی مشہور غزل جس کا ایک شعر جو اعتراضات کے بعد بھی مقبول خاص و عام رہا اس کے دوسرے اشعار بھی ایسے ہیں جس کو پڑھ کر قاری مجروحؔ کی فکر و آہنگ، اظہار بیان اور قادر الکلامی سے مرعوب ہو جاتا ہے۔ ملاحظہ ہوں چند اشعار

رفتہ رفتہ منقلب ہوتی رہ گئی رسم چمن
دھیرے دھیرے نغمہ دل بھی فغاں بنتا گیا
جس طرف بھی چل پڑے ہم آبلہ پایان شوق
خار سے گل اور گل سے گلستاں بنتا گیا
شرح غم تو مختصر ہوتی گئی اس کے حضور
لفظ جو منہ سے نہ نکلا داستاں بنتا گیا
دہر میں مجروح کوئی جاوداں مضموں کہاں
میں جسے چھوتا گیا وہ جاوداں بنتا گیا

اس کے علاوہ بھی ان کی ہر غزل اپنی مثال آپ ہے۔ مجروحؔ غزل میں اتنے رچ بس گئے تھے کہ جب بھی کوئی غزل کہتے تو اس میں نزاکت کلام، شیرینی، لب و لہجے کا بانکپن اور زبان و بیان کی عمدگی صاف جھلکتی تھی۔ ان کی غزلوں کی یہی خصوصیات اسے زبان زدِ خاص و عام کر دیتی تھی۔ مجروحؔ کی غزلوں میں اپنے عہد کی عکاسی کے ساتھ ساتھ سماج کا درد و کرب بھی پنہاں ہوتا ہے۔ ان کی غزلوں میں ہلکا ہلکا طنز بھی ہوتا ہے جس سے ایک ٹیس سی اٹھتی ہے۔ لیکن ان سب کے باوجود پیرایہ بیان ایسا موثر اختیار کرتے ہیں کہ بات دل میں گھر کئے بغیر نہیں رہتی۔ ملاحظہ ہوں یہ اشعار

ہم تو پائے جاناں پر کر بھی آئے اک سجدہ
سوچتی رہی دنیا کفر ہے کہ ایماں ہے
اپنی اپنی ہمت ہے اپنا اپنا دل مجروح
زندگی بھی ارزاں ہے موت بھی فراواں ہے

یا پھر دوسری غزل کے دو شعر اور ملاحظہ ہوں:

تاریکیوں کی طرح سے مغرب میں لے پناہ
مشرق سے بھاگ صبح کی پہلی کرن کے ساتھ
مجروح قافلے کی میرے داستاں یہ ہے
رہبر نے مل کے لوٹ لیا راہزن کے ساتھ

مجروحؔ سلطانپوری نے ہندوستان پر چینی حملے اور پنچ شیل سمجھوتے کے عہد و پیاں کو توڑنے پر ایک نظم ''چین کی پیاں شکنی کے نام'' لکھی جس کے چند اشعار ملاحظہ ہوں

دشت پر خوں کو کف دست نگاراں سمجھے
قتل گہہ تھی جسے ہم محفلاں یاراں سمجھے
کچھ بھی دامن میں نہیں خار ملامت کے سوا
اے جنوں ہم بھی کسے کوئے بہاراں سمجھے
توڑ دیں ہم جو نہ تلوار کو کہیے مجروحؔ
تیغ زن کیا ہنر زخم شکاراں سمجھے

غزلوں اور نظموں کے علاوہ جو مجروحؔ کی شہرت کا باعث بنے وہ ان کے فلمی گانے تھے۔ مجروحؔ نے فلموں کے لئے جو گانے لکھے ہیں وہ موضوع اور مفاہیم کے اعتبار سے بہت ہی عمدہ ہوتے۔ ان کے زیادہ تر گانے مقبول عام ہوئے اور ان کی تازگی و دلکشی ہمیشہ برقرار رہے گی۔ مثلاً شام غم کی قسم آج غمگیں ہیں ہم' یا پھر' ہے اپنا دل تو آوارہ نہ جانے کس پہ آئے گا' آج پھر جینے کی تمنا ہے' تجھے کیا سناؤں اے دلربا تیرے سامنے میرا حال ہے' کیا ہوا تیرا وعدہ وہ قسم وہ ارادہ' کوئی ہمدم نہ رہا کوئی سہارا نہ رہا' اور مشہور فلم'

پاکیزہ کا یہ گیت ''انہیں لوگوں نے لے لینا دوپٹہ میرا'' وغیرہ ایسے سینکڑوں گانے ہیں جو کبھی پرانے ہی نہیں ہوں گے اور جب تک یہ تازہ ہیں مجروؔح بھی بحیثیت شاعر یاد کئے جاتے رہیں گے اور ان کی غزلیں لوگوں کو تازہ دم کرتی رہیں گی۔

مجموعی طور پر یہ کہا جا سکتا ہے کہ مجروؔح سلطانپوری نے نصف صدی سے زائد اُردو ادب کی جو خدمت کی وہ قابل ستائش ہے۔ مجروؔح نے فن اور فنکار کے معیار کو ہمیشہ بلند رکھا اور اُردو کی شان بڑھاتے رہے اور نہ کسی ستائش کی تمنا تھی نہ صلے کی پرواہ بلکہ وہ بڑی لگن اور سنجیدگی سے تمام عمر اُردو شاعری سے بڑے جوش وخروش اور سلیقہ مندی سے وابستہ رہے۔ اُردو ادب میں ان کے مجموعہ کلام جو کتابی شکل میں شائع ہو چکے ہیں ان کی ادبی حیثیت منواتے رہیں گے اور محقق ونقاد کو دعوت فکر دیتے رہیں گے۔

وارث کرمانی

مجروح مرحوم

مجروح سلطانپوری پر یہ تنقیدی مضمون نہیں بلکہ ایک دوست کا نذرانہ عقیدت ہے

تو اے بہار گریزاں کسی چمن میں رہے
مرے جنوں کی مہک تیرے پیرہن میں رہے

میری اس کی تفصیلی ملاقات صرف دوبار ہوئی ۱۹۴۲ء یا ۱۹۴۳ء میں درمیان میں نصف صدی سے زیادہ کا دھندلا دینے والا فاصلہ۔ اس دھندلکے میں کچھ اور ملاقاتوں کے چراغ جلتے بجھتے سے نظر آتے ہیں لیکن دیرپا ملاقاتیں صرف دو ہی تھیں۔ اس کا عہد شباب تھا اور میری طفلی پر شباب کی پرچھائیاں پڑنے لگی تھیں ایک صاحبہ تھیں جو مجھ سے عمر میں بڑی تھیں اور شعر وادب کا بڑا اچھا ذوق رکھتی تھیں اس زمانے میں وہ بی اے کی طالب علم تھیں۔ میں ان سے مرعوب رہتا تھا وہ میری دوستانہ تربیت بھی کرتی رہتی تھیں لیکن مجھ سے کانا پردہ بھی کرنے لگی تھیں کیونکہ پندرہ سولہ برس کی میری بھی عمر ہو چکی تھی وہ اکثر مجھے تمیز وتہذیب کی باتیں بتاتی تھیں اور اخلاقیات کا درس بھی دیا کرتی تھیں۔ ایک بار مجروح ان کے یہاں مہمان تھا۔ مجروح کو شعر کہنے اور ترنم سے سنانے کا ملکہ حاصل ہو چکا تھا وہ مردانے حصے میں چند نوجوانوں کو اپنے شعر سنا رہا تھا تو میں نے ان صاحبہ کو نیم کشادہ دروازے سے اسے جھانکتے دیکھ لیا اور مجروح بھی شاید دزدیدہ نظر سے اسے دیکھ چکا ہو۔ بہر حال میری زبان سے بے ساختہ نکل گیا اب نہ کر پردہ کہ اے پردہ نشیں دیکھ لیا' اس بیباکی کا نتیجہ یہ بھی عجیب نکلا میری سینئر دوست مجھ سے سخت خفا ہو گئیں۔ کیونکہ میں بھی اپنی قبل از وقت خوش نگاہی یا واعظوں کی زبان میں بدنگاہی سے کچھ کچھ انہیں بدظن کر چکا

تھا اور مجروح کو اس طرح جھانکنے پر میرے اندر رقابت کا ہلکا اثر آ گیا تھا۔ لیکن تعجب کی بات یہ ہے کہ مجروح کو میرے اس طرح شعر پڑھنے کی ادا ایسی پسند آئی کہ وہ میرا دوست ہو گیا اور میرے کچے پکے شعروں سے اسے دلچسپی ہو گئی اور انہیں ٹھیک کر کے مجھے دے دیتا تھا۔ ایک دو ایسی نظمیں شاید اب بھی میرے پہلے شعری مجموعہ 'نارسیدہ' میں مل جائیں باقی کو میں نے آگے چل کر مسترد کر دیا تھا۔ کچھ عرصہ بعد مجروح کو جگر صاحب نے اپنی سرپرستی میں لے کر رشید صاحب کے یہاں علی گڑھ پہنچا دیا اور میں سیر و شکار فوجداری اور مقدمہ بازی جیسے زمینداری کے مشاغل اور خاتمہ زمینداری کے تھپیڑوں سے گزر کر جب علی گڑھ پہنچا تو مجروح علی گڑھ سے ممبئی پہنچ چکا تھا اور دولت و شہرت میں نہا رہا تھا اس عرصہ میں مجروح سے سرسری ملاقاتیں رہیں لیکن ان میں کوئی قابل ذکر بات نہیں ہے۔

تفصیلی ملاقات کا دوسرا قدم تقریباً دشت زندگی کو پار کر کے ممبئی کی سرزمین پر پڑا۔ میں جشن حافظ میں شرکت کرنے ممبئی گیا ہوا تھا۔ مجروح کی پہلی جیسی امیرانہ زندگی اب نہ تھی ان کی صحت بھی کچھ خراب ہو چکی تھی دوپہر کے کھانے پر انہوں نے میری پر تکلف ضیافت کی دوسرے دن نوشاد صاحب کی کوٹھی پر ہماری چائے تھی۔ مجروح میرے ساتھ تھے۔ لکھنو کے پروفیسر ولی الحق انصاری، خمار بارہ بنکوی اور قمر گونڈوی بھی شریک محفل تھے۔ شعر و شاعری کا ماحول تھا۔ ہم سب کے ساتھ نوشاد صاحب نے بھی اپنی غزل سنائی تھی اس وقت وہ ہم سے زیادہ کمزور اور ناتواں لگ رہے تھے۔ نقاہت کے باوجود خوشدلی سے باتیں کرتے رہے ان کے غزل سنانے پر حافظ کا یہ شعر صادق آ رہا تھا۔

صبا دل بیمار وتن بے طاقت بہوا داری آں سرو خراماں بردم

جشن حافظ کی محفلیں تین چار روز تک جاری رہیں۔ فارسی اور اُردو کی ملی جلی شعر خوانی، فارسی اور اُردو میں الگ الگ تقریریں نئے اور پرانے ایرانی دوستوں سے ملاقاتیں۔ تین چار دن مجروح برابر ساتھ رہے اور جشن حافظ کے کارکنوں کی رہنمائی بھی کرتے رہے۔ ان کی نازک مزاجی وہاں دیکھنے میں آئی۔ کوئی بات ناگوار ہوتی تھی تو فوراً بگڑ جاتے تھے۔ ہماری ایک ایرانی طالب علم مہناز (نام بدلا ہوا) کے ساتھ اُردو کے ایک

بڑے معروف ادیب جو ممبئ میں رہتے تھے تصویر کھنچوا رہے تھے۔ چائے کا وقفہ تھا ہم اور مجروح بھی سیمینار کے سشن سے تھک کر ہال میں قریب ہی کھڑے باتیں کر رہے تھے۔ اس طالب علم کی نظر اتفاقاً ہم دونوں پر پڑی تو اس نے ہم دونوں سے بھی تصویر میں شامل ہونے کی درخواست کی۔ ممبئ کے معروف ادیب نے فرمایا کرمانی صاحب تو ان کے استاد ہی ہیں ڈیپارٹمنٹ میں بہت سی تصویریں ساتھ میں کھنچی ہوں گی۔ کیوں نہ ہم اہل ممبئ ساتھ میں تصویر کھچوالیں۔ مجروح نے فوراً جواب دیا ہم اہل ممبئ کس کے ساتھ تصویر کھنچوا لیں؟ کرمانی صاحب کے ساتھ یا ان صاحبزادی کے ساتھ؟ موصوف نے جواب دیا بھئ مہناز تو پہلے سے کھڑی ہیں اب جیسی آپ لوگوں کی رائے ہو۔ مجروح نے چیں بہ چیں ہو کر کہا تو پھر ٹھیک ہے۔ آپ مہناز کے ساتھ اور ہم کرمانی صاحب کے ساتھ الگ الگ تصویر کھچوالیں پھر حافظ کا یہ شعر پہلے مصرع میں تحریک کر کے وہیں فی البدیہہ سنا دیا۔

فکر ہر کس بقدر صحت اوست   تو و مہنا وماد کرمانی

آخر مہناز ہمارے پاس آ کر کھڑی ہوگئیں اور ان کے ساتھی ادیب صاحب بھی آ گئے چاروں کی تصویر یکجا کھنچ گئی۔

مجروح کی شاعری کے بارے میں اس وقت میں زیادہ تبصرہ نہ کروں گا۔ یہ کام میں پہلے ہی ایک مفصل مضمون کی صورت میں کر چکا ہوں جو تقریباً سات' آٹھ سال پہلے رسالہ 'آجکل' دہلی میں چھپ چکا ہے اور ابھی حال میں ڈاکٹر محمد فیروز کی مرتب کردہ کتاب مجروح سلطانپوری مقام اور کلام میں شامل کیا گیا ہے۔ اس وقت تو میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ میرے شاعر بننے میں مجروح کی ابتدائی زندگی کو بہت دخل رہا ہے۔ مجروح جیسا شاعر تو میں نہ بن سکا بلکہ میں کیا مجروح جیسی غزل فیض اور جذبی بھی نہ کہہ سکے پھر بھی تھوڑی سی جگہ ادب میں میرے تصرف میں بھی آ گئی ہے کیونکہ صرف غزل سارا ادب نہیں ہوتی۔ ادب میں یہ جگہ میرے بعد پھیلے گی یا آئندہ نسلیں اس سے مجھے بے دخل کر دیں گے اللہ بہتر جانتا ہے۔

بساط ادب سے مجروح کے رخصت ہونے سے سناٹا ہوگیا ہے۔ خاص طور سے مجھے

ایسا لگ رہا ہے۔ جیسے عالم غیب سے کوئی آواز مجھ تک آ رہی ہے۔

اس کا جانا نجم سحر کی خاموشی ہے

اب میرا جی چاہتا ہے کہ میں ایسے لوگوں سے ملوں جن کی شخصیت اور شاعری میں اس گل باغ سخن مل سکے' ایسے لوگ جن سے قربت وانسیت اس کے درمیان رہی ہو۔ میں کیا بتاؤں وہ کتنا اچھا تھا۔ اس کی پوشاک حسین اس کا مزاج شوقین اس کی نظر پاکباز اس کی دوستی پائیدار اس کا وعدہ معتبر اس کا جلال و جمال خسروانہ اس کا دل پریخانہ اور اس کی غزل کسی نوخیز حسینہ کے دست نگارین کی طرح حنا آلود تھی اس کی زبان خاموش ہو چکی ہے لیکن اس کے اشعار سورج کی طرح دلوں کو روشنی اور گرمی پہنچا رہے ہیں۔ صلابت کردار اور صداقت وشجاعت کی خوبیاں بڑے توازن کے ساتھ اس میں جلوہ گر تھیں۔ اسے یہ احساس تھا کہ اس کی قدر اُردو والوں نے جیسا چاہیے تھی نہ کی اور اس کی شہرت میں فلمی شاعری کو زیادہ دخل رہا۔ اسے یہ تمنا تھی کہ علمی وادبی حلقوں میں اس کی غزل کو قرار واقعی مقام حاصل ہو چنانچہ میں نے جب اس پر مضمون لکھ کر اسے فیض سے بڑا غزل گو قرار دیا تو اس نے مجھے بہت دعائیں دی تھیں اور اسے یونیورسٹی کے اکیڈمک حلقے کا پہلا اعتراف سمجھ کر اس کی بہت سی نظمیں ادبی حلقوں میں تقسیم کرائی تھیں بعض ناقدین کو میرے اس بیان پر غیر اطمینانی تھی وہ لوگ اس بات کو نظر انداز کر رہے تھے کہ میں نے فیض پر مجروح کی برتری صرف غزل کی حد تک قائم کی تھی لیکن آہستہ آہستہ ان لوگوں کو میری بات ماننی پڑی جذبی اور سردار جعفری نے مجھ سے زبانی اعتراف کیا اور اسلوب احمد انصاری نے تحریری طور پر اپنے رسالے نقد ونظر میں کھل کر یہی بات کہی ان کے الفاظ حسب ذیل ہیں۔

"لیکن نوعی اعتبار سے فیض اپنے تمام ہم عصر شعرا پر فوقیت رکھتے ہیں غزل میں البتہ ان کا درجہ مجروح سلطانپوری سے فروتر ہے"۔

مجروح نے اس تبصرہ کا ایک صفحہ فوٹو اسٹیٹ کرا کے مجھے بھیجا تھا اور مندرجہ بالا عبارت کے نیچے خط کھینچ کر حاشیے پر اپنے ہاتھ سے یہ الفاظ لکھے تھے "مگر یہ جملہ آپ کے مضمون

کے مہینوں بعد کا ہے'' ثبوت کے لئے میں مجروح کے بھیجے ہوئے ورق کی فوٹو اسٹیٹ کاپی اس مضمون کے ساتھ منسلک کررہا ہوں تا کہ یہ بھی ساتھ میں چھپ سکے۔ مجھے اس بات پر فخر اور خوشی ہے کہ میری نشاندہی پر لوگ متوجہ ہوئے اور میری تائید کی' مجروح کا ہی شعر یاد آرہا ہے۔

میں اکیلا ہی چلا تھا جانب منزل مگر
لوگ ساتھ آتے گئے اور کارواں بنتا گیا

فیض کا میں بھی قائل ہوں انہیں اپنے وقت کے چند ممتاز ترین شاعروں میں شمار کرتا ہوں لیکن مجروح کی بات ہی کچھ اور ہے وہ اپنے دور کا ممتاز ترین غزل کہنے والا تھا۔ فارسی زبان اور فارسی تہذیب سے اس نے اپنی غزل کو جس طرح سنوارا تھا وہ زبان و بیان کی حدود سے نکل کر غزل کے باطن تک پہنچ گئی تھی اسی لئے ترقی پسند جیسی زبردست تحریک بھی اس کی غزل کو متزلزل نہ کرسکی اگرچہ وہ اس تحریک میں شامل رہا تھا۔ فارسی شاعری بالخصوص فارسی غزل کی قدرشناسی اور رمزفہمی میں موجودہ دور کے گنے چنے شاعر اس کے درجہ تک پہنچ سکے ہیں راشد کے یہاں بھی فارسی زبان کا حسن اور شوکت بیان قابل تعریف ہے لیکن غزل کی جمالیات سے الگ ہے۔ مجروح نے فارسی جمالیات کی نفاست کو اپنی غزل میں اس طرح ٹرانسپلانٹ کیا کہ وہ اس کی خوشبو میں رچ بس گئی یہی اس کا خاص وصف ہے۔

بعض ناقدین کا خیال ہے کہ مجروح کا سرمایہ سخن کم رہا ہے جس کی بنا پر اس کی قدرومنزلت میں کمی رہی لیکن ادبی تاریخ اس خیال کی تردید کرتی ہے۔ انگریزی زبان کا مشہور شاعر گرے صرف اپنی ایک ELEGY کی وجہ سے زندہ ہے بلکہ بڑا شاعر مانا جاتا ہے۔ کیٹس نے چھبیس سال کی عمر میں کتنا سرمایہ سخن اکٹھا کرلیا ہوگا۔ عمرخیام کی شاعری کا حجم کیا تھا؟ صرف چند رباعیات اور خود مرزا غالب نے کون سا اُردو غزلوں کا ضخیم دیوان چھوڑا ہے۔ مجھے یقین ہے مجروح کی شاعری کا ستارہ ابھی اور روشن ہوگا اور اپنے بیشتر معاصرین جو اس سے زیادہ مقبول و مشہور رہے ہیں جیسے مجاز وغیرہ ان کے مقابلے پر اسے

زیادہ پائیدار شہرت نصیب ہوگی۔

مجروحؔ کے خطوط اکثر آتے رہتے تھے بلکہ ادھر چند سال سے میرے تاخیر سے جواب دینے پر وہ پریشان اور ناراض ہو جاتا تھا۔ افسوس ہے میں اس کے خطوط محفوظ نہ رکھ سکا ایک مضمون اتفاقاً مل گیا ہے اسے اس خط کے ساتھ منسلک کر رہا ہوں تاکہ مضمون اور خط دونوں دوستی کی یادگار بن سکیں۔

....

عزیز گرامی شمیم حنفی صاحب سلمہ اللہ العزیز

ہاں مجھے اجازت دو کہ میں 'صاحب' اور 'آپ' کہہ کر مخاطب کروں کہ بزرگی بہ عقل کا قائل ہونا جہالت کی دلیل ہے جب کہ میں کچھ ایسا جاہل بھی ہوں لہٰذا یہ کتاب یعنی میری کل کائنات جو اس ورق کے ساتھ ہے آپ کی نذر کرتا ہوں جو میری کم گوئی اور احباب کی ہمت شکنی کے باعث کوئی ضخامت نہ حاصل کرسکی لہٰذا یہ جانتے ہوئے کہ اس کے بعض اوراق ایک طبع سلیم کو بدمزہ بھی کر سکتے ہیں یا شاید پوری کتاب ہی کسی خاص رُتبے کی حامل نہ ہو جیسا کہ سلطان پور کے ڈاکٹر عبدالباری صاحب برسوں پہلے میرے کلام کو غیراہم قرار دے چکے ہیں ہوسکتا ہے دوسرے وہیں کے صاحب علم ونظر آپ بھی ہوں! ہرچہ بادا باد...... اگر میرے نزدیک اس مردود شاعری کی اہمیت کم از کم اتنی تو ہے کہ جب سارا ہندوستان' حسرت' فانی اور جگر جیسے شعرا کی (اس میں داغ اسکول کو بھی شامل جانئے) آواز میں غزل گوئی کر رہا تھا یہ ناچیز اس وقت ترقی پسندوں کے حلقے سے ایک مختلف لہجے میں اشعار کہہ رہا تھا جس کی ابتدا ۴۵ء سے ہوتی ہے جس کی پاداش میں اپنے دو بڑے اہم مربیوں جگر مراد آبادی اور رشید احمد صدیقی اور ان کے لاتعداد پیرو حضرات کے نزدیک ''غزل کو کاٹ کھانے والا'' مردود ٹھہرایا گیا کہ اب تک بالعموم حضرات کا وہی رویہ بدستور ہے اور دوسری طرف خود ترقی پسند ساتھیوں کے نزدیک کالعدم ٹھہرا کہ ان کے نزدیک خود صنف غزل ہی بے معنی تھی تو ان میں میری کیا اوقات رہی ہو گی اس کا اندازہ بخوبی لگایا جا سکتا ہے۔ سوشلزم پر میرا یقین ہی تھا جس نے مجھے اس

چبوترے سے باہر نہیں جانے دیا اور باآں ہمہ غزل پر مجھے پورا اعتماد تھا کہ جب سعدی و حافظ میر و غالب کی غزل اپنی مخصوص اشاریت کے ساتھ اپنے عہد کی ترجمانی کرتی رہی ہے تو آج کی غزل میں وہ ترجمانی کیوں نہیں کی جاسکتی اور اسی یقین نے مجھے اس وقت بھی ثابت قدم رکھا جب ۴۹ء کی بھیمڑی کی آل انڈیا ترقی پسند مصنفین کانفرنس میں ڈاکٹر علیم صاحب نے غزل کے خلاف آل انڈیا طور پر غزل کے کفن دفن کا اعلان متفقہ طور پر اپنی کامیاب تجویز کے ذریعے کر دیا اور کانفرنس ہال سے باہر نکلتے وقت مجھ سے براہ راست کہا کہ میاں یہ غزل وزل کا چکر چھوڑو کوئی اور کام کرو۔ اس وقت مجھ تنہا کی کیفیت اس حیرتی آئینے سے مختلف نہیں تھی جو جس تس کا منہ تکا کرتا ہے اس وقت اگر مجھ یکہ وتنہا کا بازو رفیقانہ طور پر کسی نے تھاما تو وہ اختر سعید خاں کی ذات تھی بہرحال میں غزل ہی پر قائم رہا اور چونکہ میرے سامنے اس وقت کوئی روایت کوئی شعری مثال نہیں تھی خود اکیلے ہی ٹھوکریں کھاتے اور سنبھلتے اپنے سفر کو جاری رکھا۔ جب کہ سنگ باری ادھر سے بھی تھی اور ادھر سے بھی۔ اس کے شاہد اگر بہت سے نہیں تو چند اب بھی مل جائیں گے مثلاً اب شمس الرحمان فاروقی، سید محمد عقیل الہ آباد اور علی گڑھ میں سید محمد مہدی یہاں محافظ حیدر (افسانہ نگار) اور خود علی سردار جعفری اور کیفی اعظمی بشرطیکہ خدا انہیں اس تائید کی جرأت دے، غرضیکہ ۴۵ء سے ۴۹ء تک اور اس کے بعد بھی میرے کتنے ہی اشعار محاوروں کی طرح مشہور تھے جن کی مثال آپ جیسے باخبر کے لئے تحصیل حاصل سے زیادہ نہیں، پاکستان میں تو ان میں سے کئی فیض کے نام مشہور ہوئے اور جیسی ہندوستانیوں کی عادت ہے پاکستانی سند کے ساتھ خود ہمارے یہاں بھی انہی کے نام سے جانے گئے، مجھے یہ کہنے میں باک نہیں کہ اس وقت غزل کی حد تک میرے سوا سبھی صاحبان کمال چپ تھے میرے ترقی پسند احباب ظاہر ہے کہ اس وقت غزل کے حق میں رطب اللسان ہوئے جب سجاد ظہیر کی تائید کے ساتھ فیض کی غزل ۵۳ء یہاں پہنچی اور میرے ان اشعار کے باوجود جو آج بھی زندہ ہیں مجھے جزوی طور پر بھی تسلیم نہیں کیا گیا کہ احباب ۴۵ء ۵۳ء تک تو غزل کو تسلیم ہی نہیں کرتے تھے اب تسلیم کرنے کے بعد میرا ذکر کرتے بھی تو کس منہ سے چنانچہ بیگانے بھی

ناخوش ہیں اور اپنے، بیگانے بیگانے سے آج بھی ہیں۔ کئی سال پہلے ڈاکٹر محمد حسن کی پہلی آواز تھی جو میرے حق میں بلند ہوئی اور اس کے بعد پھر ادھر ادھر سے بھی ہوں ہاں ہوئی مگر مجموعی رویہ آج بھی کچھ ایسا قابل ذکر نہیں ہے گویا میری شاعرانہ شہرت بھی کچھ فلمی سی رہ گئی اور اب عمر کی اس منزل ہوں کہ بقول نظیر اکبر آبادی

جو مل رہے ہو تو مل لو کہ ہم بہ نوک گیاہ
مثالِ قطرۂ شبنم رہے رہے نہ رہے

والسلام ورحمہ

مجروح

یہ خط ۳ نومبر ۱۹۹۹ء کو موصول ہوا تھا (ش۔ح)

محمد علی صدیقی

مجروح سلطانپوری

ترقی پسند غزل کے نقیب

غزل، یقینی طور پر، ایک منفرد صنف سخن ہے۔ برصغیر میں اس صنف سخن کی روز افزوں مقبولیت اور خصوصیت کے ساتھ...... آزادی کے بعد سے اُردو کے علاوہ بعض دیگر زبانوں میں بھی غزل کی جانب میلان بلکہ یورش بذات خود اس حقیقت کی غماز ہے کہ ''غزل'' اپنی مخصوص یعنی Layrical شکل میں نسبتاً زیادہ مقبول ہے۔ بعض حضرات لفظ ''مقبول'' سے اس قدر خائف ہوتے ہیں کہ اپنی مخالفت میں ان افراد کی جانب پیٹھ کر کے بیٹھ جاتے ہیں جو ''تغزل'' کی موجودگی یا مقبولیت پر اصرار کر کے ''خلاف غزل'' شاعری کے مضامین کی وسعت اور نیرنگیوں کے منکر نہیں ہو پاتے۔

مجروؔح سلطان پوری نے اس صدی کے چوتھے اور پانچویں عشرے میں ''غزل'' کی جس کلاسیکی روایت میں سیاسی رمزیت کو نغمہ بنایا ہے وہ ایک ایسا موضوع ہے جس پر وقت گزرنے کے ساتھ زیادہ معروضی انداز میں غور کرنے کی ضرورت ہے۔ مجروؔح سلطان پوری سے ایک ایسے دور میں چشم پوشی برتی گئی ہے جب غزل بادِ مخالف کے حملوں کے باوجود پامردی کے ساتھ اپنے استوانہ پر کھڑی رہی اور بطور صنف سخن سرافراز رہی۔

مجروؔح سلطان پوری نے جس ماحول میں آنکھیں کھولیں اسے ایک طرف غزل کی کلاسیکی روایت کا آخری دور کہا جا سکتا ہے تو دوسری طرف بدلتی ہوئی زندگی کی لے پر ترتیب ایک نئے شعری آہنگ اور اسلوب کی تلاش کا وقفہ بھی شمار کیا جا سکتا ہے۔ مجروح سلطان پوری نے نئے تقاضوں کی جانب تغزل ہی کے راستے سفر کیا۔ چونکہ ان کا خیال تھا کہ بعض ترقی پسند نقادوں نے نئے شعری مواد کے لئے نئے ہیتی پیکروں پر اصرار کر کے

ایک نوع کے FORMALISM ہی کی تائید کی تھی۔شاید یہ حضرات اس حقیقت سے بخوبی واقف تھے کہ غزل سے تغزل منہا کر کے سب کچھ کہا جا سکتا ہے۔ لیکن تغزل برقرار رکھتے ہوئے کھرد رے حقائق کا بیان نہ صرف بہت مشکل ہے بلکہ جان جوکھم کا کام ہے۔ اور یہ صرف اس وقت ممکن ہے جب کلاسیکی غزل کی روایت کا سماجی و معاشی اور سیاسی تاریخ کے سیاق میں مطالعہ کیا جائے۔ آزادی کی تحریک اور آزادی کے بعد کے تعمیر نو کے دور میں کلاسیکی سرمایہ کی جانب جس بے توجہی کا مظاہرہ کیا گیا ہے اور اب یہ حالت ہے کہ اس بے توجہی کے باعث کلاسیکی روایت میں گندھے ہوئے شعراء بھی بذات خود کلاسیکی شعراء کی صف میں آ کھڑے ہوئے ہیں وہ انتہائی افسوسناک ہے۔ آزادی بذات خود ایک نعمت ہے۔ بشرطیکہ یہ واقعتاً آزادی ہو۔ لیکن آزادی کا ایک مفہوم اپنی روایت کے سوتوں کی زیادہ بہتر طور پر دریافت اور نئے دور کے بدلتے ہوئے تقاضوں کی روشنی میں ''روایت'' کے زندہ عناصر کی از سرنو دریافت بھی ہے۔ کم سے کم پاکستان کی حد تک اُردو شاعروں کی فارسی روایت سے پہلو تہی کی گئی اور صرف ان علمی آثار پر توجہ مرکوز کی گئی جو معتقدات کے شعبے سے تعلق رکھتے تھے جس کی وجہ سے اب وہ کشادگی نظر مفقود ہوتی نظر آ رہی ہے جو ادب اور معتقدات کے خوبصورت آمیزہ سے پیدا ہوتی ہے۔ ہندوستان میں اُردو زبان کی صورتحال کچھ ناگزیر اور کچھ عمداً تغافل کی وجہ سے اس قدر دگرگوں ہو چکی ہے کہ اُردو کی حفاظت کا کام حکومت وسماج دشمن کی مربوط WILL کی بجائے اکادمیوں کے سپرد کر دیا گیا ہے جنھوں نے اُردو زبان کے ممکنہ خاتمہ کے نفسیاتی خوف اور اس کے سیاسی اظہار میں ایک التباس بلکہ رکاوٹ کھڑی کر دی ہے لیکن ''حقیقت اور التباس'' میں اس قدر بعد کے باوجود بھی ''غزل'' ابھی تک غزل ہے۔ مجروحؔ سلطانپوری سیاسی رمزیت کے استعاروں سے مزین نادر روزگار غزل گو ہیں۔

مجروحؔ کے یہاں کلاسیکی غزل کی علامتیں اور استعارے بعض خفیف سی تبدیلیوں کے ساتھ ایک ایسی معنوی' نفسیاتی اور لفظیاتی دنیا بساتے ہیں جس نے سیاسی رمزیت میں ڈوبی ہوئی جدید غزل کو ہم عصری صداقتوں کا پیکر بنا دیا ہے۔ ان کے کلام میں موجزن

صوفیانہ شاعری کے استعارے، ناز و نیاز، پروانہ و شمع، شاہ و گدا، دریا و قطرہ اور ساقی و مے وغیرہ ہی نہیں بلکہ طوفان، سیاہی، سفینہ، سحر، فلک، شمع، راہی، گیسو، صبح، طوفان، اسیر زنداں، زنجیر، خار، گل، گلستان، میکدہ، ساقی، شراب، جام، حرم، محتسب، صیاد، راہ، راہزن، شب اور مشعل جیسے درجنوں ایسے استعارے ملتے ہیں جو مجروؔح سلطانپوری کی مسیحا لفظی کے با وصف قارئین شاعری کے لئے زندہ علامتوں کا روپ دھار لیتے ہیں۔ مجروؔح روایتی معانیاتی نظام سے نئے عہد کی سیاسی حقیقتوں کے انشراح کا کام کچھ اس طرح لیتے ہیں کہ یوں گمان گزرتا ہے کہ مجروؔح کی شاعری کی صورت میں جو کچھ ظہور پذیر ہوا ہے وہ کلاسیکی غزل کی، ترقی پسند ادب میں حیات نو کے لئے ضروری تھا۔

ظاہر ہے غزل میں سیاسی رمزیت کی ابتداء، بذات خود کوئی اہم واقعہ نہیں۔ خواجہ منظور حسین نے اپنی تصنیف ''اُردو غزل کا روپ بہروپ'' میں اس موضوع کے ساتھ کافی انصاف کیا ہے لیکن بعض ترقی پسند نقادوں نے غزل کے بارے میں قدرے منفی رجحان کا ساتھ دیا اور بعد میں ترقی پسندانہ ETHICS کی غزل کو فیض احمد فیضؔ کے ساتھ اس قدر لازم و ملزوم قرار دیا کہ مجروؔح سلطانپوری پس پشت جاتے دکھائی دیئے۔ بلاشک و شبہ فیضؔ اور مجروؔح ترقی پسند تحریک کے دو اہم شاعر ہیں۔ لیکن فیضؔ اور مجروؔح کی شاعری کے لہجوں میں بین فرق ہے ان اشعار میں جنہیں بعض مجروؔح کے سہل نگار قارئین اور مبصرین نے فیض احمد فیضؔ کے نام موسوم کر دیا ہے۔ صرف لہجے کا فرق ہی مجروؔح اور فیضؔ کے درمیان واضح حد فاصل کھینچ دیتا ہے۔

میرے عہد میں نہیں ہے یہ نشان سر بلندی
یہ رنگے ہوئے عمامے یہ جھکی جھکی کلاہیں

حادثے اور بھی گزرے تیری الفت کے سوا
ہاں مجھے دیکھ اب مری تصویر نہ دیکھ

میں اکیلا ہی چلا تھا جانب منزل مگر
لوگ ساتھ آتے گئے اور کارواں بنتا گیا

ستون دار پہ رکھتے چلو سروں کے چراغ
جہاں تلک یہ ستم کی سیاہ رات چلے

مجروحؔ کے مندرجہ بالا اشعار ان اشعار میں سے ہیں۔ جنہیں بعض مبصرین نے فیض احمد فیضؔ کے رنگ کے اشعار گردان کر اپنی ''لغزش فہم'' کا ثبوت دیا ہے۔ حالانکہ لہجے کا فرق صاف بتا رہا ہے کہ مجروحؔ ''ایقان'' کی بے پناہ جرات اور اعتماد کی وجہ سے فیض احمد فیضؔ کی بعض نظموں کی سطریں یا ابتدائی کلام کی غزلیں اس لہجے کو چھوتی ہوئی ملتی ہیں۔ لیکن وقت گزرنے کے ساتھ فیضؔ کی غزل میں ''قطعیت'' کم ہوتی چلی جاتی ہے یہ ضرور ہے کہ مجروحؔ سلطان پوری اور فیضؔ کے شعری ڈکشن میں کافی مماثلت ہے۔ لیکن یہ بھی درست ہے کہ مجروحؔ کی شناخت فیضؔ کے علی الرغم غزل ہی سے ہے۔ مجروحؔ کی غزل، فیضؔ کے مقابلے میں، روایت کے خمیر میں زیادہ گندھی ہوئی ہے اور اس پر مغربی شاعری کے اثرات کی چھوٹ نہ ہونے کے برابر ہے جب ترقی پسندوں کے ایک بڑے حلقے نے غزل کی ساخت پر حملے کئے اور اسے سراسر مصنوعی قرار دیا تو غزل کی مدافعت خاصی مشکل نظر آتی تھی۔ سجاد ظہیرؔ نے ''ذکر حافظ'' میں ظ انصاری سے جس مسئلہ پر اختلاف رائے کیا ہے اس کی بنیادی وجہ یہی تھی کہ ظ انصاری غزل میں ترقی پسندانہ فکر کا نفوذ ناممکن نہیں تو مشکل ضرور سمجھتے تھے۔ سجاد ظہیر نے ''ذکر حافظ'' میں حافظ کے کلام سے متعدد مثالیں دیتے ہوئے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی تھی کہ غزل صرف شعری ہیئت کا نام نہیں بلکہ یہ اپنے ''مواد'' کے انتخاب میں حد درجہ آزاد صنف سخن ہے۔ آج یہ بظاہر بڑی سادہ سی بات لگتی ہے لیکن بہت سی سادہ اور عام فہم باتیں ایک عرصہ کی کشاکش کے بعد ہی ''سادہ'' لگتی ہیں۔

مجروحؔ نے جب شاعری کی ابتداء کی تو ان پر کلاسیکی فارسی روایت کے اثرات بہت گہرے تھے۔ وہ جگر مرادآبادی کو اپنا ''معنوی باپ'' سمجھتے ہیں اور اس تعلق خاطر کے سبب ان کی شاعری میں ساقی، جام، گل، و بلبل، گلستان اور صیاد کی علامتیں کچھ اس درجہ شیر و شکر ہو چکی ہیں کہ اگر مجروحؔ نے ان علامتوں کے علاوہ دیگر بہت سی علامتوں کو اپنے

مخصوص معانیاتی اور سیاسی نظام فکر کے ساتھ مربوط نہ کیا ہوتا تو وہ جگر کے رنگ میں شعر کہنے والے ایک شاعر کے طور پر شمار ہو کر منظر عام سے غائب بھی ہو چکے ہوتے۔ ہر چند کہ جگر کے رنگ میں خود جگر سے بڑا شاعر ہونے کی گنجائش ذرا کم ہی ہے لیکن مجروحؔ جس فلسفہ زیست کے ساتھ شیفتگی کا مظاہرہ کرتے ہیں اس کا جنون موجودہ زمانہ کی طبقاتی کشمکش میں قدر و گیسو سے دار و رسن تک پھیلا ہوا ہے۔

جنوں دل نہ صرف اتنا کہ اک گل پیرہن تک ہے
قدو گیسو سے اپنا سلسلہ دارورسن تک ہے

مجروحؔ اس شعر کے ساتھ ہی ایک منفرد غزل گو کی حیثیت سے ابھرتے ہیں۔ غالبؔ کے یہاں یہی مضمون ایک فرق کے ساتھ آیا تھا۔ غالبؔ روشن خیالی کے راستے حقیقت پسندی کی جانب منعطف ہوئے تھے۔ جب کہ مجروحؔ ظلم واستحصال کی معلوم اور نا معلوم آگہی اور ذات و کائنات کے آشوب سے گزرتے ہوئے اس آدرش کی جانب آتے ہیں۔ جہاں شاعری محض تفنن طبع کی بجائے اجتماعی تقاضوں کا ''معاہدہ'' بن جاتی ہے مجروحؔ نے ''تغزل'' کی قیمت پر سیاسی آدرشوں اور سیاسی آدرشوں کی قیمت پر ''تغزل'' کو خیر باد نہ کہنے کا جو عزم صمیم کر رکھا ہے اس کی وجہ سے وہ ایک نوع کے ہیئت پرست شاعر معلوم ہوتے ہیں۔ مجروحؔ کی غزل کا محبوب کلاسیکی شعراء کی غزل کے محبوب سے چنداں مختلف نہیں ہے۔

یہی وجہ ہے کہ مجروحؔ تغزل سے بھرپور کام لیتے ہیں

التفات سمجھوں یا بے رُخی کہوں اس کو
رہ گئی خلش بن کر اس کی کم نگاہی بھی
اس نظر کے اٹھنے میں اس نظر کے جھکنے میں
نغمہ سحر بھی ہے آہِ صبح گاہی بھی
دور دور مجھ سے وہ اِس طرح خراماں ہے
ہر قدم ہے نقش دل ہر نگہ رگ جاں ہے

ہم تو پائے جاناں پر کر بھی آئے اِک سجدہ
سوچتی رہی دُنیا کفر ہے کہ ایماں ہے
کبھی جادہ طلب سے جو پھرا ہوں دل شکستہ
تیری آرزو نے ہنس کر وہیں ڈال دی ہیں بانہیں
نہ مانگوں بادہ گلگوں سے بھیک مستی کی، اگر ترے لب لعلیں مرا یہ کام کریں
سکھائیں دست طلب کو ادائے بیباکی، پیام زیر لبی کو صلائے عام کریں

مجروحؔ اور فیضؔ کا تقابلی مطالعہ کیا جائے تو یہ حقیقت سامنے آتی ہے کہ فیضؔ اپنی نظموں کے حوالے سے بین الاقوامی موضوعات پر زیادہ توجہ صرف کرتے ہیں۔ ان کی شاعری کا ETHOS بڑی حد تک ناظم حکمت، نیرودا اور لورکا کی بین الاقوامی فکر کے ساتھ ہم رشتہ ہے اور اس لیے ان کی غزلوں میں بھی مجروحؔ کے مقابلے میں وسیع تر فریم ورک کارفرما نظر آتا ہے۔ فیضؔ اپنے مخملی اور شیریں لہجے میں اپنی مخصوص افتادطبع کے حوالے سے کافی اجنبی SHADES نکالتے ہیں۔ اس کے برخلاف مجروحؔ کی غزل کا خمیر ''روایتی میکدہ'' کی فضاؤں سے اٹھا ہے۔ مجروحؔ ترقی پسند غزل کے ایک رُجحان ساز شاعر ہیں جنھوں نے یہ ثابت کیا ہے کہ روایتی شاعری کی لغت نئے تقاضوں پر پوری اترتی ہے۔ مثال کے طور پر مندرجہ ذیل اشعار ملاحظہ فرمایئے۔

غلام رہ چکے، توڑیں یہ بند رسوائی
کچھ اپنے بازوئے محنت کا احترام کریں
ہر موڑ پہ مل جاتے ہیں ابھی فردوس و جناں کے شیدائی
تجھ کو تو ابھی کچھ اور حسیں اے عالم امکاں ہونا تھا
دیکھ زنداں سے مرے رنگ چمن، جوش بہار
رقص کرنا ہے تو پھر پاؤں کی زنجیر نہ دیکھ
زمیں کومل کے سنواریں مثال روئے نگار
رُخ نگار سے روشن چراغ بام کریں

ہم قفس! صیاد کی رسم زباں بندی کی خیر
بے زبانوں کو بھی اندازِ کلام آ ہی گیا
عہد انقلاب آیا' دورِ آفتاب آیا
منتظر تھیں یہ آنکھیں جس کو اِک زمانے سے
منچلے بنیں گے اب رنگ و بو کے پیراہن
اب سنور کے نکلے گا حسن کارخانے سے
دُشمن کی دوستی ہے اب اہل وطن کے ساتھ
ہے اب خزاں چمن میں نئے پیرہن کے ساتھ
جنون دل نہ صرف اتنا کہ اِک گل پیرہن تک ہے
قدو گیسو سے اپنا سلسلہ دار و رسن تک ہے
پارۂ دِل ہے وطن کی سرزمیں مشکل یہ ہے
شہر کو ویراں کہیں یا دل کو ویرانہ کہیں
شب غم نرغہ راہزن سے پکارتا ہے کوئی مجھے
میں فرازِ دار سے دیکھ لوں کہیں کاروانِ سحر نہ ہو
ستونِ دار پہ رکھتے چلو سروں کے چراغ
جہاں تلک یہ ستم کی سیاہ رات چلے
جس دم یہ سنا ہے صبح وطن محبوس فضائے زنداں میں
جیسے کہ صبا اے ہم قفسو' بیتاب ہم آئے زنداں میں

فیض احمد فیضؔ، خود مجروحؔ کے خیال کے مطابق' جدید اُردو شاعری کے میر تقی میر ہیں۔ اس خیال کی روشنی میں دونوں شاعروں کے مابین فرق کی تفہیم کافی آسان ہو جاتی ہے۔ مجروحؔ کی غزلوں میں جس نوع کی ''سپردگی'' گی فضا ملتی ہے۔ وہ مجروحؔ ہی کے ساتھ مخصوص ہے۔ مجروحؔ نے اپنی شاعری میں ''قدوگیسو'' سے ''دارورسن'' تک کا فاصلہ جس خوش دلی اور سرمستی کے ساتھ طے کیا ہے اور بڑی چابکدستی کے ساتھ ''منزل'' اور

''مسافت'' کے فرق کو ظاہر کیا ہے' وہ جدید ترقی پسند غزل کا مہتم بالشان باب ہے۔ مجروحؔ کی شاعری ''انقلاب'' کے لئے دیدۂ دل فرش راہ ہے وہ معاشرہ کی جملہ خرابیوں کی وجہ طبقاتی سماج کے اندر لابدی آویزش میں تلاش کرتے ہیں بعض نقادوں نے مجروحؔ اور فیضؔ کی ''غزل'' میں سیاسی رمزیت کے بارے میں کچھ اس قسم کے دعوے کئے ہیں جیسے کہ ان دو شعراء سے پہلے اُردو غزل سیاسی رمزیت سے نا آشنا ہو۔ یہ بات نہ صرف حقیقت سے بعید ہے۔ بلکہ خود مجروحؔ اور فیضؔ کی تفہیم میں بھی مزاحم ہے۔ میر تقیر میرؔ کے بعض اشعار بھی سیاسی رنگ میں ڈوبے ہوئے ہیں۔ انشاءؔ' سوداؔ' مصحفیؔ' آتشؔ' میر دردؔ' ذوقؔ' حالیؔ' شبلیؔ' شررؔ' اکبرالہ آبادیؔ' اقبالؔ' ظفر علی خان' محمد علی جوہرؔ اور حسرتؔ کے یہاں بھی کہیں کہیں سیاسی رمزیت موجود ہے لیکن مجروحؔ اور فیضؔ و مجاز سے پہلے جذبیؔ نے جس نوع کی سیاسی رمزیت سے اپنی ''غزل'' کو متعارف کرایا ہے وہ تصوف کے معانیاتی اور اسلوبیاتی نظام کی طرز پر ایک واضح سیاسی نظام حیات کے تابع ہے۔ مجروح بڑی حد تک ترقی پسند رہتے ہوئے بھی ''تغزل'' کے حق میں جانبدار ہیں جب کہ فیضؔ ''تغزل'' کے بارے میں اس قدر شعوری نہیں جس قدر کہ مجروحؔ' فیضؔ اور مجروحؔ کے مابین یہی وہ بنیادی فرق ہے جو خط فاصل کا درجہ رکھتا ہے۔

مجروحؔ نے جس روایت کے اندر رہ کر شاعری کی ہے وہ تصوف کی نکتہ رسی اور جز رسی سے عبارت ہے۔ مجاز سے حقیقت اور حقیقت سے مجاز کا رقص سرمدی لاکھ وجدانی سہی لیکن یہ بذات خود ظاہری قیود میں گرفتار معاشرہ کو ایک ایسی باطنی حقیقت کا چہرہ دکھانے کے مترادف ہے جہاں سچ مصلحت کا جامہ پہن کر باطل نہیں ہو جاتا۔ مجروحؔ نے جس دور میں شاعری شروع کی وہ آزادی کی عظیم الشان تحریک کا زمانہ تھا۔ یہ قوم پرستی سے بین الاقوامیت' ذات سے اجتماعیت اور ذاتی مسرت سے اجتماعی مسرت کی جانب سفر کا زمانہ تھا ہر دور نئی حقیقتوں اور مماثلتوں کا ادراک لایا تھا۔ شاعروں نے اس دور کی مناسبت سے مختلف تجربات کئے بعض غزل گو شاعروں نے بعض استعارات کو خفیف سے فرق کے ساتھ اس درجہ ہم عصری بنانے کی سعی کی کہ وہ روایت سے درایت کی منزل پر جا پہنچے۔

فیضؔ نے اپنی IMAGES کے ذریعے اکثر و بیشتر مغربی شاعری کے ارتعاشات کو ''اُردوانے'' کے رجحان کی ابتدا کی اور یہ کام اس قدر مہارت سے کیا کہ ان کے استفادہ پر اصل کا گمان ہوتا ہے۔ فیضؔ، سوئن برن، روسیٹی، نیرود اور لورکا سے بے حد متاثر ہیں اور انہوں نے، جا بجا، ان شاعروں کے مخصوص رویوں سے استفادہ کیا ہے۔

فیضؔ کی شاعری بسا اوقات PSYCHEDELIC کیفیات کی حامل نظر آتی ہے اس کیفیت کا ظہور اس وقت ممکن ہوتا ہے جب انقلاب بمنزلہ عشق کے ہو جاتا ہے۔ لیکن مجروحؔ کے یہاں، بسا اوقات، نظریاتی حدود پھلانگنے کی فطری خواہش بھی موجزن نظر آتی ہے۔ جس کی وجہ سے وہ ''نظریہ'' سے آزاد ہو کر صرف انسان دوستی کے جذبات تک محدود رہتے ہیں۔ اقبالؔ نے غزل کے بارے میں بڑی پتہ کی بات کہی تھی۔ یہ بات ''غزل'' کے بارے میں اس لئے کہی جا سکتی ہے کہ اقبالؔ نے ہماری کلاسیکی شاعری کے بارے میں جو کچھ کہا ہے وہ غزل ہی پر صادق آ سکتا ہے۔ اقبالؔ نے غزل کے مزاج پر BUTTERFLY IMAGINATION کی پھبتی کسی ہے۔ اگر اقبالؔ زیادہ فیاضی کا مظاہرہ کرتے تو یہ بھی کہہ سکتے تھے کہ غزل کا ہر شعر ایک نظم ہوتا ہے اور اسی طرح ایک غزل میں جتنے اشعار اتنی ہی نظمیں ہوتی ہیں۔ اقبالؔ نے ''غزل'' کی ہیئت کے بارے میں مغربی شاعری کی روایت کے دائرہ میں رہ کر اعتراض کیا ہے اور غزل جیسی محبوب صنفِ سخن کے بارے میں ہماری شیفتگی سے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ شاید ہم من حیث المجموع، ارتکازِ توجہ کی صلاحیت سے عاری ہیں اور اسی لئے غزل کی طرف جھکتے ہیں۔ شاید مجروحؔ کی غزل پر ''ارتکازِ توجہ'' کا الزام نہ لگ سکے۔ ان کی بیشتر غزلوں پر ''غزلِ مسلسل'' کا گماں گزرتا ہے یہ اور بات ہے کہ وہ تصوف اور سیاسی آدرش کے معانیاتی نظام کے استعاروں کو یکساں یکسوئی کے ساتھ استعمال کرتے ہیں۔

یہ بات اپنی جگہ اہم ہے کہ اس صدی کے تیسرے عشرہ میں رونما ہونے والی معاشی اتھل پتھل نے اس صدی کے انسان کو ایک ایسے موڑ پر لا کھڑا کیا جب اخبارات کے تجارتی اور مالیاتی امور سے متعلق صفحات یک بیک اہم ہو گئے۔ کلاسیکی معاشیات کے

بڑے بڑے ستون تیزی سے گرنے لگے اور اس شکست وریخت کے پس پشت سیاسی ہاتھ اس درجہ واضح نظر آنے لگی کہ ادب کی وہ ساری تعریفیں جو غزل میں تغزل اور مواد CONTENT کو ہیئت FORM سے علیحدہ خیال نہ کرتی تھیں غلط ثابت ہونے لگیں۔ ایک طرف یورپ میں تھامس مان نے کہا کہ ''اس دور کا مقدر سیاسی ہے'' تو دوسری طرف منشی پریم چند نے ترقی پسند مصنفین کی کانفرنس منعقدہ لکھنو (۳۶ء) میں اس خیال افروز حقیقت کا اعلان کیا کہ ''ہمیں حسن کا معیار بدلنا ہوگا'' ترقی پسندوں کے اثرات زائل کرنے کے لئے حلقہ ارباب ذوق وجود میں آیا ترقی پسند ہوں یا حلقہ ارباب ذوق کے وکلاء غزل بلکہ تغزل پر ہر دو جانب سے زد پڑی۔ یہ وہ دور تھا جب اصغؔر، فانیؔ، حسرت اور جگرؔ، ثاقبؔ، یاسؔ، یگانہؔ، جمیل مظہریؔ اور درجنوں کم اہم غزل گو تغزل کا جادو جگائے ہوئے تھے۔

فیض احمد فیضؔ کے پہلے مجموعہ کلام ''نقش فریادی'' (۱۹۴۱ء) کی پہلی غزل میں تغزل ہی تغزل ہے۔ اس مجموعہ میں غزل کی حد تک سیاست دوراں کے ساتھ جسم و جاں کا رشتہ استوار ہوتا دکھائی نہیں دیتا۔

حسن مرہون جوش بادۂ ناز
عشق منت کش فسونِ نیاز
ہو چکا عشق اب ہوس ہی سہی
کیا کریں فرض ہے ادائے نماز

فیضؔ اس مجموعہ کی پانچویں غزل میں زندگی میں مزہ نہ ہونے کی شکایت کرتے ہیں۔

ہو چکا ختم عہد ہجر وصال
زندگی میں مزا نہیں باقی

....

دُنیا نے تیری یاد سے بے گانہ کر دیا
تجھ سے بھی دلفریب ہیں غم روزگار کے

لیکن ''تجھ سے بھی دلفریب ہیں غم روزگار کے ساتھ'' جیسی سطر کے ساتھ غم دوراں سے یک گونہ COMMITMENT ضرور سامنے آتا ہے۔

فیض کے پہلے مجموعہ کلام میں پہلا ''سیاسی'' شعر غالباً یہ ہے۔

پاپوش کی کیا فکر ہے، دستار سنبھالو
پایاب ہے جو سوچ گزر جائے گی سر سے

دوسرے شعر میں کچھ عجیب سا لطف ہے۔

صبا پھر ہمیں پوچھتی پھر رہی ہے
چمن کو سجانے کے دن آ رہے ہیں

اس کے برخلاف مجروحؔ کا مجموعہ ''غزل'' جس ترتیب سے سامنے آیا ہے اُس کے مطابق فیضؔ کے یہاں غم روزگار کی دلفریبی کے مفہوم سے ملتا ہوا شعر اس طرح آیا ہے۔

حادثے اور بھی گزرے، تری الفت کے سوا
ہاں مجھے دیکھ مجھے، اب مری تصویر نہ دیکھ
دُنیا نے تیری یاد سے بے گانہ کر دیا
تجھ سے بھی دلفریب ہیں غم روزگار کے

فیضؔ کے شعر میں کہیں بھی ''میں'' ''مجھے'' یا ''مری'' نہیں ہے جب کہ مجروحؔ کے یہاں 'مجھے' کی تکرار اور ''مری تصویر'' سے جس نوع کا ''اصرار'' ملتا ہے۔ وہ فیضؔ کے یہاں مفقود ہے یہی فیض اور مجروحؔ کے لہجہ کا فرق ہے۔ مجروحؔ کے یہاں پہلا سیاسی شعر یہ ہے۔

میں اکیلا ہی چلا تھا جانب منزل مگر
لوگ ساتھ آتے گئے اور کارواں بنتا گیا

لیکن یہ حقیقت اپنی جگہ طے شدہ ہے کہ مجروحؔ کا تمام تر زور ترقی پسند غزل کی ''گیسوئے خم بہ خم'' کی مشاطگی پر ہے۔ وہ ترقی پسند نقطہ نظر سے تمام تر اتفاق رائے کے باوجود جس میں انسان دوستی، استحصال سے پاک معاشرہ کا قیام، سائنسی فکر کی بالادستی اور

بین الاقوامیت کا احساس پیدا کرنے کے لئے جستجو شامل ہے روایتی غزل کی شیریں کلامی سے دست کش نہیں ہو پاتے۔ وہ ''مواد'' اور ''ہیئت'' کے متناسب آمیزہ پر یقین رکھتے ہیں۔ یہ ایک ایسا کمال ہے جسے مجروحؔ نے بخوبی حاصل کیا ہے اس مضمون میں مجروحؔ اور ان کے ہم عصروں کا تقابلی مطالعہ مقصود نہیں لیکن وہ تمام شعراء جنہوں نے مجروحؔ کی غزل کا تتبع کیا ہے مجروحؔ کی منفرد اہمیت بلکہ قیادت سے انکار نہیں کر سکتے۔

پاکستان میں مجروحؔ سلطان پوری کے مجموعہ کلام ''غزل'' کی اولین اشاعت اس لئے بھی ضروری سمجھی گئی کہ جب تک نئی نسل کے سامنے مجروحؔ کی مساعی پیش نظر نہ ہو وہ ان کی ''قائدانہ'' صلاحیتوں سے پوری طرح باخبر نہیں ہو سکے گی۔ ''غزل'' کا مطالعہ مجروحؔ شناسی بلکہ ترقی پسند غزل شناسی کے لئے نہ صرف ضروری ہے بلکہ یہ جدید غزل کے تناظر کو زیادہ روشن اور زیادہ بامعنی بنانے کی جانب ایک اہم قدم ہے۔

ف-س-اعجاز

شاعر کم سخن مجروحؔ سلطانپوری

مجروحؔ سلطانپوری ایک وضعدار شاعر تھے۔ ان کی ادبی حیثیت ترقی پسند فکر و تحریک کے حوالے سے بہت اہم ہے۔ لیکن ان کی ترقی پسندی ترقی پسند تحریک سے الگ بھی کچھ معنی اور اہمیت رکھتی ہے ان کا مجموعہ کلام ۵۶ء میں ''غزل'' کے نام سے چھپا۔ بعد میں آٹھ نو ایڈیشن اس کے چھپے وہ بھی اسی نام سے چھپے۔۹۹ء میں ان کا اُردو ہندی میں مشترکہ ایڈیشن شائع ہوا تو اس کا نام ''مشعل جاں'' رکھ دیا گیا جس میں غزلوں کے علاوہ گنتی کی چند نظمیں بھی ہیں۔

مجروحؔ کی غزل پر کئی ناقدین نے مثبت انداز میں مقالات قلمبند کئے ہیں۔ لیکن مجروحؔ کو اطمینان کسی سے نہیں ہوا۔ یعنی ناقدین نے انہیں اس طرح تسلیم نہیں کیا جس طرح وہ چاہتے تھے کہ انہیں تسلیم کیا جائے۔ وہ یہ بات اونچی آواز میں کہا کرتے تھے کہ وہ ترقی پسند غزل کے باضابطہ اولین شاعر تھے۔ ان کا ادعا تھا کہ غزل سے ترقی پسندی کے رموز و کنایات ان کے متعارف کرائے ہوئے ہیں لیکن ان کے ایسے بیشتر اشعار نعرہ زنی کی حد میں شمار کر کے ناپسندیدہ قرار دیئے گئے۔ ''مشعل جاں'' کے دیباچے میں انہوں نے لکھا ہے'' ...... میری پوری غزل کو انہیں بعض عیوب سے منسوب کر کے بڑے تو بڑے چھٹ بھیے بھی جو ہاتھ میں آیا لے کر میدان میں آ گئے اور تب سے یہ سنگ باری آج تک جاری ہے۔ میری خوبیوں کو نظر انداز کر کے صرف خامیوں کو میرا فن ٹھہرایا گیا گو اس ہنگامہ دار و گیر کے باوجود میرا یقین ایک لمحے کو بھی متزلزل نہیں ہوا اور میں نے اور

میرے ساتھیوں نے ترقی پسند غزل کو ایک تازہ روایت کی حیثیت دے کر ہی دم لیا''۔ انہیں اس پر اطمینان تھا کہ احباب کے منفی رویے کے باوجود ان کے سننے اور پڑھنے والوں نے ان کی غزل کو کسی صنف سخن سے کمتر نہیں جانا۔ انہیں شکایت تھی کہ ان کے کئی اشعار دوسروں نے اپنے نام سے منسوب کر لئے ہیں۔ انہوں نے لکھا ہے ''میری تراشیدہ تراکیب لفظی کو دوسروں کا مال سمجھا جاتا ہے چنانچہ اہل نظر کی بے بصری کا علاج میرے پاس اس کے سوا اور نہ رہا کہ اپنی ملکیت کا اعلان کروں مگر میرے اس مجبور رویے کو خود ستائی سے تعبیر کیا جانے لگا تو میں نے اس محاذ پر خاموشی اختیار کر لی گویا چپ رہوں تو مغضوب اور کچھ بولوں تو مغضوب''

واقعہ یہ کہ مجروحؔ چپ رہنے والے بندے تھے ہی نہیں۔ وہ کسی محفل میں چپ نہیں رہ سکتے تھے اور انہیں جو بولنا ہوتا بے ساختہ اور بے دھڑک بول دیا کرتے تھے۔ فلمی نغمہ نگاری میں ان کا اپنا مقام تھا۔ جب انہیں فلمی نغمہ نگاری کے لئے داداد صاحب پھالکے ایوارڈ دیا گیا تب بھی انہوں نے ایوارڈ ملنے کی زبردست خوشی کے اظہار کے ساتھ یہ اعتراض کر دیا تھا کہ یہ ایوارڈ تو مجھے بہت پہلے مل جانا چاہیے تھا۔ ان کی انا خاصی دبنگ تھی جسے وہ کبھی دبا نہیں سکتے تھے اور اس کا اعتراف بھی دوستوں میں برملا کر دیا کرتے تھے۔

مجروحؔ عربی فارسی مدارس کے فارغ التحصیل تھے۔ (وہ کامیاب حکیم بھی تھے) جدید تعلیم حاصل نہ ہونے کے باوجود ادبیات کا ان کا گہرا مطالعہ تھا۔ میر کو وہ بہت بڑا شاعر مانتے تھے۔ حالانکہ میر کا رنگ اپنی غزل پر انہوں نے چڑھنے نہیں دیا۔ لیکن میر کی ان کی نظر میں خاص وقعت تھی۔ ترقی پسند تحریک کی راہ سے چل کر وہ مارکسی نظریات تک رسائی حاصل کر پائے تھے۔ ۵۰ء میں روس کی راجدھانی ماسکو کو اپنا نظریاتی قبلہ مان کر انہوں نے کہا تھا

مری نگاہ میں ہے ارضِ ماسکو مجروحؔ
وہ سرزمیں کہ ستارے جسے سلام کریں

۱۹۵۲ء میں انہوں نے تین اشعار ''نذر سوویت یونین'' کہے جس کے ایک مصرعے

میں انہوں نے کہا

''میں تو دیوانہ ہوں' اے انجمنِ سرخ ترا''

تیسرا شعر یوں تھا

تو بھی دیکھے تو یہ اب ہو نہ سکے گا معلوم
میرے سینے میں ہے دل یا وطن سرخ ترا

یہ شعر اس انتہائی دور کی یاد دلاتا ہے جب ہندوستان کے ترقی پسندوں کے سینوں میں دل کی جگہ سوویت یونین ہوا کرتا تھا۔ شکر ہے جلد ہی مجروحؔ کے قلب کی تبدیلی ہو گئی اور ان کے دل میں روس کی بجائے پھر ہندوستان پایا جانے لگا۔ ترقی پسند فلمی شاعر شیلندر نے غالباً ۵۵-۵۶ء میں ''آوارہ'' فلم کے ایک گیت میں ''سر پہ لال ٹوپی روسی پھر بھی دل ہے ہندوستانی'' کہہ کر ایک سودیشی دل کی بات تو کہی تھی لیکن بہر حال وہ فلمی گیت تھا۔ لیکن اس میں بھی کیا شک ہے کہ ادب میں سرخ سویرا اور انجمن سرخ وغیرہ وقتی در آمدہ کردہ مصنوعات تھیں۔ ۶۲ء میں ہندوستان پر کمیونسٹ چین کے حملے پر مجروحؔ نے چین کی پیماں شکنی کے نام سے اشعار کہے۔ اولین دو شعروں میں ہی سرخ ''محفل یاراں'' کا بھرم ٹوٹنے کا درد انگیز ماتم ملاحظہ کیجئے

دست پر خوں کو کفِ دست نگاراں سمجھے
قتل گہ تھی جسے ہم محفلِ یاراں سمجھے
کچھ بھی دامن میں نہیں خارِ ملامت کے سوا
اے جنوں ہم بھی کسے کوئے بہاراں سمجھے

حیرت اس پر ہے کہ حالیہ دنوں میں مجروحؔ کے بعض ہمعصروں کو ہر بڑے سے بڑا انعام اسی قسم کی اور اس سے کمتر ادبی فکر و خدمات کے حوالے سے دیا گیا لیکن مجروحؔ کو ہر طرح محروم رکھا گیا۔ اسی لئے مجروحؔ کی اس بات میں کچھ صداقت ضرور ہے کہ ''میری پشت پر کوئی دست شفقت کبھی نہیں رہا مجھے زندہ رکھا تو میرے غیر جانب دار سننے اور پڑھنے والوں نے''۔

مقام شکایت ہے کہ ان شاعروں کی طرح مجروحؔ نے بھی ادب اور فلم کی بہترین خدمت کی اور اپنے نظریات اور اصولوں کے عشق میں اسیر زنداں بھی ہوئے۔ لیکن جس طرح اور ترقی پسند شعراء کی پذیرائی ہوئی مجروحؔ کی نہیں ہوئی۔ مجروحؔ کا بڑا پن ہے کہ رسمی قدرومنزلت کو انہوں نے اپنی منزل کبھی نہیں سمجھا۔ ان کا ادبی سفر موت کے سفر سے چند سال پہلے تک اور فلمی گیتوں کا سفر آخری سانس تک جاری رہا۔ ورنہ ہر فلمی شاعر کا بازار اپنی موت سے کئی سال پہلے سرد ہو چکا تھا۔ جبکہ ماشاء اللہ مجروحؔ نے دوسرے فلمی شعراء سے حیات بھی زیادہ پائی۔ وہ ۸۱ سال کے مرے۔

ادب میں وہ مارکسزم سے متاثر تھے۔ آزادی کے بعد اواخر ۱۹۴۹ء کا واقعہ ہے کہ پنڈت جواہر لعل نہرو کے بارے میں ایک متنازعہ گیت کے ایک مکھڑے پر انہیں سزائے قید جھیلنا پڑی۔ ہمیں ایک ٹی وی انٹرویو میں انہوں نے بتایا تھا کہ اس وقت کی کانگریس حکومت نے مجھے پھنسانے کی کوشش کی تھی۔ ممبئی کے لال باغ اور پرچل کی مزدور بستی میں ہم سیدھی سادی زبان میں گیت سنا رہے تھے میں ''امن کا جھنڈا'' سنا رہا تھا۔ اس کا مکھڑا تھا ''ماردو ساتھی جانے نہ پائے'' اس گیت کے بارے میں مشہور کیا گیا کہ میں نہرو کو مارنے کی بات کر رہا تھا۔ جب کہ ایسی کوئی بات نہیں تھی۔ مہاراشٹر کے اس وقت کے وزیر داخلہ مرار جی ڈیسائی نے مجھے بلا کر کہا کہ معافی مانگ لو تو تمہیں چھوڑ دیں گے۔ میں نے کہا ہرگز نہیں۔ معافی مانگنے کا مطلب ہے اپنے نظریات کے بارے میں معافی مانگنا۔ میں ایسا نہیں کر سکتا۔ نتیجتاً مجھے ڈیڑھ سال تک ممبئی کی آرتھر روڈ جیل میں رہنا پڑا۔

مجروحؔ کی شاعری دیرپا اور پرکشش ادبی، تہذیبی اور جمالیاتی اقدار کی حامل ہے۔ ان کی غزل تحریک کے باقیات میں سے ہے اور یقیناً اس میں تحریک کی نشانیاں جھلملاتی ہیں۔ اگرچہ ہر جگہ وہ بہت کھلی نہیں ہیں۔ بیشتر مقامات پر وہ غزل کی رمز و اشاریت میں ڈھکی لپٹی اور کلاسیکی سوز و گداز لئے ہوئے ہیں۔ ان کی تراکیب اور تراشیدہ لفظی نے ان کی غزل کو منفرد بنا دیا تھا۔ غزل جن اجزا سے معمور و عبارت ہوتی ہے ان کا ٹھیک تجزیہ کرنا آج بھی مشکل ہے۔ شاعر اپنے بارے میں اپنے ہی گمان یا خوش فہمی سے بھی گمراہ ہوئے

ہیں۔ اگر مجروحؔ اپنے ناقدین کو کھلا اور آزاد چھوڑ دیتے تو شاید زیادہ فائدے میں رہتے۔ اس طرح ناقدین کو زیادہ سر کھپانا پڑتا اور ان کی غزلوں کے مخفی پہلوؤں اور محاسن کو دریافت کرنے کا موقع ہاتھ آتا۔ مجروحؔ کو یہ آرزو زیادہ تھی کہ وہ ترقی پسند غزل کے قائد تسلیم کر لئے جائیں۔ یہ آرزو شدید نہ ہوتی تو ان کی غزل تنقید کے مختلف مواضعات میں نور برسا رہی ہوتی۔ بہرحال اب جب کہ وہ خود زندگی کی قید سے آزاد ہو گئے ہیں ان کا نقاد کھلے طور پر فرائض نقد انجام دے سکتا ہے۔ مجروحؔ کی غزلوں سے نکتہ رس ناقدین بہت کچھ برآمد کر سکتے ہیں غزل کے انسلاکات اور جزئیات کی صحیح پرکھ بتا سکتی ہے کہ مجروحؔ کی غزل خوبصورتی اور محنت سے تراشا گیا ایک جام بلور ہے۔ جس میں نفاست سے اتارے گئے شفاف مادے کو روشنی کی کرنیں طرح طرح کے خوشنما رنگ عطا کر دیتی ہیں۔ ان کی شاعری عشق، جمالیات اور سیاست کا ایک ایسا محلول ہے جس کا سرور اگر دل و دماغ پر چڑھتا ہے تو صرف رگ پے میں آگہی کا سنہرا نور پھیلانے کے لئے۔ ان کی غزل کا ہندوستان کی اشتراکی تحریک اور خود غزل کی تاریخ کے سیاق و سباق میں مطالعہ کر کے ہمارے قدم معنی خیزی کی نئی راہ پر چلنے پر مجبور ہو جاتے ہیں۔ انہوں نے بہت زیادہ غزلیں نہیں کہی ہیں لیکن ایک دولت بیدار وہ اپنی غزلوں میں چھوڑ گئے ہیں جو ہر دور میں سکہ رائج الوقت تسلیم کی جائے گی۔ اس سنگین صارفی سماج میں جہاں انسان ایک قابل خرید و فروخت شے (Commodity) بن چکا ہے اور آنے والے ہزارے میں اس کے گلے میں اسی شناخت کا قیمت نامہ (Price Tag) لٹکنے والا ہے ایک شاعر اس سے زیادہ سچی بات کہہ ہی نہیں سکتا جو مجروحؔ نے کہی ہے ؎

ہم ہیں متاع کوچہ و بازار کی طرح
اٹھتی ہے ہر نگاہ خریدار کی طرح

یوں تو کیفی اعظمی نے بھی کہا ہے ؎

وہ جن کو پیار ہے چاندی سے عشق سونے سے
وہی کہیں گے کبھی ہم نے خودکشی کر لی

ممکن ہے یہ کوئی پیشن گوئی ہو۔ جاگیردرانہ نظام میں کبھی ایسے افسانے جنم لیتے تھے جن میں کوئی زمیندار یا اہل سیم و زر ''بالآخر'' خودکشی کر لیتا تھا۔ لیکن ایسی موت کا سبب زر کشی کے علاوہ کچھ ہوا کرتا تھا۔ ایک پاکستانی شاعر عارف شفیق نے کہا ہے ؎

فقیر شہر تو فاقے سے مر گیا عارف
امیر شہر نے ہیرے سے خودکشی کرلی

سبھی ڈراموں کا انجام ایک نہیں ہوتا۔ ہر بار ایسا نہیں ہوگا کہ پرجا فاقوں سے مر جائے اور راجہ خودکشی کر لے۔ یہ تو ایک انداز زندگی ہے۔ جب لوگ اس کے عادی ہو جائیں گے تو خودکشی کا رجحان کافور ہو جائے گا۔ وہ حالات کے تفاوت کے ساتھ جینے کے عادی ہو جائیں گے۔ بلکہ ابھی سے ہو چلے ہیں۔ جس طرح جنگل کا آدمی زہریلے سانپوں اور خونخوار درندوں کے بیچ رہ سکتا تھا۔ امیروں کی تسکین تو عجیب و غریب طریقوں سے ممکن ہے لیکن میں نہیں سمجھتا کہ ایک امیر محض خودکشی کی چاٹ کے لئے ہیرا پہنتا ہو۔

معاملہ جو بھی ہو خودکشی کی نوبت اگر آئی تو اس لئے آئے گی کہ آدمی متاع کوچہ و بازار بن گیا ہے اور اس پر ہر نگاہ خریدار کی سی پڑ رہی ہے۔ یقیناً یہ بردہ فروشی نہیں ہے اور نہ اسے صرف یوسف کی نیلامی سے تعبیر کیا جا سکتا ہے۔ اس فکر کا احاطہ مارکسی جدلیاتی شعور نے ہی کیا جواب خود متاع کوچہ و بازار بن گیا ہے۔ مجروحؔ کا مشاہدہ زیادہ معروضی ہے۔ انہوں نے معاملہ کی صحیح نبض پر ہاتھ رکھا ہے۔ فکر کی نشوونما اور سانحے کی وقوع پذیری میں وقت کا فاصلہ ہو سکتا ہے۔ ایسے ممکنہ سانحات کو ٹالنے کے لئے آدمی کی فکر کا علاج کرنا ضروری ہے۔ مجروحؔ کے متصورہ معاشرے میں خودکشی کی جگہ بہرحال نہیں تھی۔

دیانت کا تقاضا ہے کہ مجروحؔ کی غزلوں کا مطالعہ کئی زاویوں سے کیا جائے جس میں تصور حیات، عظمت انسان اور مادیت فکر (جس کی طرف ابھی ایک اشارہ کیا گیا) کا بھرپور جائزہ بھی شامل ہو۔ بعض ماہرین آدھی ادھوری باتیں کہتے ہیں اس سے گریز کرنا چاہیے۔ صرف فیضؔ وغیرہ سے موازنہ کر کے نہ صرف مجروحؔ بلکہ فیضؔ کی بھی حق تلفی کی جاتی رہی ہے۔

ہمارے شعراء میں معرکہ حق و باطل کی ادائیگی میں ایک رجحان اکثر پایا جاتا ہے۔ وہ کربلائی استعاروں کا کہیں نہ کہیں استعمال کر گزرتے ہیں۔ کیوں کہ شارٹ کٹ چلنے کے لئے ریڈی میڈ تراکیب بڑی آسانی بہم پہنچاتی ہیں اور کسب علم کے لئے نئی محنت نہیں کرنا پڑتی۔ یا یہ کہ سامعین کے اجتماعی لاشعور میں یہ علائم و استعارات پہلے سے یوں بسے ہوئے ہیں کہ ان کا بکثرت استعمال سامعین کی عقیدت اور جذبے کا استحصال آسان بنا دیتا ہے۔ اس معاملے میں آپ مجروحؔ کو ایک دقت پسند اور رموز نو کا موجد پائیں گے۔ یہی سبب ہے کہ مجروحؔ کی غزل پر رواروی میں اظہار نقد نہیں کیا جا سکتا۔ انہوں نے غزل کو اپنا محبوب بنایا اور غزل کے کلاسیکی آہنگ کو چوٹ نہیں پہنچنے دی۔ جہاں انہوں نے اپنے افکار غزل میں داخل کیے وہیں غزل کے لفظی، معنیاتی اور اصواتی نظام میں اپنے موافق تبدیلیاں پیدا کیں۔ ظاہر ہے صنف غزل اختیار کرنے کے سبب وہ نظم کے صراحتی ملزومات سے بری ہو گئے۔ یہ کام مشکل تھا اگرچہ مہارت کے سبب ان کے لئے سہل ہو گیا۔ مجروحؔ کو سخن مختصر پر حیرت انگیز عبور تھا۔ دل میں کچھ کہنے کی خواہش سر ابھارتی جسے تا دیر ٹالتے رہتے۔ خیال اگر طاقتور ہوتا تو انہیں لکھنے کے لئے خود مجبور کر دیتا تھا۔ کسی تخلیقی لمحے میں خیال کی سازش بڑی پیاری لگتی ہے۔ مجروحؔ کو یہ تخلیقی تماشا کس قدر پسند تھا ان کے ان دو اشعار میں دیکھیے

بہت ہی کم ہے تو خالِ رخِ بہاراں ہے
مری نوا کو ملا ہے وہ داغ پیرہنی
ملے جو وقت نوا سنجیِ ہزاراں سے
ادھر بھی دیکھ تماشا ہے میری کم سخنی

انہوں نے کلاسیک کی پاسداری کی ساتھ ہی انہوں نے اسلوب فکر کو رومانی سانچے میں ڈھال دیا۔ نموتاً مجروحؔ کے بہت سے اشعار پیش کیے جا سکتے ہیں لیکن میں اپنے مضمون کی تعمیر کے لئے ان کی صرف ایک غزل کے چند اشعار نقل کروں گا۔ اس سے زیادہ کا شوق ہو تو لوگ ان کا مجموعہ کلام (''غزل'' یا ''مشعل جاں'') دیکھنے کی زحمت گوارا فرمائیں۔

اہل طوفاں آؤ دل والوں کا افسانہ کہیں
موج کو گیسو بھنور کو چشم جانانہ کہیں
دار پر چڑھ کر لگائیں نعرۂ زلف صنم
سب ہمیں با ہوش سمجھیں چاہے دیوانہ کہیں
تھامیں اس بت کی کلائی اور کہیں اسکو جنوں
چوم لیں منہ اور اسے اندازِ رندانہ کہیں
تشنگی ہی تشنگی ہے کس کو کہیے میکدہ
لب ہی لب ہم نے تو دیکھے کس کو پیمانہ کہیں

اہل طوفاں سے دل والوں کا افسانہ بیان کرنا' موج کو گیسو بھنور کو محبوبہ کی آنکھ بتانا' پھانسی کے تختے پر محبوب کی زلف کا نعرہ لگانا' عالم ہوس میں دلبر کا منہ چومنا اور اسے انداز رندانہ قرار دینا' مے کدے میں ہر پیمانے کا خود مجسم پیاسا ہو جانا...... مکمل طنز، مکمل رومان سیاسی اور رومانی علامتوں سے ادا ہو گیا ہے۔

ترقی پسندی نے مرتے مرتے اپنے جھنڈا باز شعرا و ادبا کی رائلٹی بھرپور شہرت اور جا و بیجا انعامات کی شکل میں ادا کر دی ہے۔ اس میں مجروحؔ کے حصے میں کچھ کم آیا کہ وہ استحصال پسند اور سرکاری پٹھو نہیں تھے۔ کچھ بیچاروں نے مرنے میں اتنی جلدی کہ ان کے نصیب میں اتنا بھی نہیں آیا جتنا مجروحؔ کو ملا۔ ان حرماں نصیبوں میں ساحر لدھیانوی بھی تھے جنہیں اب کوئی ڈھنگ سے یاد بھی نہیں کرتا۔ سچ ہے زمانہ بے درد ہوتا ہے کسی نے خوب کہا ہے

زمانے کے ہاتھوں سے چارا نہیں ہے
زمانہ ہمارا تمہارا نہیں ہے

خوش آئند بات ہے کہ مجروحؔ کی شاعرانہ ترقی پسندی نظریاتی ترقی پسندی سے زیادہ دیرپا ثابت ہوگی۔ انہیں اپنی کج کلاہی' اپنا بانکپن اور انداز جنوں پیارا تھا۔ خردمندوں میں اس گرم طلب شاعر کا ذکر ہمیشہ احترام سے کیا جائے گا۔

ف-س اعجاز کے نام

ممبئی ۱۸ جولائی ۱۹۸۸ء

مکرمی اعجاز صاحب سلام واکرام!

ایک تو میں شاعر اوپر سے غزل کا۔ نثر لکھنا میرے بس کی بات کہاں۔ غزل کے شعرا میں غالبؔ بہت اچھی نثر لکھ گئے۔ شاید اس لئے بھی کہ وہ نظم کے بھی اتنے ہی بلند شاعر تھے۔ ہمارے عہد میں فراقؔ بھی اچھی نثر لکھ گئے۔ اقبالؔ اور جوشؔ میں اقبالؔ اگر چہ بہت ہی ہمہ جہت، پرمغز اور بلند نثر لکھتے ہیں مگر اسلوب کی جھلک جوشؔ کے وہاں زیادہ ہے۔ ہمارے فوری پیش رو ہم عصروں میں فیضؔ سردار جعفری اور احمد ندیم قاسمی کی نثر پر بھی نگاہ پڑتی ہے۔ دراصل جب تک کوئی اسلوب نہ ہو کچھ لکھنے کا لطف نہیں۔ اگر چہ میں نے ہی کہا ہے۔

مجھے نہیں کسی اسلوب شاعری کی تلاش
تری نگاہ کا جادو مرے سخن میں رہے

مگر یہ جادو بھی ہر ایک کا نصیب کہاں۔ بحر حال اب آیئے اپنے موضوع کی طرف۔

ساری گڑ بڑ آپ کے عنوان کی ہے۔ معاشقہ! اس لفظ کو سطحی معنوں میں بھی اس قدر استعمال کیا گیا ہے کہ عشق کے مقابلے میں معاشقہ کسی حد تک اپنی آبرو کھو چکا ہے۔ حالانکہ بات صرف اتنی ہے کہ عشق کے لئے جانبین کا ابتلا ضروری نہیں کہ جب کہ معاشقے کیلئے ضروری ہے کہ ''دونوں طرف ہو آگ برابر لگی ہوئی'' عشق یا معاشقے کے مدارج ہو

سکتے ہیں مگر یہ صفت جذباتی ہونے کے علاوہ بڑی حد تک جبلی بھی ہے جس کے لئے ضروری نہیں کہ چاہنے والے کے سامنے کوئی ذات ہی ہو۔ وہ کوئی شے کوئی ہنر یا خود اپنا آپ بھی ہو سکتا ہے۔ خوب و ناخوب ان میں کون اور کتنا ہے یہ بحث بالکل الگ...... حس جمال اور اس کی کشش صرف انسانوں ہی کا حصہ نہیں ہے۔ یہ حیوانات میں بھی پایا جا سکتا ہے اور اب تو بات نباتات تک بھی پہنچ گئی ہے کہ موسیقی کے اثر سے پیار کی گفتگو سے اس کا متاثر ہونا سائنس نے ثابت کر دیا ہے۔ شاید اچھی صورتوں کا اثر بھی ان پر ویسا ہی پڑتا ہو جیسا کہ ہم پر۔ غرضیکہ احساس جمال ایک ایسی نعمت ہے جس کے بغیر وجود انسانی ہی نہیں بلکہ وجود کائنات کا تصور ناممکن ہے۔ اسی کے ظہور کا ایک اہم پہلو ہے حسن و معاشقہ۔ پیغمبروں سے لے کر ہم تک کوئی ایسا صحیح الدماغ نہیں جو اس سے مبرا ہو۔ بلکہ بصد سامان رسوائی سر بازار محبوب کا نام لے لے کر رقص کرنے پر فخر محسوس کرتا ہے۔ اس کے مظاہر تعمیری بھی ہیں تخریبی بھی کہ صحت ناجنس میں یہی حس جمال تنزہ سے گر کر ابتدال تک پہنچ جاتی ہے، عشق ہوس بن جاتا ہے گویا تاج محل کی تعمیر سے لے کر خانہ سوزی اور قتل انسانی تک پر منتج ہوتا ہے۔ مگر یہاں گفتگو اس کے ان عطار بار مظاہر سے ہے جس نے ذات الٰہی سے لے کر فرد انسانی تک کی پرستش پر اہل دل کو مجبور ہی نہیں فخر کے ساتھ وابستہ و مبتلا کیا ہے۔ تاریخیں بھری پڑی ہیں کہ عشق اور معاشقے کی بدولت اس کائنات نے کیا کیا مناظر دیکھے ہیں اور کائنات کو کیا کیا نہیں ملا ہے۔ تفصیل میں جانا تحصیل حاصل ہو گا۔ اب رہا وہ شخص جو یہ حرف رقم کر رہا ہے تو اس نے بھی عشق کئے ہیں اور کرتا ہے۔ کامیاب بھی ہوا اور ناکام بھی اور رسوائے عام بھی میری شاعری میں اسی کی کارفرمائیاں ہیں۔ کہیں وہ جان ہے اور کہیں جہان، کہیں اس کا لہجہ عاشقانہ ہے اور کہیں سیاسی، انقلابی، معاشرتی اور دانشورانہ کہ بقول میرؔ

محبت نے کاڑھا ہے ظلمت سے نور
نہ ہوتی محبت نہ ہوتا ظہور

والسلام - مجروحؔ

افضل اقبال

مجروحؔ کے چند یادگار فلمی گیت

انہوں نے ۳۵۰ سے زائد فلموں کے لئے تقریباً ۲۲۲۵ گیت لکھے۔ مجروحؔ سلطانپوری کے قلم کی رفتار شروع سے آخر تک ایک جیسی بنی رہی۔ جوں جوں عمر بڑھتی گئی ان کے خیالات جواں ہوتے چلے گئے۔ اس حقیقت سے کوئی انکار نہیں کر سکتا کہ آنے والا ہر دور انہیں یاد کرتا رہے گا ان نغموں کے حوالے سے جو لافانی ہیں کبھی فراموش نہیں کئے جا سکیں گے۔ ۵۵ سال کے طویل کیریئر میں مجروحؔ سلطانپوری نے سینکڑوں شاہکار نغمے لکھے ہر چند کہ مجروحؔ سلطانپوری آخری دم تک بہت مقبول نغمے لکھتے رہے (مثال کے طور پر ان کی حالیہ فلمیں پکار، پیار کوئی کھیل نہیں، جانم سمجھا کرو، کیا کہنا اور آئندہ ہفتے ریلیز ہونے والی فلم، ہم تو محبت کرے گا) لیکن ان کے بڑے بڑے مداح اس حقیقت کو تسلیم کرتے ہیں کہ بہترین گیت مجروحؔ صاحب نے ۱۹۵۰ سے ۱۹۷۴ کے دوران لکھے۔ ۱۹۵۰ سے قبل ان کے پاس کے ایل سہگل کا گایا ہوا شاہجہاں کا گیت ''غم دیئے مستقل'' اور ''جب دل ہی ٹوٹ گیا'' نیز لتا منگیشکر کا گایا ہوا انداز کا گیت ''اٹھائے جا ان کے ستم'' جیسے ہمیشہ یاد رکھے جانے والے نغمے تھے لیکن اس کے بعد ان کے کیریئر کا ایک سنہرا دور شروع ہوا۔ چند لازوال گیتوں کا احاطہ کیا جا رہا ہے: (۱) اے دل مجھے ایسی جگہ لے چل (آرزو ۱۹۵۰) یہ گیت جس نے طلعت محمود کو شہرت کے بام عروج پر پہنچا دیا، انیل بسواس کی موسیقی میں صدا بند کیا گیا تھا۔ (۲) بابو جی دھیرے چلنا، پیار میں ذرا سنبھلنا (آر پار ۱۹۵۴) گرودت کی فلم آر پار میں محمد رفیع۔ گیتادت کے چند بے حد خوبصورت نغمے شامل

تھے۔ اس فلم میں ''بابو جی دھیرے'' کے علاوہ ''سن سن ظالما'' جیسا گیت بھی شامل تھا اور حقیقت یہ ہے کہ دونوں ہی گیت مجروحؔ کی شاعری کا بڑا دل پذیر انداز لئے ہوئے تھے۔ (۳) جانے کہاں میرا جگر گیا جی (مسٹر اینڈ مسز ۵۵-۱۹۵۵ء) یہ رفیعؔ گیتا دت کا ایک اور دوگانا تھا جسے دھن اور موسیقی بخشی تھی او پی نیر نے۔ (۴) ہم ہیں راہی پیار کے ہم سے کچھ نہ بولئے (نو دوا گیارہ ۱۹۵۷) ایک عظیم رومانی گیت جو کشور کمار نے اپنے مخصوص انداز میں گایا تھا۔ (۵) مانا جناب نے پکارا نہیں (پیئنگ گیسٹ ۱۹۵۸) اس فلم کے سبھی گانوں میں مجروحؔ نے اپنے قلم کا جادو دکھایا لیکن ''مانا جناب'' کی بات ہی کچھ اور تھی۔ (۶) سی اے ٹی کیٹ' کیٹ معنی بلی (دلی کا ٹھگ ۱۹۵۸) کشور اور آشا بھوسلے کے اس گیت میں وہ شعریت بھلے نہ ہو جو مجروحؔ کی پہچان ہے لیکن اس گیت کے ذریعہ مجروحؔ نے یہ ضرور ثابت کر دیا وہ سچویشن کے مطابق بہت اچھے گیت لکھ سکتے ہیں نیز ایسے گیت بھی جو عوام میں بہت آسانی سے قبول کر لئے جاتے ہیں۔ (۷) اک لڑکی بھولی بھالی سی (چلتی کا نام گاڑی ۱۹۵۸) کشور کمار کے ذریعہ گائے گئے اور انہیں پر فلمائے جانے والے اس گیت پر آج بھی لوگ سر دھنتے ہیں۔ (۸) جلتے ہیں جس کے لئے (سجاتا ۱۹۵۹) طلعت محمود کی آواز کے جادو نے اس غزل کو جاوداں بنا دیا۔ موسیقی ایس ڈی برمن (۹) کوئی ہمدم نہ رہا (جھمرو ۱۹۶۱) کشور کمار کے گیتوں کا کوئی بھی مجموعہ مجروحؔ کے گیتوں سے مزین اس فلم کے بغیر ترتیب نہیں پا سکتا (۱۰) اب کیا مثال دوں میں تمہارے شباب کی (آرتی ۱۹۲۶) مجروحؔ کے اس گیت کو رفیعؔ نے گایا اور روشن نے موسیقی سے سجایا تھا۔ یہ چند بہترین تثلیثات میں سے ایک تثلیث تھی (۱۱) خواب ہو تم یا کوئی حقیقت (تین دیویاں ۱۹۶۵) سدا بہار دیو آنند پر فلمایا جانے والا یہ گیت کلاسک کا درجہ رکھتا ہے۔ (۱۲) جائیے آپ کہاں جائیں گے (میرے صنم ۱۹۶۵) آشا کا ایک خوبصورت نغمہ جس کے بول بھی اتنے ہی خوبصورت تھے۔ (۱۳) رہیں نہ رہیں ہم (ممتا ۱۹۶۶) (۱۴) میں ہوں پیار ترا (تیسری منزل ۱۹۶۶) اس گیت کو آر ڈی برمن ہٹ کے طور پر زیادہ شہرت حاصل ہے لیکن آر ڈی کی شہرت میں مجروحؔ کا بہت حصہ ہے۔ (۱۵) یہ دل نہ ہوتا بے چارہ (جیول

تھیف ۱۹۶۷) مجروحؔ کے اس گیت کو بھی فراموش نہیں کیا جا سکتا جسے نغمہ و موسیقی کے مداح سنتے ہیں اور سر دھنتے ہیں۔ ۱۹۵۰ سے ۱۹۷۴ میں اور بھی کئی نغمے ہیں جو مجروحؔ کی فلمی شاعری کے بلند معیار کی گواہی دیتے ہیں۔ بعد میں بھی کئی لازوال گیت مجروحؔ نے دیئے۔ یہاں صرف چند گیتوں کے بول درج کئے جا رہے ہیں۔

کیا جانوں سجن (بہاروں کے سپنے ۱۹۶۷) تم بن جاؤں کہاں (پیار کا موسم ۱۹۶۹) تیرے نینا تلاش کریں (تلاش ۱۹۶۹) پیا تو اب تو آ جا (کارواں ۱۹۷۱)' رات کلی ایک خواب میں آئی (بڈھا مل گیا ۱۹۷۱)' میرے جیون ساتھی (ساتھی) ہوئی شام ان کا خیال آ گیا (میرے ہمدم میرے دوست) او میرے دل کے چین (شہزادہ) چرا لیا ہے تم نے جو دل کو (یادوں کی بارات) تیرے میرے ملن کی یہ رینا (ابھیمان) میں اکیلے یوں بھی مزے میں تھا اور دل کا دیا جلا کے گیا (آکاش دیپ) ہم ہیں متاع کوچہ و بازار (دستک) وادیاں میرا دامن (ابھیلاشا) مجروحؔ کے کامیاب ترین گانوں کی فہرست مکمل کرنے کے لئے ضروری ہے کہ ان کے تمام گیتوں کی فہرست دستیاب ہو۔

گفتنی ناگفتنی

اس عہد تجارت میں جب کہ حسن فطرت کو جنس اور زرِ گل کو زرِ نقد میں تبدیل کیا جا چکا ہے، دیکھئے ان اصناف ہنر کا کیا انجام ہوتا ہے جنہیں ہم شعر و سخن، رقص و موسیقی اور صورت گری کہتے ہیں کہ اب تو یہ بھی اشیائے فروختنی میں شامل ہو چکے ہیں اور اس دردناک ماحول میں لازمی طور پر ہم اہل فن بھی بیچے اور خریدے جاتے ہیں۔ برسوں پہلے میں نے اسی المناکی کا نوحہ لکھا تھا......

ہم ہیں متاعِ کوچہ و بازار کی طرح
اٹھتی ہے ہر نگاہ خریدار کی طرح

جب کہ آج کے ہندوستان میں تو اس زبان ہی کے لالے پڑ گئے ہیں جسے ہم اُردو کہتے ہیں اور جس مظلوم زبان کا میں شاعر ہوں۔ ابھی جس کو میں نے نوحہ کہا یہ شعر غزل کا ہے کہ میرا فن غزل ہی ہے، 'ترقی پسند غزل' اس کی واضح ابتدا میں نے ۱۹۴۵ء میں کی، جب سیاسی مضامین غزل والوں میں مقہور اور خود غزل ترقی پسندوں میں مردود' قرار دی جا چکی تھی اس تنہائی و بے بسی کے عالم میں بس ایک یقین میرا رہبر تھا کہ غزل میں اپنے عہد کے کس موضوع کو کب خوبی سے بیان نہیں کیا گیا جو آج نہیں بیان کیا جا سکتا۔ ہاں وہ حرف برہنہ جو نظم کا امتیاز اس دور کے ترقی پسندوں میں سمجھا جاتا تھا غزل اتنی ننگی کبھی نہیں رہی کہ اس کی بنیاد ہی رمز و کنائے پر ہے۔ اشاریت ہی تو اس کا ملبوس ہے چنانچہ میری غزل کے بعض وہ اشعار جو نعرہ زنی کی حد میں آ جاتے ہیں محمود نہیں گردانے گئے بلکہ

میرے ساتھ ستم ہی یہ ہوا کہ میری پوری غزل کو انہیں بعض عیوب سے منسوب کر کے بڑے تو بڑے، چھٹ بھیے بھی جو ہاتھ میں آیا لے کر میدان میں آ گئے اور تب سے یہ سنگ باری آج تک جاری ہے میری خوبیوں کو نظر انداز کر کے صرف چند خامیوں کو میرا معیارِ فن ٹھہرایا گیا گو اس ہنگامہ دار و گیر کے باوجود میرا یقین ایک لمحے کو بھی متزلزل نہیں ہوا اور میں نے اور میرے ساتھیوں نے ترقی پسند غزل کو ایک تازہ روایت کی حیثیت دے کر ہی دم لیا۔ البتہ رہی میری کم گوئی تو شاید یہ یاروں کی کم نگہی و سرد مہری کا ردِ عمل ہو یہ تو درست ہے کہ میری پشت پر کوئی دست شفقت کبھی نہیں رہا مجھے زندہ رکھا تو میرے غیر جانب دار سننے اور پڑھنے والوں نے خواہ وہ کسی طبقے سے ہوں میری غزل کو کسی صنف سخن سے کمتر نہیں جانا میرے کتنے ہی اشعار آج اُردو دنیا والوں کی تحریروں میں دیکھے اور ان کی زبانوں میں سنے جا سکتے ہیں البتہ وقت کی یہ ستم ظریفی ضرور رہی کہ ان میں سے کئی اشعار دوسروں کے نام سے جانے جاتے ہیں میری تراشیدہ تراکیب لفظی کو دوسروں کا مال سمجھا جاتا ہے چنانچہ اہل نظر کی بے بصری کا علاج میرے پاس اس کے سوا اور نہ رہا کہ میں آپ اپنی ملکیت کا اعلان کروں مگر میرے اس مجبور رویے کو خود ستائی سے تعبیر کیا جانے لگا تو میں نے اس محاذ پر بھی خاموشی اختیار کر لی۔ گویا چپ رہوں تو مغصوب اور کچھ بولوں تو مغضوب:

کچھ علاج اس کا بھی اے شیشہ گراں ہے کہ نہیں

اب رہا نفسِ غزل کی اپنی حیثیت اور میری محبوبہ بننے کا سوال تو بزرگوں نے تو کمالِ فن اسی کو تسلیم کیا ہے کہ خوبی کے ساتھ کم سے کم الفاظ میں زیادہ سے زیادہ معانی بیان کر دیئے جائیں چنانچہ اس معیار پر اصنافِ سخن کو پرکھا جائے تو بڑی زیادتی ہو گی اگر غزل کو ملکۂ سخن نہ تسلیم کیا جائے۔

میرے بہت ہی عزیز سید محمد مہدی علی گڑھ کا یہ مشورہ درست ہے کہ جب میرا مجموعہ کلام نئی غزلوں کے ساتھ شائع ہوا اسے ۱۹۵۶ء ہی کا شائع شدہ سمجھا گیا کیونکہ میں نے ہمیشہ اپنے مجموعے کا نام ''غزل'' ہی رکھا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ہر نئے ایڈیشن کو پڑھنے

والے وہی سنہ ۱۹۵۶ء کا پرانا ایڈیشن سمجھتے رہے۔ لہٰذا ضروری ہوا کہ اس بار مجموعے کا نام ''غزل'' کے بجائے کوئی اور مثلاً ''مشعلِ جاں'' رکھ دیا جائے میری تنہا روی نے حق تلفیوں کا زہر اس قدر پیا ہے کہ کوئی سمجھے نہ سمجھے ملا واحدی کے اس شعر کے بغیر یہ گفتگو ختم نہیں ہوتی۔

موج آں درد کہ امسال بہ ہمسایہ رسید
زاتشے ہست کہ درخانہ من پار گرفت

عزیزم سلیم جعفری صاحب کا شکرگزار ہوں کہ انہوں نے عرب امارات کے شہروں میں میرا جشن برپا کر کے مجھے دو حرف کہنے کا موقع فراہم کیا۔

صیدِ عزیزاں
مجروحؔ
۱۲ اپریل ۱۹۹۱ء

○

ختم شورِ طوفان تھا ' دُور تھی سیاہی بھی
دَم کے دَم میں افسانہ تھی مری تباہی بھی

اِلتفات سمجھوں یا بے رُخی کہوں اِس کو
رَہ گئی خلش بن کر' اُس کی کم نگاہی بھی!

اُس نظر کے اُٹھنے میں' اُس نظر کے جھکنے میں
نغمۂ سحر بھی ہے' آہِ صبح گاہی بھی

یاد کر' وہ دن جس دن تیری سخت گیری پر
اشک بھر کے اُٹھی تھی میری بے گناہی بھی

پستیِ زمیں سے ہے رفعتِ فلک قائم
میری خستہ حالی سے تیری کجکلاہی بھی

شمع بھی اُجالا بھی میں ہی اپنی محفل کا!
میں ہی اپنی منزل کا راہبر بھی رَاہی بھی

گنبدوں سے پلٹی ہے اپنی ہی صدا مجروح
مسجدوں میں کی میں نے جا کے دَادخواہی بھی

○

مسرتوں کو یہ اہلِ ہوس نہ کھو دیتے
جو ہر خوشی میں ترے غم کو بھی سمو دیتے

کہاں وہ شب، کہ ترے گیسوؤں کے سائے میں
خیالِ صبح سے ہم آستیں بھگو دیتے

بہانے اور بھی ہوتے جو زندگی کے لئے
ہم ایک، بار تری آرزو بھی کھو دیتے

بچا لیا مجھے طوفاں کی موج نے ورنہ
کنارے والے سفینہ مرا ڈبو دیتے

جو دیکھتے مری نظروں پہ بندشوں کے ستم
تو یہ نظارے مری بے بسی پہ رو دیتے

کبھی تو یوں بھی امنڈتے سرشکِ غم مجروح
کہ میرے زخم تمنا کے داغ دھو دیتے

○

دُور دُور مجھ سے وہ اِس طرح خراماں ہے
ہر قدم ہے نقشِ دل، ہر نگہ رگِ جاں ہے

بن گئی ہے مستی میں دل کی بات ہنگامہ
قطرہ تھی جو ساغر میں لب تک آ کے طوفاں ہے

ہم تو پائے جاناں پر کر بھی آئے اِک سجدہ
سوچتی رہی دُنیا کفر ہے کہ ایماں ہے

میرے شکوۂ غم سے عالمِ ندامت میں
اُس لبِ تبسم پر شمع سی فروزاں ہے

یہ نیازِ غمخواری، یہ شکستِ دلداری
بس نوازشِ جاناں، دل بہت پریشاں ہے

منتظر ہیں پھر میرے حادثے زمانے کے
پھر مرا جنوں تیری بزم میں غزل خواں ہے

فکر کیا اِنہیں جب تو ساتھ ہے اَسیروں کے
اے غمِ اسیری تو خود شکست زنداں ہے

اپنی اپنی ہمت ہے، اپنا اپنا دل مجروح
زندگی بھی اَرزاں ہے، موت بھی فراواں ہے

○

یہ رُکے رُکے سے آنسو، یہ دَبی دَبی سی آہیں
یونہی کب تلک خدایا، غمِ زندگی نبا ہیں

کہیں ظلمتوں میں گھر کر، ہے تلاشِ دستِ رہبر،
کہیں جگمگا اٹھی ہیں مرے نقشِ پا سے راہیں

ترے خانماں خرابوں کا چمن کوئی نہ صحرا
یہ جہاں بھی بیٹھ جائیں وہیں اِنکی بارگاہیں

کبھی جادۂ طلب سے جو پھرا ہوں دِل شکستہ
تری آرزو نے ہنس کر وہیں ڈالدی ہیں باہیں

مرے عہد میں نہیں ہے، یہ نشانِ سر بلندی
یہ رَنگے ہوئے عمامے یہ جھکی جھکی کلاہیں

○

بہت ہی کم ہے تو خالِ رُخِ بہاراں ہے
مری نوا کو ملی ہے وہ داغِ پیرہنی

ملے جو وقت نوا سنجیِ ہزاراں سے
اِدھر بھی دیکھ تماشا ہے میری کم سخنی

○

آہِ جاں سوز کی محرومیِ تاثیر نہ دیکھ
ہو ہی جائے گی کوئی جینے کی تدبیر نہ دیکھ

حادثے اور بھی گزرے تری الفت کے سوا
ہاں مجھے دیکھ مجھے، اب مری تصویر نہ دیکھ

یہ ذرا دُور پہ منزل، یہ اُجالا، یہ سکوں،
خواب کو دیکھ ابھی خواب کی تعبیر نہ دیکھ

دیکھ زِنداں سے پرے رنگِ چمن، جوشِ بہار
رقص کرنا ہے تو پھر پاؤں کی زنجیر نہ دیکھ

کچھ بھی ہوں پھر بھی دُکھے دل کی صدا ہوں ناداں
میری باتوں کو سمجھ، تلخیِ تقریر نہ دیکھ

وہی مجروحؔ، وہی شاعرِ آوارہ مزاج
کون اٹھا ہے تری بزم سے دِلگیر نہ دیکھ

○

ڈرا کے موج و تلاطم سے ہم نشینوں کو
یہی تو ہیں جو ڈبویا کئے سفینوں کو

شراب ہو ہی گئی ہے بقدرِ پیمانہ
بہ عزمِ ترک نچوڑا جب آستینوں کو

جمالِ صبح دیا ، رُوئے نو بہار دیا
مری نگاہ بھی دیتا خدا حسینوں کو

ہماری راہ میں آئے ہزار مے خانے
بھلا سکے نہ مگر ہوش کے قرینوں کو

کبھی نظر بھی اُٹھائی نہ سوئے بادۂ ناب
کبھی چڑھا گئے پگھلا کے آبگینوں کو

یہی جہاں ہے جہنم، یہی جہاں فردوس
بتاؤ عالمِ بالا کے سیر بینوں کو

ہوئے ہیں قافلے ظلمت کی وادیوں میں رواں
چراغِ راہ کئے خوں چکاں جبینوں کو

تجھے نہ مانے کوئی تجھ کو اِس سے کیا مجروحؔ
چل اپنی راہ، بھٹکنے دے نکتہ چینوں کو

○

جب ہوا عرفاں تو غم آرام جاں بنتا گیا
سوزِ جاناں دل میں سوزِ دیگراں بنتا گیا

رفتہ رفتہ منقلب ہوتی گئی رسم چمن
دھیرے دھیرے نغمۂ دل بھی فغاں بنتا گیا

میں اکیلا ہی چلا تھا جانب منزل مگر
لوگ ساتھ آتے گئے' اور کارواں بنتا گیا

میں تو جب جانوں کہ بھردے ساغرِ ہر خاص و عام
یوں تو جو آیا وہی پیر مغاں بنتا گیا

جس طرف بھی چل پڑے، ہم آبلہ پایانِ شوق
خار سے گل اور گل سے گلستاں بنتا گیا

شرحِ غم تو مختصر ہوتی گئی اُس کے حضور
لفظ جو منہ سے نہ نکلا داستاں بنتا گیا

دَہر میں مجروحؔ کوئی جاوداں مضموں کہاں،
میں جسے چھوتا گیا وہ جاوداں بنتا گیا

○

تقدیر کا شکوہ بے معنی، جینا ہی تجھے منظور نہیں
آپ اپنا مقدر بن نہ سکے، اِتنا تو کوئی مجبور نہیں

یہ محفل اہلِ دِل ہے یہاں، ہم سب میکش، ہم سب ساقی!
تفریق کریں اِنسانوں میں اِس بزم کا یہ دستور نہیں

جنت بہ نگہ تسنیم بہ لب، انداز اُس کے اے شیخ نہ پوچھ
میں جس سے محبت کرتا ہوں، انساں ہے خیالی حور نہیں

وہ کون سی صبحیں ہیں جن میں بیدار نہیں افسوں تیرا
وہ کون سی کالی راتیں ہیں جو میرے نشے میں چور نہیں

سنتے ہیں کہ کانٹے سے گُل تک ہیں راہ میں لاکھوں ویرانے
کہتا ہے مگر یہ عزم جنوں، صحرا سے گلستاں دُور نہیں

مجروحؔ اُٹھی ہے موجِ صبا، آثار لئے طوفانوں کے
ہر قطرۂ شبنم بن جائے، اِک جوئے رَواں کچھ دُور نہیں

○

آخر غمِ جاناں کو اے دِل، بڑھ کر غمِ دَوراں ہونا تھا
اِس قطرے کو بننا تھا دَریا، اِس موج کو طوفاں ہونا تھا

ہر موڑ پہ مل جاتے ہیں ابھی فردوس و جناں کے شیدائی
تجھ کو تو ابھی کچھ اور حسیں، اے عالمِ اِمکاں ہونا تھا

وہ جس کے گدازِ محنت سے پُر نور شبستاں ہے تیرا
اے شوخ اسی بازو پہ تری زلفوں کو پریشاں ہونا تھا

آتی ہی رہی ہے گلشن میں اب کے بھی بہار آئی ہے تو کیا
ہے یوں کہ قفس کے گوشوں سے اعلانِ بہاراں ہونا تھا

آیا ہے ہمارے ملک میں بھی اِک دَورِ زُلیخائی یعنی
اب وہ غمِ زنداں دیتے ہیں جن کو غمِ زنداں ہونا تھا

اب کھل کے کہوں گا ہر غمِ دل، مجروحؔ نہیں وہ وقت کہ جب
اشکوں میں سنانا تھا مجھ کو، آہوں میں غزل خواں ہونا تھا

O

نگاہِ ساقیِ نامہرباں یہ کیا جانے
کہ ٹوٹ جاتے ہیں خود دِل کے ساتھ پیمانے

ملی جب اُن سے نظر بس رہا تھا ایک جہاں
ہٹی نگاہ تو چاروں طرف تھے ویرانے

حیات لغزشِ پیہم کا نام ہے ساقی!
لبوں سے جام لگا بھی سکوں' خدا جانے

تبسموں نے نکھارا ہے کچھ تو ساقی کے
کچھ اہلِ غم کے سنوارے ہوئے ہیں میخانے

یہ آگ اَور نہیں، دِل کی آگ ہے ناداں
چراغ ہو کہ نہ ہو، جل بجھیں گے پروانے

فریبِ ساقیِ محفل، نہ پوچھیے مجروحؔ
شراب ایک ہے، بدلے ہوئے ہیں پیمانے

○

اب اہلِ درد یہ جینے کا اہتمام کریں
اُسے بھلا کے غمِ زندگی کا نام کریں

فریب کھا کے اُن آنکھوں کا کب تلک اے دل
شرابِ خام پئیں رقصِ نا تمام کریں

غمِ حیات نے آوارہ کر دیا ورنہ
تھی آرزو کہ ترے در پہ صبح و شام کریں

نہ مانگوں بادۂ گلگوں سے بھیک مستی کی
اگر ترے لبِ لعلیں مرا یہ کام کریں

نہ دیکھیں دَیر و حرم سوئے رہروانِ حیات
یہ قافلے تو نہ جانے کہاں قیام کریں

ہیں اِس کشاکشِ پیہم میں زندگی کے مزے
پھر ایک بار کوئی سعیِ نا تمام کریں

○

سکھائیں دستِ طلب کو اَدائے بیباکی
پیامِ زیرِ لبی کو صلائے عام کریں

غلام رہ چکے، توڑیں یہ بندِ رُسوائی
کچھ اپنے بازوئے محنت کا احترام کریں

زمیں کو مل کے سنواریں مثالِ رُوئے نگار
رُخِ نگار سے روشن چراغِ بام کریں

پھر اُٹھ کے گرم کریں کاروبارِ زُلف و جنوں
پھر اپنے ساتھ اُسے بھی اسیرِ دام کریں

مری نگاہ میں ہے اَرضِ ماسکو، مجروح
وہ سرزمیں کہ ستارے جسے سلام کریں

○

دست منعم مری محنت کا خریدار سہی
کوئی دن اور میں رُسوا سربازار سہی

پھر بھی کہلاؤں گا آوارہ گیسوئے بہار
میں ترا دامِ خزاں لاکھ گرفتار سہی

جست کرتا ہوں تو لڑ جاتی ہے منزل سے نظر
حائل راہ کوئی اور بھی دیوار سہی

غیرتِ سنگ ہے ساقی یہ گلوئے تشنہ
تیرے پیمانے میں جو موج ہے تلوار سہی'

میں نے دیکھی ہے اُسی میں غمِ دَوراں کی جھلک
بے خبر رنگ جہاں سے نگہ یار سہی'

ان سے بچھڑے ہوئے مجروح زمانہ گزرا
اب بھی ہونٹوں میں وہی گرمیِ رُخسار سہی'

○

جلوہ گل کا سبب دیدۂ تر ہے کہ نہیں
میری آہوں سے بہاراں کی سحر ہے کہ نہیں

رام گم کردہ ہوں کچھ اُس کو خبر ہے کہ نہیں
اُس کی پلکوں پہ ستاروں کا گزر ہے کہ نہیں

دل سے ملتی تو ہے اِک راہ کہیں سے آ کر
سوچتا ہوں یہ تری راہ گزر ہے کہ نہیں

تیز ہو دستِ ستم دے بھی شراب اے ساقی
تیغ گردن پہ سہی' جام سپر ہے کہ نہیں

میں جو کہتا تھا سو' اے رہبر کوتاہ خرام
تیری منزل بھی مری گردِ سفر ہے کہ نہیں

اہلِ تقدیر! یہ ہے معجزۂ دستِ عمل
جو خزف میں نے اُٹھایا وہ گہر ہے کہ نہیں

دیکھ کلیوں کا چٹکنا' سرِ گلشن صیاد
سب کی اور سب سے جدا اپنی ڈگر ہے کہ نہیں

ہم روایات کے منکر نہیں' لیکن مجروحؔ
زمزمہ سنج مرا خونِ جگر ہے کہ نہیں

○

مجھے سہل ہو گئیں منزلیں وہ ہوا کے رُخ بھی بدل گئے
ترا ہاتھ' ہاتھ میں آ گیا کہ چراغ راہ میں جل گئے

وہ لجائے میرے سوال پر کہ اُٹھا سکے نہ جھکا کے سر
اُڑی زُلف چہرے پہ اِس طرح کہ شبوں کے رَاز مچل گئے

وہی بات جو نہ وہ کہہ سکے' مرے شعر' و نغمہ میں آ گئی
وہی لب نہ میں جنہیں چھو سکا' قدحِ شراب میں ڈھل گئے

وہی آستاں ہے وہی جبیں وہی اَشک' ہے وہی آستیں
دلِ زار تو بھی بدل کہیں کہ جہاں کے طور بدل گئے

تجھے چشم مست پتہ بھی ہے کہ شباب گرمیِ بزم ہے
تجھے چشم مست خبر بھی ہے کہ سب آبگینے پگھل گئے

مرے کام آ گئیں آخرش یہی کاوشیں یہی گردشیں!
بڑھیں اِس قدر مری منزلیں کہ قدم کے خار نکل گئے

○

آ نکل کے میداں میں دورُخی کے خانے سے
کام چل نہیں سکتا اب کسی بہانے سے

عہد انقلاب آیا' دورِ آفتاب آیا
منتظر تھیں یہ آنکھیں جس کی اِک زمانے سے

اب زمین گائے گی' ہل کے ساز پر نغمے
وادیوں میں ناچیں گے ہر طرف ترانے سے

اہل دِل اُگائیں گے خاک سے مہ و انجم
اب گہر سبک ہو گا' جو کے ایک دانے سے

منچلے بنیں گے اب رنگ و بو کے پیراہن
اب سنور کے نکلے گا، حسن کارخانے سے

عام ہو گا اب ہمدم، سب پہ فیض فطرت کا
بھر سکیں گے اب دامن، ہم بھی اِس خزانے سے

میں کہ ایک محنت کش میں کہ تیرگی دشمن
صبح نو عبارت ہے، میرے مسکرانے سے

خودکشی ہی راس آئی، دیکھ بدنصیبوں کو!
خود سے بھی گریزاں ہیں بھاگ کر زمانے سے

اب جنوں پہ وہ ساعت آ پڑی کہ اے مجروحؔ
آج زخم سر بہتر، دل پہ چوٹ کھانے سے

○

دُشمن کی دوستی ہے اب اہلِ وطن کے ساتھ
ہے اب خزاں چمن میں نئے پیرہن کے ساتھ

سر پر ہوائے ظلم چلے، سو جتن کے ساتھ
اپنی کلاہ کج ہے اُسی بانکپن کے ساتھ

کس نے کہا کہ ٹوٹ گیا خنجرِ فرنگ
سینے پہ زخمِ نو بھی ہے داغِ کہن کے ساتھ

جھونکے جو لگ رہے ہیں نسیم بہار کے
جنبش میں ہے قفس بھی اسیرِ چمن کے ساتھ

مجروحؔ قافلے کی مرے داستاں یہ ہے
رہبر نے مل کے لوٹ لیا راہزن کے ساتھ

○

جو سمجھاتے بھی آ کر واعظ برھم تو کیا کرتے
ہم اِس دُنیا کے آگے اُس جہاں کا غم تو کیا کرتے

حرم سے میکدے تک منزل یک عمر تھی ساقی!
سہارا گر نہ دیتی لغزش پیہم تو کیا کرتے

جو مٹی کو مزاجِ گل عطا کر دیں، وہ اے واعظ
زمیں سے دور فکر جنت آدم تو کیا کرتے

سوال اُن کا، جواب اُن کا، سکوت اُن کا، خطاب اُنکا
ہم اُن کی انجمن میں سر نہ کرتے خم تو کیا کرتے

جہاں مجروح دِل کے حوصلے ٹوٹیں نگاہوں سے
وہاں کرتے بھی مرگِ شوق کا ماتم تو کیا کرتے

○

جنوں دل نہ صرف اِتنا کہ اِک گل پیرہن تک ہے
قدو گیسو سے اپنا سلسلہ دارو رسن تک ہے

مگر اے ہم قفس، کہتی ہے شوریدہ سری اپنی
یہ رسم قید و زنداں، ایک دیوار کہن تک ہے

کہاں بچکر چلی اے فصل گل، مجھ آبلہ پا سے
مرے قدموں کی گلکاری بیاباں سے چمن تک ہے

میں کیا کیا جرعۂ خوں پی گیا پیمانۂ دل میں
بلا نوشی مری کیا اِک مئے ساغر شکن تک ہے

نہ آخر کہہ سکا اُس سے مرا حالِ دلِ سوزاں
مہ تاباں کہ جو اُس کا شریک انجمن تک ہے

نوا ہے جاوداں مجروح جس میں رُوحِ ساعت ہو
کہا کس نے مرا نغمہ زمانے کے چلن تک ہے

○

اہلِ طوفاں آؤ، دل والوں کا افسانہ کہیں
موج کو گیسو، بھنور کو چشم جانانہ کہیں

دار پر چڑھ کر لگائیں نعرہ زلف صنم
سب ہمیں باہوش سمجھیں چاہے دیوانہ کہیں

یارِ نکتہ داں کدھر ہے، پھر چلیں اُسکے حضور،
زندگی کو دل کہیں اور دل کو نذرانہ کہیں

تھامیں اُس بت کی کلائی اور کہیں اِسکو جنوں
چوم لیں منہ اور اِسے اندازِ رندانہ کہیں

سرخیٔ مے کم تھی میں نے چھو لیے ساقی کے ہونٹ
سر جھکا ہے، جو بھی اب ارباب میخانہ کہیں

تشنگی ہی تشنگی ہے کس کو کہیے میکدہ
لب ہی لب ہم نے تو دیکھے کس کو پیمانہ کہیں

پارۂ دل ہے وطن کی سرزمیں مشکل یہ ہے
شہر کو ویراں کہیں یا دل کو ویرانہ کہیں

اے رُخِ زیبا بتا دے اور ابھی ہم کب تلک
تیرگی کو شمع ، تنہائی کو پروانہ کہیں

آرزو ہی رہ گئی مجروحؔ کہتے ہم کبھی
اِک غزل ایسی جسے تصویرِ جانانہ کہیں

○

وہ جس پہ تمہیں شمعِ سرِ رَہ کا گماں ہے
اب سر پہ ہمارے کلہِ سنگِ بتاں ہے

اب ہاتھ ہمارے عناں رخش جنوں کی
وہ شعلہ آوارہ' ہماری ہی زباں ہے

بس پھیر کے منہ خار قدم کھینچ رہے تھے
دیکھا تو نہاں قافلۂ ہمسفراں ہے

چبھتے ہی بنی خار صفت پائے خزاں میں
کیا کیجے بہت ہم کو غم لالہ رُخاں ہے

کام آئے بہت لوگ سرِ مقتلِ ظلمات،
اے روشنیٔ کوچۂ دلدار کہاں ہے

اے فصل جنوں ہم کو پڑے شغل گریباں
پیوند ہی کافی ہے اگر جامہ گراں ہے

مجروحؔ کہاں سے گہر گندم و جو لائیں،
اپنی تو گرہ میں یہی چشم نگراں ہے

○

مرے پیچھے یہ تو محال ہے کہ زمانہ گرم سفر نہ ہو
کہ نہیں مرا کوئی نقش پا، جو چراغ راہ گزر نہ ہو

رُخِ تیغ سے جو نہ ہو کبھی، سحر ایسی کوئی نہیں مری
نہیں ایسی ایک بھی شام جو تہِ زُلفِ دَار بسر نہ ہو

مرے ہاتھ ہیں تو ہ گا خود ں اب اپنا ساقی میکدہ
مِ غیر سے تو خدا کرے لبِ جام بھی مرا تر نہ ہو

میں ہزار شکل بدل چکا، چمنِ جہاں میں سن اے صبا
کہ جو پھول ہے ترے ہاتھ میں، یہ مرا ہی لختِ جگر نہ ہو

جنہیں سب سمجھتے ہیں مہر و مہ نہوں صرف چند نقوش پا!
جسے کہتے ہیں کرۂ زمیں' فقط ایک سنگِ سفر نہ ہو

ترے پا زمیں پہ رُکے رُکے' ترا سر فلک پہ جھکا جھکا
کوئی تجھ سے بھی ہے عظیم تر' یہی وہم تجھ کو مگر نہ ہو

شبِ ظلم نرغۂ راہزن سے پکارتا ہے کوئی مجھے
میں فرازِ دار سے دیکھ لوں کہیں کاروانِ سحر نہ ہو

○

ہمیں شعورِ جنوں ہے کہ جس چمن میں رہے
نگاہ بن کے حسینوں کی انجمن میں رہے

تو اے بہارِ گریزاں کسی چمن میں رہے
مرے جنوں کی مہک تیرے پیرہن میں رہے

مجھے نہیں کسی اُسلوبِ شاعری کی تلاش
تری نگاہ کا جادو مرے سخن میں رہے

نہ ہم قفس میں رُکے مثلِ بوئے گل صیاد
نہ ہم مثالِ صبا حلقۂ رسن میں رہے

کھلے جو ہم تو کسی شوخ کی نظر میں کھلے
ہوے گرہ تو کسی زُلف کی شکن میں رہے

سرشک رنگ نہ بخشے تو کیوں ہو بارِ مژہ
لہو حنا نہیں بنتا تو کیوں بدن میں رہے

ہجوم دہر میں بدلی نہ ہم سے وضعِ خرام
گری کلاہ، ہم اپنے ہی بانکپن میں رہے

یہ حکم ہے رہے مٹھی میں بند سیلِ نسیم
یہ ضد ہے بحرِ تپاں کوزۂ کہن میں رہے

زباں ہماری نہ سمجھا یہاں کوئی مجروحؔ
ہم اجنبی کی طرح اپنے ہی وطن میں رہے

○

ہم ہیں متاعِ کوچہ و بازار کی طرح
اُٹھتی ہے ہر نگاہ خریدار کی طرح

اِس کوئے تشنگی میں بہت ہے کہ ایک جام
ہاتھ آ گیا ہے دولتِ بیدار کی طرح

وہ تو کہیں ہے اور مگر دل کے آس پاس
پھرتی ہے کوئی شے نگہِ یار کی طرح

سیدھی ہے راہِ شوق' پہ یونہی کہیں کہیں
خم ہو گئی ہے گیسوئے دِلدار کی طرح

بے تیشۂ نظر نہ چلو راہِ رفتگاں
ہر نقشِ پا بلند ہے دیوار کی طرح

اب جا کے کچھ کھلا ہنرِ ناخنِ جنوں
زخم جگر ہوئے لب و رُخسار کی طرح

مجروحؔ لکھ رہے ہیں وہ اہل وفا کا نام
ہم بھی کھڑے ہوئے ہیں گنہگار کی طرح

○

سوئے مقتل کہ پئے سیر چمن جاتے ہیں
اہل دِل جام بہ کف سر بہ کفن جاتے ہیں

آ گئی فصل جنوں، کچھ تو کرو دیوانو
اَبر، صحرا کی طرف سایہ فگن جاتے ہیں

اُس کو دیکھا نہیں تم نے کہ یہی کوچہ و راہ
شاخِ گل شوخی رفتار سے بن جاتے ہیں

وہ اگر بات نہ پوچھے تو کریں کیا ہم بھی
آپ ہی رُوٹھتے ہیں آپ ہی من جاتے ہیں

بلبلو، اپنی نوا فیض ہے اُن آنکھوں کا
جن سے ہم سیکھنے اندازِ سخن جاتے ہیں

جو ٹھہرتی تو ذرا چلتے صبا کے ہمراہ
یوں بھی ہم روز کہاں سوئے چمن جاتے ہیں

لٹ گیا قافلۂ اہلِ جنوں بھی شاید
لوگ ہاتھوں میں لئے تارِ رسن جاتے ہیں

روک سکتا ہمیں زندانِ بلا کیا مجروحؔ
ہم تو آواز ہیں دیوار سے چھن جاتے ہیں

○

دَست پرخوں کو کفِ دَست نگاراں سمجھے
قتلگہ تھی جسے ہم محفلِ یاراں سمجھے

کچھ بھی دامن میں نہیں خارِ ملامت کے سوا
اے جنوں ہم بھی کسے کوئے بہاراں سمجھے

ٹوٹے دَھاگے ہی سے کرتے ہیں رفو چاکِ جگر
کون بے چارگیِ سینہ فگاراں سمجھے

ہاں وہ بیدرد تو بیگانہ ہی اچھا یارو
جو نہ توقیرِ غمِ دَرد گساراں سمجھے

خندہ زَن اُس پہ رہے حلقہ زنجیر جنوں،
جو نہ کچھ منزلتِ سلسلہ دارَاں سمجھے

آج سے ہم نے بھی زخموں کو تبسم جانا
رَزم کو بزم گہ لالہ عذاراں سمجھے

توڑ دیں ہم جو نہ تلوار تو کہیے مجروحؔ
تیغ زَن کیا ہنرِ زخم شعاراں سمجھے

○

اَدائے طولِ سخن کیا وہ اختیار کرے
جو عرضِ حال بطرزِ نگاہ یار کرے

بہت ہی تلخ نوا ہوں، مگر عزیز وطن
میں کیا کروں جو ترا دَرد بیقرار کرے

ق

قدم کو فیضِ جنوں سے وہ حوصلہ ہے نصیب
جو خارِ راہ کو بھی شمعِ رہگذار کرے

جگائیں ہم سفروں کو، اُٹھائیں پرچم شوق
نہ جانے کب ہو سحر، کون انتظار کرے

مثال ملتی ہے کتنوں کی اُس دِوانے سے
چمن سے دُور جو بیٹھا غم بہار کرے

دیارِ جور میں رستہ ہے اِک یہی وَرنہ
کسے پسند ہے اے دِل کہ سیرِ دار کرے

خدا کرے غمِ گیتی کا پیچ و تاب اے دوست
کچھ اور بھی تری زُلفوں کو تابدار کرے

ستم! کہ تیغِ قلم دیں اُسے جو اے مجروحؔ
غزل کو قتل کرے، نغمے کو شکار کرے

○

ہم کو جنوں کیا سکھلاتے ہو، ہم تھے پریشاں تم سے زیادہ
چاک کیے ہیں ہم نے عزیزو، چار گریباں تم سے زیادہ

چاک جگر محتاج رفو ہے، آج تو دامن صرف لہو ہے
اِک موسم تھا ہم کو رہا ہے، شوق بہاراں تم سے زیادہ

عہدِ وفا یاروں سے نبھائیں، نازِ حریفاں، ہنس کے اُٹھائیں
جب ہمیں ارماں تم سے سوا تھا، اب ہیں پشیماں تم سے زیادہ

ہم بھی ہمیشہ قتل ہوئے اور تم نے بھی دیکھا دور سے لیکن
یہ نہ سمجھنا ہم کو ہوا ہے، جان کا نقصاں تم سے زیادہ

جاؤ تم اپنے بام کی خاطر، ساری لویں شمعوں کی کتر لو
زخم کے مہر و ماہ سلامت جشن چراغاں تم سے زیادہ

دیکھ کے اُلجھن زُلف دوتا کی، کیسے الجھ پڑتے ہیں ہوا سے
ہم سے سیکھو، ہم کو ہے یارو، فکر نگاراں، تم سے زیادہ

زنجیر و دیوار ہی دیکھی تم نے تو مجروحؔ، مگر ہم
کوچہ کوچہ دیکھ رہے ہیں، عالم زنداں تم سے زیادہ

○

چمن ہے مقتلِ نغمہ اب اور کیا کہیے
بس اِک سکوت کا عالم جسے نوا کہیے

اسیرِ بندِ زمانہ ہوں صاحبانِ چمن
مری طرف سے گلوں کو بہت دُعا کہیے

یہی ہے جی میں کہ وہ رفتہ تغافل و ناز
کہیں ملے تو وہی قصۂ وفا کہیے

اُسے بھی کیوں نہ پھرا اپنے دِل زبوں کی طرح
خرابِ کاکل و آوارۂ ادا کہیے

یہ کوئے یار، یہ زنداں، یہ فرش میخانہ
اِنہیں ہم اہلِ تمنا کے نقشِ پا کہیے

وہ ایک بات ہے کہیے طلوعِ صبح نشاط
کہ تابشِ بدن و شعلۂ حنا کہیے

وہ ایک حرف ہے کہیے اُسے حکایت زُلف
کہ شکوۂ رسن و بندش بلا کہیے

رہے نہ آنکھ تو کیوں دیکھیے ستم کی طرف
کٹے زبان تو کیوں حرفِ ناروا کہیے

پکاریئے کفِ قاتل کو اب معالجِ دِل
بڑھے جو ناخنِ خنجر، گرہ کشا، کہیے

پڑے جو سنگ تو کہیے اُسے نوالہ زَر
لگے جو زخم بدن پر اُسے قبا، کہیے

فسانہ جبر کا یاروں کی طرح کیوں مجروحؔ
مزہ تو جب ہے کہ جو کہیے برملا کہیے

○

جلا کے مشعلِ جاں ہم جنوں صفات چلے
جو گھر کو آگ لگائے ہمارے سات چلے

دیارِ شام نہیں ' منزلِ سحر بھی نہیں
عجب نگر ہے یہاں دِن چلے نہ رات چلے

ہمارے لب نہ سہی وہ دَہان زخم سہی!
وہیں پہنچتی ہے یارو کہیں سے بات چلے

ستونِ دار پہ رکھتے چلو سروں کے چراغ
جہاں تلک یہ ستم کی سیاہ رات چلے

ہوا اسیر کوئی ہمنوا تو دُور تلک!
بپاسِ طرزِ نوا ہم بھی ساتھ سات چلے

بچا کے لائے ہم اے یار پھر بھی نقدِ وفا
اگرچہ لٹتے رہے رہزنوں کے ہات چلے

پھر آئی فصل کہ مانند برگ، آوارہ
ہمارے نام گلوں کے مراسلات چلے

قطارِ شیشہ ہے یا کاروان ہمسفراں
خرام جام ہے یا جیسے کائنات چلے

بلا ہی بیٹھے جب اہلِ حرم تو اے مجروحؔ
بغل میں ہم بھی لئے اِک صنم کا ہات چلے

○

ہوں جو سارے دست و پا ہیں خوں میں نہلائے ہوئے
ہم بھی ہیں اے دل بہاراں کی قسم کھائے ہوئے

ق

خبط ہے اے ہم نشین عقلِ حریفانِ بہار
ہے خزاں اِن کی اِنھیں آئینہ دکھلائے ہوئے

کیا ہے ذکر آتش و آہن کہ غدارانِ گل!
مارتے ہیں ہاتھ انگاروں پہ گھبرائے ہوئے

زندگی کی قدر سیکھی ، شکریہ تیغ ستم
ہاں ہمیں تھے کل تلک جینے سے اُکتائے ہوئے

سیر ساحل کر چکے اے موجِ ساحل سر نہ مار
تجھ سے کیا بہلیں گے طوفانوں کے بہلائے ہوئے

ق

ہے یہی اِک کاروبارِ نغمہ و مستی کہ ہم
یا زمیں پر، یا سرِ افلاک ہیں چھائے ہوئے

ساز اُٹھایا جب تو گرماتے پھرے ذرّوں کے دل
جام ہاتھ آیا تو مہر و مہ کے ہمسائے ہوئے

دشت و دَر بننے کو ہیں مجروحؔ میدانِ بہار
آ رہی ہے فصلِ گل پرچم کو لہرائے ہوئے

○

جس دم یہ سنا ہے صبح وطن محبوس فضائے زنداں میں
جیسے کہ صبا، اے ہم قفسو، بیتاب ہم آئے زنداں میں

ہو تیغ اثر زنجیرِ قدم، پھر بھی ہیں نقیبِ منزل ہم،
زخموں سے چراغِ راہ گزر بیٹھے ہیں جلائے زنداں میں

صد چاک قبائے امن وسکوں، عریاں ہے اہنسائی کا جنوں
کچھ خوں سے شہیدوں نے اپنے وہ گُل ہیں کھلائے زنداں میں

یہ جبر سیاست، یہ انساں، مظلوم آہیں، مجبور فغاں،
زخموں کی مہک، داغوں کا دھواں، مت پوچھ فضائے زنداں میں

غیروں کی خلش، اپنوں کی لگن، سوزِ غم جاناں، دردِ وطن
کیا کہیے کہ ہم ہیں کس کس کو سینے سے لگائے زنداں میں

گل بنتی ہے شاید خاک وطن، شاید کہ سفر کرتی ہے خزاں
خوشبوئے بہاراں ملتی ہے کچھ دن سے ہوائے زنداں میں

....

مجرم تھے جو ہم سو قید ہوئے صیاد مگر اب یہ تو بتا
ہر وقت یہ کس کو ڈھونڈتے ہیں دیوار کے سائے زنداں میں

جسموں پہ یہ کس کا نام سیہ لکھ دیتے ہیں کوڑوں کے نشاں،
ہیں تاک میں کس کی زنجیریں، اب آنکھ لگائے زنداں میں

....

رفتار زمانہ لے جن کی، گیتی ہے گل نغمہ جن کا!
ہم گاتے ہیں اُن آوازوں سے آواز ملائے زنداں میں

نذرِ سوویت یونین

شمعِ زنداں، مجھے ہر گلبدنِ سرخ ترا
میں تو دیوانہ ہوں، اے انجمنِ سرخ ترا

ہوں میں آلودہ خوں، پھر بھی مرا شوق تو دیکھ،
اب مرے تن پہ بھی ہے پیرہنِ سرخ ترا

تو بھی دیکھے تو یہ اب ہو نہ سکے گا معلوم
میرے سینے میں ہے دل یا وطنِ سرخ ترا

○

مطلوبِ نظر تب چہرہ تھا مقصودِ حیات اب غم ہے ترا
اِب تو بھی کہیں مل جائے تو شاید نہ تجھے پہچان سکوں

○

گو رات مری صبح کی محرم تو نہیں ہے
سورج سے ترا رنگ حنا کم تو نہیں ہے

کچھ زخم ہی کھائیں چلو کچھ گل ہی کھلائیں
ہر چند بہاراں کا یہ موسم تو نہیں ہے

چاہے وہ کسی کا ہو لہو دامن گل پر
صیاد یہ کل رات کی شبنم تو نہیں ہے

اتنی بھی ہمیں بندش غم کب تھی گوارا
پردے میں تری کاکل پرخم تو نہیں ہے

اب کارگہِ دہر میں لگتا ہے بہت دل
اے دوست کہیں یہ بھی ترا غم تو نہیں ہے

صحرا میں بگولا بھی ہے مجروحؔ صبا بھی
ہم سا کوئی آوارۂ عالم تو نہیں ہے

○

بنام کوچہ دل دار گل برسے کہ سنگ آئے
ہنسا ہے چاک پیراہن نہ کیوں چہرے پہ رنگ آئے

بچاتے پھرتے آخر کب تلک دست عزیزاں سے
اُنھیں کو سونپ کر ہم تو کلاہ نام و ننگ آئے

ہنسو مت اہل دِل اپنی سی جانو بزم خوباں میں
چلے آئے ادھر ہم بھی بہت جب دل سے تنگ آئے

کہاں صحن چمن میں بات کوئے سرفروشاں کی
اِدھر سے سادہ رُو نکلے ادھر سے لالہ رنگ آئے

کرو مجروحؔ تب دارورسن کے تذکرے ہم سے
جب اُس قامت کے سائے میں تمہیں جینے کا ڈھنگ آئے

○

آ ہی جائے گی سحر، مطلعِ اِمکاں تو کھلا
نہ سہی بابِ قفس، روزنِ زنداں تو کھلا

لے کے آئی تو صبا اُس گل چینی کا پیام
وہ سہی زخم کی صورت لب خنداں تو کھلا

سیل رنگ آ ہی رہے گا، مگر اے کشت چمن
ضرب موسم تو پڑی بند بہاراں تو کھلا

دِل تلک پہنچے نہ پہنچے، مگر اے چشم حیات،
بعد مدت کے ترا پنجہ مژگاں تو کھلا

''دَرد کا دَرد سے رشتہ'' چلو اے مجروحؔ
آج یاروں سے یہ اِک عقدہ آساں تو کھلا

○

اس باغ میں وہ سنگ کے قابل کہا نہ جائے
جب تک کسی ثمر کو مرا دِل کہا نہ جائے

شاخوں پہ نوکِ تیغ سے کیا کیا کھلے ہیں پھول
اندازِ لالہ کاریِ قاتل کہا نہ جائے

کس کے لہو کے رنگ ہیں یہ خارِ شوخ رنگ
کیا گل کتر گئی رہِ منزل کہا نہ جائے

باراں کے منتظر ہیں سمندر پہ تشنہ لب
احوالِ میزبانیِ ساحل کہا نہ جائے

میرے ہی سنگ و خشت سے تعمیرِ بام و در
میرے ہی گھر کو شہر میں شامل کہا نہ جائے

زنداں کھلا ہے جب سے ہوئے ہیں رہا اسیر
ہر گام ہے وہ شورِ سلاسل کہا نہ جائے

ہم اہلِ عشق میں نہیں حرفِ گنہ سے کم
وہ حرفِ شوق جو سرِ محفل کہا نہ جائے

جس ہاتھ میں ہے تیغِ جفا اس کا نام لو
مجروحؔ سے تو سائے کو قاتل کہا نہ جائے

○

وہ تو گیا ' یہ دیدۂ خونبار دیکھیے
دامن پہ رنگ پیرہن یار دیکھیے

دِکھلا کے وہ تو لے بھی گیا شوخی خرام
اَب تک ہیں رقص میں در و دیوار دیکھیے

اُکتا کے ہم نے توڑی تھی زنجیر نام و ننگ
اَب تک فضا میں ہے وہی جھنکار دیکھیے

سینے میں چھپ گیا ہے طلوع سحر کے ساتھ
اُب شاخِ دِل پہ وہ گل رخسار دیکھیے

برق تپیدہ ، بادِ صبا ، شعلہ اور ہم
ہیں کیسے کیسے اس کے گرفتار دیکھئے

پہلے بھی تیز رو تھے پر اُس دلنشیں کے ساتھ
یہ چشم نم یہ مستی رفتار دیکھئے

مجروحؔ کے لبوں سے یہ خوشبو نہ جا سکی
بخشی جو اس نے دولت بیدار دیکھئے

○

داغ سے مہکی ہوئی زخموں سے لالہ پیرہن
کس قدر ملتی ہے شاخِ درد سے شاخِ چمن

فرشِ گل، مینائے مے، شمعِ سحر، سازِ سخن
سب اُٹھے لیکن نہ اُٹھا میں خراب انجمن

مژدہ اے یارانِ تشنہ دل [illegible] پھوٹا پھر لہو،
اے شب تار عزیزاں پھر جلا داغِ کہن

ساز میں یہ شورشِ غم لائے مطرب کس طرح
اُس کی دُھن پابند نے نغمہ ہمارا نے شکن

دیکھئے کب تک بلائے جاں رہے اک حرف شوق
دِل حریص گفتگو اور چشم خوباں کم سخن

سچ تو ہے مجروحؔ نے اُس گل سے کچھ پیماں لئے
یہ خبر لیکن کہاں سے لے اُڑا مرغِ چمن

○

خنجر کی طرح بوئے سمن تیز بہت ہے
موسم کی ہوا اَب کے جنوں خیز بہت ہے

راس آئے تو ہے چھاؤں بہت برگ و شجر کی
ہاتھ آئے تو ہر شاخ ثمر ریز بہت ہے

لوگو مری گل کاری وحشت کا صلہ کیا
دیوانے کو اِک حرف دِل آویز بہت ہے

منعم کی طرح پیر حرم پیتے ہیں وہ جام
رِندوں کو بھی جس جام سے پرہیز بہت ہے

مصلوب ہوا کوئی سر راہ تمنا
آواز جرس پچھلے پہر تیز بہت ہے

مجروحؔ سنے کون تری تلخ نوائی
گفتار عزیزاں شکر آمیز بہت ہے

برطرح سراج اورنگ آبادی
''چاندی دودھ سی چھٹکی ہے مرے آنگن میں'' سراؔج

○

آبلہ پا کوئی گزرا تھا جو پچھلے سن میں
سرخ کانٹوں کی بہار آئی ہے اب کے بن میں

دیکھنا رنگ بدن یار کے پیراہن میں
چاندنی دودھ سی چھٹکی ہے مرے آنگن میں

دیکھنا دیدہ ورو آمد طوفان تو نہیں
ٹپکی ہے درد کی ایک بوند مرے دامن میں

میں ہم آغوش صنم تھا مگر اے پیر حرم
یہ شکن کیسے پڑی آپ کے پیراہن میں

کچھ نہ کچھ آج اسیروں نے کہا تو ہے ضرور
ایک اِک گل سے لپٹتی ہے صبا گلشن میں

سہل اتنے بھی نہیں اے ستم ایجاد کہ ہم
تھام لیتے ہیں گریبان دوانے پن میں

سر تسلیم نہیں بازوئے قاتل کا جواب
آخرش مارے گئے خود بھی مسیحا ان میں

جا رہے ہو تو ذرا دیکھنا تم بھی مجروحؔ
میری آنکھیں وہیں زنداں کے کسی روزن میں

○

مجھ سے کہا جبریلِ جنوں نے یہ بھی وحیِ الٰہی ہے
مذہب تو بس مذہب دل ہے باقی سب گمراہی ہے

وہ جو ہوئے فردوس بدر تقصیر تھی وہ آدم کی مگر
میرا عذاب در بدری میری ناکردہ گناہی ہے

سنگ تو کوئی بڑھ کے اٹھاؤ شاخ ثمر کچھ دُور نہیں
جس کو بلندی سمجھے ہو' ان ہاتھوں کی کوتاہی ہے

پھر کوئی منظر' پھر وہی گردش کیا کیجئے اے کوئے نگار
میرے لئے زنجیر گلو میری آوارہ نگاہی ہے

بہر خدا خاموش رہو، بس دیکھتے جاؤ اہلِ نظر
کیا لغزیدہ قدم ہیں اُس کے کیا دُزدیدہ نگاہی ہے

دِید کے قابل ہے تو سہی مجروح تری مستانہ روی
گرد ہوا ہے رخت سفر رستے کا شجر ہمراہی ہے

لتا منگیشکر کے نام

مجھ سے چلتا ہے سر بزم سخن کا جادو
چاند لفظوں کے نکلتے ہیں مرے سینے سے

میں دکھاتا ہوں خیالات کے چہرے سب کو
صورتیں آتی ہیں باہر مرے آئینے سے

ہاں مگر آج مرے طرز بیاں کا یہ حال
اجنبی کوئی کسی بزم سخن میں جیسے

وہ خیالوں کے صنم اور وہ الفاظ کے چاند
بے وطن ہو گئے اپنے ہی وطن میں جیسے

پھر بھی کیا کم ہے جہاں رنگ نہ خوشبو ہے کوئی
تیرے ہونٹوں سے مہک جاتے ہیں افکار مرے

میرے لفظوں کو جو چھو لیتی ہے آواز تری
سرحدیں توڑ کے اڑ جاتے ہیں اشعار مرے

تجھ کو معلوم نہیں یا تجھے معلوم بھی ہو
وہ سیہ بخت جنہیں غم نے ستایا برسوں

ایک لمحے کو جو سن لیتے ہیں نغمہ تیرا
پھر اُنھیں رہتی ہے جینے کی تمنا برسوں

جس گھڑی ڈُوب کے آہنگ میں تو گاتی ہے
شاعری پڑھتی ہے سازوں کی صدا تیرے لئے

دم بدم خیر مناتے ہیں تری چنگ و رَباب
سینۂ نے سے نکلتی ہے دُعا تیرے لئے

نغمہ و ساز کے زیور سے رہے تیرا سنگار
ہو تری مانگ میں تیرے ہی سروں کی افشاں'

تیری تانوں سے تری آنکھ میں کاجل کی لکیر
ہاتھ میں تیرے ہی گیتوں کی حنا ہو رخشاں'

نوحہ سجاد ظہیر

دوستو پھینک دو اب ہاتھ سے قرطاس و قلم
ناخن غم سے کرو لوح جگر پر تحریر

نقش غم، روزِ ازل سے ہے جو میراث اپنی
اپنا سرمایہ یہی بنتی بگڑتی تصویر

ورق انجم پہ نہیں دیدہ حیراں سے کہو
ذرہ خاک پہ لکھی ہے بشر کی تقدیر

سوجھتا ہی نہیں کچھ تو ہی بتا دیدۂ تر
ظلمت خاک میں غلطاں ہے یہ کس کی تنویر

آہ وہ ہاتھ کہاں ہے کہ اُسے چوم تو لیں
جس کے اِک جام سے میخانے ہوئے ہیں تعمیر

چمن دہر سے، کانٹوں کی رِدا اوڑھے ہوئے
کون سے دیس سدھارا وہ بہاروں کا سفیر

خاک رُخسار پہ مل اے گل خورشید سحر
توڑ دے آئینہ شام کو اے ماہ منیر

لے گیا دست اجل چھین کے دیوانوں سے
ایسا غم خوارِ جنوں روئے گی جس کو زنجیر

خامشی اس کی نسیم سحری تھی گویا
بے قراروں کو گھنی چھاؤں تھی اس کی تقریر

بھر گیا لالہ و گل سے جسے جانے والا
اب وہی راہ گزر لگتی ہے زخموں کی لکیر

شاید آوارہ رکھے اور ابھی خواب سحر
گردِ مژگاں ہی رہے خواب سحر کی تعبیر

نقش دیوار سے خاموش ہیں ارباب سخن
صوت افسردہ ہے الفاظ و معانی دِلگیر

اشک آلودہ ہوئی میری غزل اُس کے بعد
نام نغمے کا ہوا نوحہ سجاد ظہیر

گلگشت

یہ سوچا چل کے ارضِ کاشمر پر
پھروں اِک بار میں بھی ہو کے سرمست

وہاں پہنچا تو دیکھا وادیِ گل
خزاں کے رنگ ہیں بالا ہو یا پست

خس و خاشاک بکھرے ہیں چمن میں
نہ کشتِ گل نہ سبزے کا دروبست

اُگے ہیں چار سو پودوں کے مانند
کہیں پر سر کہیں پر بازو و دَست

سپاہ امن ، لشکر تا بہ لشکر
پڑی ہے چشمہ خوں پر سیہ مست

عجب آوازِ گریہ تھی فضا میں
لگا سینے دِل ، کر جائے گا جست

میں اس نظارہ حیرت میں گم تھا
اچانک بول اُٹھے اِک میرے ہمدست

اگر فردوس بر رُوئے زمین اَست
ہمیں اَست وہمین اَست وہمین اَست

قلم

جس فارسی شعر پر اس نظم کی بنیاد ہے اس کے لئے اردو میں اگر دو چار قافیے ہیں بھی تو انتہائی مجہول قسم کے اس لئے مثلث ٹیپ کے مصرعوں میں ''م'' کا التزام کافی سمجھتا ہوں۔ مجروحؔ

قلم گوید کہ من شاہ جہانم　　قلم کش رابدولت رسانم

۱

یہ ساز اولیں دست ازل کا
یہ کاتب عشق کی پہلی غزل کا
نگارِ علم کا پہلا یہ محرم

۲

در: بام حرم پیدا اسی سے
جمال بت جہں آرا اسی سے
اِسی کا جلوہ نقش ابن حریم

(ابھوج پتر اور دوسرے اثار قدیم اور ان کے نقوش وحروف)

۳

زبان دی اس نے برگ بے زباں کو
لب گفتار سنگ و استخواں کو
لکیروں کو اَدائے رقص پیہم

۴

بنا دے حرف یہ وقت رواں کو
ورق پر نقش کر دے رفتگاں کو
قلم کرتا ہے کارِ اسم اعظم

۵

یہی تو شمع ہے بزم جہاں میں
یہی چوب جرس ہر کارواں میں
یہی جادہ بہ منزل گاہِ عالم

۶

خم حرف اِس کا محراب ہنر ہے
سیاہی سرمہ اہل نظر ہے
جو نقطہ ہے وہ خالِ روئے آدم

۷

اگر دست سعادت میں ہے مامون
نمو کرتا ہے مثل شاخ زیتون
بیاض شعلہ پہ لکھتا ہے شبنم

۸

یہ انسان جو امیر بحر و بر ہے
قلم لے لو تو پل میں جانور ہے
کسی بن میں کہیں کرتا پھرے رم

۹

یہ نکتہ سربراہوں کو بتاؤ
یہ مصرعہ کج کلاہوں کو سناؤ
قلم شمشیر پر بھی ہے مقدم
قلم گوید کہ من شاہ جہانم
قلم کش رابدولت می رسانم

۳

مگر اہل قلم کی خود یہ توقیر
جسے دیکھو وہی عبرت کی تصویر
کرے تاریخ بھی کس کس کا ماتم
فلاطوں وارسطوں شیخ و[1] رازی
خرد نے جن سے پائی سرفرازی
سر اُن کے بھی کسی دربار میں خم
وہ فردوسی و سعدی ہوں کہ خسرو
بہت دیکھی ہے ان کی بھی قلمرو
خود آوارہ، بساطِ رزق درہم
جناب میر و سودا مثلِ غالب
رہے نانِ شبینہ ہی کے طالب
سبھی کے ہاتھ اِک لقمہ رہا کم
نشانِ عہدِ حاضر جوش و اقبال
نہ بدلا ان کی صبح و شام کا حال
قلم ان کے بدل دیتے تھے موسم

[1] شیخ بوعلی سینا انہیں شیخ ہی کہتے ہیں۔ (مجروح)

غرض ارباب دانش اے خداوند
کہاں تک جنس بازاری کے مانند
قلم کو بیچ کر کھاتے رہیں غم
گئی شاہی تو اب ہے زخم خواری
ہماری چارہ جو' سرمایہ داری
لہو لیتی ہے تب دیتی ہے مرہم
قلم کو کہیے کیا اس دست بد میں
عصائے خضر ہے گویا لحد میں
کہ افعی ہے کف وحشی میں برہم
کہاں صنعت میں اس پر فن کی تمثیل
قلم ہی میں قلم کی گاڑ کر کیل
بناتی ہے صلیب ابن آدم
نہ پہچانا جو داغ اپنے لہو کا
نہیں کھینچا جو دامن فتنہ جو کا
تو پھر کیا ہے علاج چشم پرنم

نظم

بہ تشکر مودت نامہ مولانا جمیل احمد صاحب وہم بجواب آنجناب و بجواب نظم مولانا محمود الحسن صاحب بھولے پوری) سوال تھا کہ میں قلم کی تعریف بیکار نہ کروں، بلکہ محرک قلم یعنی ذات یار کی تعریف کروں۔

بنام من چہ فرخندہ نوائے
چواز باغ خرد موج ہوائے
بوجد آوردہ گل بانگ قلم را
چوگل وا کردہ اوراق دلم را
زہے آں مکتب عالی نشانم
فلک از نسبتش ادنیٰ مکانم
کلام من کہ دو جورا نہ یرزے
بفیضش بر گہر ہا خندہ ورزے
چو دشت جہل سازد سر گرانم
بگیرد سایہ اش ہر جا کہ مانم
شدہ ہمدوش نامہ یک ورق ہم
مزیں بانگار شہائے خرم
سراید حمد باری کلک محمود
چگو نہ "بالقلم"، تعلیم فرمود

که انسانے زخود حرفے نا سنجد
بغیر[۱] اذن اوذرّہ نہ جنبد

○

بہ حرف ولفظ اے بے پا و بے دست
مگوئی ایں طراز پیر روم است

مخواہ از حرف ظاہر معنی کل
ورائے برگ دارا انگبیں گل!

تراکر دند چودر بند تقدیر
تو ہم آزاد گشتی تا بہ زنجیر

مشیت رامدہ نامے چوعاماں
زاول تابہ آخر جبر ساماں

ہماں ساعت کہ از مادر ترازاد
زہر قوت سپرد و کرد آزاد

چو[۲] گوئی پیش من دو چار کار است
ہمیں گفتن دلیل اختیار است

(۱ مصرعہ مولانا محمود) ۲ شعر رومی

○

ایں کہ فرداں یا ایں کنم
ایں دلیل اختیار است اے صنم

جملہ قران امرونہی است وعید
امر کردن سنگ مرمر را کہ دید

ایضاً

چوں بہ استدلال کار دیں بدے
فخر رازی راز دار دیں بدے

ترا در فعل خود مختار گفتند
بہ قرآں نقش امرونہی بستند

چرا ایں امر و ایں نہی است بارے
بہ او کو نیست صاحب اختیارے

پس اے غواصِ دریائے معانی
بشر را محض مجبورے مدانی

از دمن ہم از و نطق و سخن ہست
مگر اینہا کہ من گویم ز من ہست

رقم کن مصرعہ ام بر طبع سادہ
قلم سازیست در دست ارادہ

....

مگر ایں شور بیدادے دگر ہست
ضمیر من بفریاد دگر ہست

مپرس از اہل دانش من چہ بینم
کہ اشک خوں چکد از آستینم

یکے از غاصبے امداد خواہے
یکے رار ہزنے دولت پناہے

یکے از بہر نانے با رُخ زرد
چو من خامہ فروشی رائیگاں کرد

نظام زر نہ کے کرد اے عزیزاں
بہ توہین قلم توہین انساں

نظام زر ہمین است اے برادر
بخون صد ارسطو یک سکندر!

....

اگر از چشم حق بینی عزیزم
ہر اہل خامہ در خرگاہ عالم

نہ تنہا مومنے کافر نہ تنہا
ہمہ گوئندہ زریں سخن ہا

از آنہا طرفہ کہ صد آفتابے
فتادہ برزمیں ہمچو شہابے

عصائے فقر از جور حریفاں
چو بودے اہل خانہ رانگہباں

بہ زنداں بوحنیفہؒ نے شدے پیرا
نہ سرہندیؒ بہ زنجیر جہانگیر

(ابرسم استعارہ)

بسوئے خیر ایں مردان عالم
بہ رفتندے براہ کر بلا ھم

بہ جنبش خنجر باطل چو دیدند
بہ رُو دامان استغنا کشید ند

علیؓ چوں محض استغنا نمودے
حدیث ذوالفقار افسانہ بودے

تبر ''تسلیم'' رانا ید منافی
کہ عاشق ہم کندخارا شگافی

جواب ظلم اے فرہاد پیشہ
پئے خسرو صدائے ضرب تیشہ

○

مہ و خورشید بھی ساغر بکف ہو کر اُتر آئے
بوقت بادہ نوشی جب نچوڑی آستیں میں نے

وہ بعد عرض مطلب' ہائے رے شوق جواب اپنا
کہ وہ خاموش تھے اور کتنی آوازیں سنیں میں' نے

○

کس کس کو ہائے تیرے تغافل کا دوں جواب
اکثر تو رہ گیا ہوں جھکا کر نظر کو میں

اللہ رے وہ عالمِ رخصت، کہ دیر تک
تکتا رہا ہوں یوں ہی تری رہ گزر کو میں

یہ شوق کامیاب، یہ تم، یہ فضا، یہ رات
کہہ دو تو آج روک دوں بڑھ کر سحر کو میں

○

میرے سامنے والی کھڑکی میں
اک چاند کا ٹکڑا رہتا ہے
افسوس یہ ہے کہ وہ مجھ سے
کچھ اکھڑا اکھڑا رہتا ہے
جس روز سے دیکھا ہے اس کو ہم شمع جلانا بھول گئے
دل تھام کے ایسے بیٹھے ہیں کہیں آنا جانا بھول گئے
اب آٹھ پہر ان آنکھوں میں
وہ چنچل مکھڑا رہتا ہے
میرے سامنے والی کھڑکی میں
اک چاند کا ٹکڑا رہتا ہے
برسات بھی آ کر چلی گئی بادل بھی گرج کر برس گئے
ارے اس کی ایک جھلک کو اے حسن کے مالک ترس گئے
کب پیاس بجھے گی آنکھوں کی
دن رات یہ دُکھڑا رہتا ہے
میرے سامنے والی کھڑکی میں

فلم: دل ول پیار ویار　　آواز: شان　　موسیقی: آر ڈی برمن

○

اب تو ہے تم سے ہر خوشی اپنی
تم پہ مرنا ہے زندگی اپنی

جب ہو گیا تم پہ یہ دل دیوانہ
پھر چاہے جو بھی کہہ لے زمانہ
کوئی بنائے باتیں چاہے اب جتنی
اب تو ہے تم سے ہر خوشی اپنی

تیرے پیار میں بدنام دور دور ہو گئے
تیرے ساتھ ہم بھی صنم مشہور ہو گئے
دیکھو کہاں لے کے جائے بیخودی اپنی
اب تو ہے تم سے ہر خوشی اپنی

فلم: ابھیمان　　آواز: لتا　　موسیقی: ایس ڈی برمن

○

تو نے او رنگیلے کیسا جادو کیا
پیا پیا بولے متوالا جیا
بانہوں میں چھپا کر یہ کیا کیا
او متوالے پیا.........تو نے او رنگیلے کیسا جادو کیا
پاس بلا کے گلے سے لگا کے تو نے بدل ڈالی ہے دنیا
نئے ہیں نظارے نئے اشارے رہی نہ وہ کل والی دنیا
سپنے دکھا کے یہ کیا کیا تو نے او رنگیلے کیسا جادو کیا
پیا پیا بولے ....
او میرے ساجن کیسی یہ دھڑکن شور مچانے لگی ہے من میں
جیسے لہرائے ندیا کا پانی لہرا اٹھے مورے من میں
مجھ میں سما کے یہ کیا کیا'
تو نے او رنگیلے کیسا جادو کیا
پیا پیا بولے ....

فلم: قدرت　　آواز: لتا　　موسیقی: آر ڈی برمن

○

میری دنیا لٹ رہی تھی اور میں خاموش تھا
ٹکڑے ٹکڑے دل کے چنتا کس کو اتنا ہوش تھا

آنکھ میں آنسو نہ تھے اور جل رہا تھا دل جگر
رو رہی تھیں حسرتیں چپ چاپ تھا میں بے خبر
کیسے آتا ہوش میں جو پہلے ہی بے ہوش تھا
ٹکڑے ٹکڑے ....

یہ حقیقت ہے اسے سمجھے نہ افسانہ کوئی
جب لٹا کوچے میں ان کے جا کے دیوانہ کوئی
یہ زمیں چپ چاپ تھی اور آسماں خاموش تھا
ٹکڑے ٹکڑے ....

کارواں دل کا لُٹا بیٹھا ہوں منزل کے قریب
میں نے خود کشتی ڈبوئی جا کے ساحل کے قریب
کیا میں کرتا میں شرابِ عشق سے مدہوش تھا
ٹکڑے ٹکڑے ....

فلم: مسٹر اینڈ مسز 55   آواز: محمد رفیع   موسیقی: او-پی-نیر

○

مجھے دردِ دل کا پتہ نہ تھا
مجھے آپ کس لئے مل گئے

میں اکیلے یونہی مزے میں تھا
مجھے آپ کس لئے مل گئے

یونہی اپنے اپنے سفر میں گم
کہیں دور میں کہیں دور تم
چلے جا رہے تھے جدا جدا
مجھے آپ کس لئے مل گئے

نہ میں چاند ہوں کسی شام کا
نہ چراغ ہوں کسی بام کا
میں تو راستے کا ہوں اک دِیا
مجھے آپ کس لئے مل گئے

مجھے دردِ دل کا پتہ نہ تھا
مجھے آپ کس لئے مل گئے

فلم: آکاش دیپ آواز: محمد رفیع موسیقی: چترگپت

○

اکیلا ہوں میں اس دنیا میں
کوئی ساتھی ہے تو میرا سایہ
نہ تو پروانہ اور نہ دیوانہ میں کسی محفل کا
سونی سونی راہیں تھامتی ہیں بانہیں غم کی منزل کا
میں تو ہوں راہی دل کا کوئی ساتھی ہے تو میرا سایہ
جیسے کبھی پیارے جھیل کے کنارے ہنس اکیلا نکلے
ویسے ہی دیکھو جی، یہ من موجی، موجوں کے سینے پہ چلے
چاند ستاروں کے تلے کوئی ساتھی ہے تو میرا سایہ
اتنا نہ جانا، کوئی بیگانہ، ساتھ چلے گا کتنا
ڈگر مڑی تو دھول اڑی تو ٹوٹ گیا وہ سپنا
بھول گیا میں اتنا کوئی ساتھی ہے تو میرا سایہ
اکیلا ہوں میں اس دنیا میں
کوئی ساتھی ہے تو میرا سایہ

فلم: بات ایک رات کی آواز: محمد رفیع موسیقی: ایس ڈی برمن

○

یوں تو آپس میں بگڑتے ہیں خفا ہوتے ہیں
ملنے والے کہیں الفت میں جدا ہوتے ہیں

ہیں زمانے میں عجب چیز محبت والے
درد خود بنتے ہیں خود اپنی دوا ہوتے ہیں

حال دل مجھ سے نہ پوچھو مری نظریں دیکھو
راز دل کے تو نگاہوں سے ادا ہوتے ہیں

ملنے کو یوں تو ملا کرتی ہیں سب سے آنکھیں
دل کے آ جانے کے انداز جدا ہوتے ہیں

ایسے ہنس ہنس کے نہ دیکھا کرو سب کی جانب
لوگ ایسی ہی اداؤں پہ فدا ہوتے ہیں

فلم: انداز　　گلوکار: محمد رفیع　　موسیقی: نوشاد

○

نگاہیں بھی ملا کرتی ہیں اور دل، دل سے ملتا ہے
مگر اک چاہنے والا بڑی مشکل سے ملتا ہے
ٹوٹے نہ دل ٹوٹے نہ۔ ساتھ ہمارا چھوٹے نہ.......

تیری تمنا کرتا ہوں میں
دل کا خزانہ بھرتا ہوں میں
راہ اکیلی ڈرتا ہوں میں
کوئی لیٹرا لوٹے نہ........دل ٹوٹے نہ ساتھ ہمارا چھوٹے نہ

غم ہے کہیں تو ساتھ نہ چھوڑے
دل نہ دکھائے منہ کو نہ موڑے
آس دلا کے آس نہ توڑے
بن کے نصیبا پھوٹے نہ......دل ٹوٹے نہ ساتھ ہمارا چھوٹے نہ

دل کو ترے بہلا سکتا ہوں
چاند ستارے لا سکتا ہوں
رو سکتا ہوں گا سکتا ہوں
مجھ سے اگر تو روٹھے نہ........دل ٹوٹے نہ ساتھ ہمارا چھوٹے نہ

فلم: انداز | آواز: مکیش | موسیقی: نوشاد

○

کر بھلا ہو گا بھلا انت بھلے کا بھلا
آج سب کچھ ہے تیرا کل کا ہے کس کو پتہ
کر بھلا ....

جیسا کوئی بیج بوتا ویسی چڑھتی بیل ہے
کیسا راجہ کون بھکاری سب قسمت کا کھیل ہے
ساتھ کسی کے میلہ اور کوئی بھٹکے اکیلا
کر بھلا ....

جیون کم ہے دور ہے منزل سپنوں میں نہ ڈول ذرا
نیند میں بیت نہ جائے عمریا آنکھ مسافر کھول ذرا
دیکھ تیرے جیون کا اک دن اور ڈھلا
کر بھلا ....

آج جو کرے گا کل وہ بھرے گا یہ نگری بیوپار کی ہے
مورکھ اب کیا نیر بہائے' ریت یہی سنسار کی ہے
دیپ جو بجھایا کسی کا' تیرا بھی بجھ گیا
کر بھلا ....

فلم: تانگے والا آواز: مکیش موسیقی: نوشاد

○

اے دل آوارہ چل پھر وہیں دوبارہ چل
یار نے دیدار کا وعدہ کیا ہے.....
اے دل آوارہ ....
وہ ان کی بے تابی' وہ ان کا چلنا تھم کے
آنچل تھاما تو ہنس کے کہا پھر ملنے کو ہم سے
پیار کا اقرار آنکھوں میں ہوا ہے.....
اے دل آوارہ ....
کھٹی ہو یا میٹھی اب ان آنکھوں سے پینا
جیتے ہیں چاہت والے بنا چاہت کے کیا جینا
چاہ میں اب آہ بھرنے کا مزہ ہے
اے دل آوارہ ....
چمکا ہے اک مکھڑا کچھ زلفیں ہیں لہرائی
دن پھر گئے اپنے اپنے دل کے' راتوں کی تنہائی
جہاں وہ ' وہاں ہم ' سن اے دل
چین سے بے چین تو کیوں ہو رہا ہے
اے دل آوارہ ....

فلم: ڈاکٹر ودیا　　آواز: مکیش　　موسیقی: ایس ڈی برمن

○

جو چلا گیا اسے بھول جا
وہ نہ سن سکے گا تیری صدا
جو چلا گیا ....
یہ حیات و موت کی ہے ڈگر
کوئی خاک میں کوئی خاک پر
یہ جان لے وہ کوئی نہ تھا
وہ غبار تھا تیرا ہم سفر
اسے دور لے گئی ہوا........جو چلا گیا اسے بھول جا
کوئی التجا کوئی بندگی
نہ قضا سے ہاتھ چھڑا سکی
کیے آدمی نے بڑے جتن
مگر اس کے کام نہ آ سکی
نہ کوئی دوا نہ کوئی دعا........جو چلا گیا اسے بھول جا
ہے مجھے بھی غم کسی یار کا
کہ لٹا نگر مرے پیار کا
ہوا در بدر میں تو اس طرح
نہ خزاں کا ہوں نہ بہار کا
مجھے دیکھ لو مجھے کیا ملا........جو چلا گیا اسے بھول جا

فلم: ساتھی   آواز: مکیش   موسیقی: نوشاد

○

مفت ہوئے بدنام کسی سے ہائے
دل کو لگا کے
جینا ہوا الزام کسی سے ہائے دل کو لگا کے
گئے ارمان لے کے، لٹے لٹے آتے ہیں
لوگ جہاں میں کیسے دل کو لگاتے ہیں
دل کو لگاتے ہیں اپنا بناتے ہیں
ہم تو پھرے بدنام .... کسی سے ہائے دل کو لگا کے.........
سمجھے تھے ساتھ دے گا
کسی کا سہانا غم
کھلی جو نظر تو دیکھا
تنہا کھڑے ہیں ہم
تنہا پڑے ہیں ہم ٹوٹ گیا ہے دم
رستے میں ہو گئی شام
کسی سے ہائے دل کو لگا کے............

فلم: برات — آواز: مکیش — موسیقی: چترگپت

○

توبہ یہ متوالی چال - جھک جائے پھولوں کی ڈال
چاند اور سورج آ کر مانگیں تجھ سے روز جمال
حسینہ تیری مثال کہاں...........
ستم یہ اداؤں کی رعنائیاں ہیں
قیامت ہے یا تیری انگڑائیاں ہیں
بہارِ چمن ہو گھٹا کی دھنک ہو
سب تیری صورت کی پرچھائیاں ہیں
کہ تن سے اڑتا گلال کہاں
اور حسینہ تیری مثال کہاں...........
یہی جی میں ہے تیرے نزدیک آ کے
ملوں تیری پلکوں پہ پلکیں جھکا کے
جو تجھ سا حسیں سامنے ہو تو کیسے
چلا جاؤں پہلو میں دل کو سجا کے
میری ایسی مجال کہاں......او حسینہ تیری مثال کہاں...........

ہوں میں بھی دیوانوں کا اک شہزادہ
تجھے دیکھ کر کھو گیا کچھ زیادہ
خدا کے لئے مت برا مان جانا
کہ لب چھو لئے ہیں یونہی بے ارادہ
نشے میں اتنا خیال کہاں......او حسینہ تیری مثال کہاں...........

فلم: پتھر کے صنم　　　آواز: مکیش　　　موسیقی: لکشمی کانت پیارے لال

○

ہم آج کہیں دل کھو بیٹھے
یوں سمجھو کسی کے ہو بیٹھے
ہم آج کہیں ....
ہر دم جو کوئی پاس آنے لگا
بھید الفت کے سمجھانے لگا
نظروں سے نظر کا ٹکرانا
تھا دل کے لئے اِک افسانہ
ہم ہاتھوں سے دل کو کھو بیٹھے......ہم آج کہیں ....
آنکھوں میں سمایا کوئی مگر
کون آیا کسی کو کیا یہ خبر
پوچھو تو یہی ہے اس کا پتا
چنچل نیناں اور شوخ ادا
ہم دل کی نیا ڈبو بیٹھے......ہم آج کہیں ....

فلم: انداز　　　آواز: مکیش　　　موسیقی: نوشاد

○

ہم ہیں راہی پیار کے ہم سے کچھ نہ بولیئے
جو بھی پیار سے ملا ہم اسی کے ہو لیئے
ہم ہیں راہی ....
درد بھی ہمیں قبول چین بھی ہمیں قبول
ہم نے ہر طرح کے پھول ہار میں پرو لیئے
جو بھی پیار سے ملا ....
دھوپ تھی نصیب میں دھوپ میں لیا ہے دم
چاندنی ملی تو ہم چاندنی میں سو لیئے
جو بھی پیار سے ملا ....
دل کا آسرا لیئے ہم تو بس یونہی جیئے
اک قدم پہ ہنس لیئے اک قدم پہ رو لیئے
جو بھی پیار سے ملا ....
راہ میں پڑے ہیں کب سے آپ کی قسم
دیکھیئے تو کم سے کم بولیئے تو بولیئے
جو بھی پیار سے ملا ....

فلم: نو دو گیارہ　　آواز: کشور کمار　　موسیقی: ایس ڈی برمن

○

کوئی ہم دم نہ رہا کوئی سہارا نہ رہا
ہم کسی کے نہ رہے کوئی ہمارا نہ رہا
کوئی ہمدم ....

شام تنہائی کی ہے آئے گی منزل کیسے
جو مجھے راہ دکھا دے وہی تارا نہ رہا
کوئی ہمدم ....

اے نظارو نہ ہنسو مل نہ سکوں گا تم سے
تم مرے ہو نہ سکے میں بھی تمہارا نہ رہا
کوئی ہمدم ....

کیا بتاؤں میں کہاں یونہی چلا جاتا ہوں
جو مجھے پھر سے بلا لے وہ اشارہ نہ رہا
کوئی ہمدم ....

فلم: جھمرو
آواز: کشور کمار
موسیقی: کشور کمار

○

میت نہ ملا رے من کا کوئی تو ملن کا کرو رے اُپائے
چین نہیں باہر چین نہیں گھر میں
من میرا دھرتی پر اور کبھی امبر میں
اس کو ڈھونڈا ہر نگر میں ہر ڈگر میں
گلی گلی دیکھا نین اٹھائے......میت نہ ملا رے من کا
روز میں اپنے ہی پیار کو سمجھاؤں
وہ نہیں آئے تو مان نہیں پاؤں
شام سے ہی پریم کا دیپک میں جلاؤں
پھر وہی دیپک رہا میں بجھائے......میت نہ ملا رے......
دیر سے من میرا آس لئے ڈولے
پریت مری پانی ' ساز مرا بولے
کوئی سجن اک کھڑکی بھی نہ کھولے
لاکھ ترانے رہا میں سنائے - میت نہ ملا رے من کا......

فلم: ابھیمان　　　　آواز: کشور کمار　　　　موسیقی: ایس ڈی برمن

○

تم نے کبھی کسی سے پیار کیا
کبھی کسی کو دل دیا......میں نے بھی دیا

میری عمر کے نوجوانوں - دل نہ لگانا اور دیوانوں
میں نے پیار کر کے چین کھویا نیند کھوئی
جھوٹ تو کہتے نہیں ہیں کہتے نہیں ہیں لوگ کوئی
پیار سے بڑھ کر نہیں ہے روگ کوئی
چلتا نہیں ہے دل دے کے یارو، اس دل پہ زور کوئی
اس روگ کا علاج نہیں ہے دنیا میں اور کوئی
تو گاؤ......اوم شانتی اوم شانتی شانتی اوم
میں نے کسی کو دل دے کے کرلیں راتیں خراب دیکھو
آیا نہیں ابھی تک ادھر سے کوئی جواب دیکھو
وہ ''نا'' کہیں گے تو خودکشی بھی کر جاؤں گا میں یارو
وہ ہاں کہیں گے تو بھی خوشی سے مر جاؤں گا میں یارو
اوم شانتی اوم ....

جو چھپ گیا ہے پہلی نظر کا پہلا سلام لے کر
ہر ایک سانس لیتا ہوں اب میں اسی کا نام لے کر
میرے ہزار دیوانے اب میں خود بن گیا دیوانہ
یہ وقت تم پر آ جائے پیار میں تو یہ گیت گانا
اوم شانتی اوم ....

فلم: قرض　　آواز: کشور کمار　　موسیقی: لکشمی کانت پیارے لال

○

او میرے دل کے چین

چین آئے میرے دل کو دعا کیجئے......او میرے ......

اپنا ہی سایہ دیکھ کے تم اے جان جہاں شرما گئے

ابھی تو یہ پہلی منزل ہے تم تو ابھی سے گھبرا گئے

میرا کیا ہو گا سوچو تو ذرا

ہائے ایسی نہ آہیں بھرا کیجئے......او میرے ....

آپ کا ارماں آپ کا نام میرا ترانہ اور نہیں

ان جھکتی ہوئی پلکوں کے لیے دل کا ٹھکانا اور نہیں

جچتا ہی نہیں آنکھوں میں کوئی

دل تم کو ہی چاہے تو کیا کیجئے......او میرے ....

یوں تو اکیلا ہی اکثر گر کر سنبھل سکتا ہوں میں

تم جو پکڑ لو ہاتھ میرا دنیا کو بدل سکتا ہوں میں

مانگا ہے تمہیں دنیا کے لئے

اب خود ہی صنم فیصلہ کیجئے......او میرے ....

فلم: میرے جیون ساتھی آواز: کشور کمار موسیقی: آر ڈی برمن

○

رات کلی اک خواب میں آئی اور گلے کا ہار ہوئی
صبح کو جب ہم نیند سے جاگے، آنکھ تجھی سے چار ہوئی
چاہے کہو اسے میری محبت
چاہے ہنسی میں لٹا دو
یہ کیا ہوا ہے مجھ کو
خبر نہیں تم ہی بتا دو
تم نے قدم جو رکھا زمیں پر سینے میں جھنکار ہوئی
رات کلی اک خواب میں آئی اور گلے کا ہار ہوئی
آنکھ میں کاجل اور لٹوں میں
کالی گھٹا کا سویرا
سانولی صورت موہنی مورت
ساون رت کا بسیرا
جب سے یہ مکھڑا دل میں کھلا ہے
دنیا میری گلزار ہوئی
رات کلی اک خواب میں گزری اور گلے کا ہار ہوئی

فلم: بڈھا مل گیا   آواز: کشور کمار   موسیقی: آر ڈی برمن

○

ہمیں تم سے پیار ہے کتنا یہ ہم نہیں جانتے
مگر جی نہیں سکتے تمہارے بنا
ہمیں تم سے ....

سنا غم جدائی کا اٹھاتے ہیں لوگ
جانے زندگی کیسے بتاتے ہیں لوگ
دن بھی یہاں تو لگے برس کے سماں
یہ دل بے قرار ہے کتنا یہ ہم نہیں جانتے
مگر جی نہیں سکتے تمہارے بنا
ہمیں تم سے ....

تمہیں کوئی اور دیکھے تو جلتا ہے دل
بڑی مشکلوں سے پھر سنبھلتا ہے دل
کیا کیا جتن کرتے ہیں تمہیں کیا پتہ
ہمیں انتظار کتنا یہ ہم نہیں جانتے
مگر جی نہیں سکتے تمہارے بنا
ہمیں تم سے ....

فلم: قدرت　　آواز: کشور کمار　　موسیقی: آر ڈی برمن

○

یہ دل نہ ہوتا بیچارہ قدم نہ ہوتے آوارہ
جو خوبصورت کوئی اپنا ہمسفر ہوتا
یہ دل نہ ہوتا ....
سنا ہے جب سے زمانے ہیں پیار کے
ہم بھی آئے ہیں راہی بن کے پیار کے
کوئی نہ کوئی بلائے گا کھڑے ہیں ہم بھی راہوں میں
یہ دل نہ ہوتا ....
مانا آپ کو نہیں میں پہچانتا
بندہ اس کا پتہ بھی نہیں جانتا
ملن لکھا ہے تو آئے گا کھڑے ہیں ہم بھی راہوں میں
یہ دل نہ ہوتا ....
اس دھن میں پڑے گا دکھ جھیلنا
سیکھا ہم نے بھی پتھروں سے کھیلنا
صورت کبھی تو دکھائے گا کھڑے ہیں ہم بھی راہوں میں
یہ دل نہ ہوتا ....

فلم: جیول تھیف　　　آواز: کشور کمار　　　موسیقی: ایس ڈی برمن

○

مانا جناب نے پکارا نہیں
کیا میرا ساتھ بھی گوارا نہیں
مفت میں بن کر چل دیئے تن کے
واللہ جواب تمہارا نہیں.......
مانا جناب نے ....
یاروں کا چلن ہے غلامی
دیتے ہیں حسینوں کو سلامی
غصہ نہ کیجئے جانے بھی دیجئے
بندگی تو بندگی تو لیجئے صاحب
مانا جناب نے ....
ٹوٹا پھوٹا دل یہ ہمارا
جیسا بھی ہے اب ہے تمہارا
ادھر دیکھئے نظر پھینکئے
دل لگی نہ دل لگی نہ کیجئے صاحب
مانا جناب نے ....

ماشااللہ کہنا تو مانا
بن گیا بگڑا زمانہ
تم کو ہنسا دیا پیار سکھا دیا
شکریہ تو شکریہ کیجئے صاحب
مانا جناب نے ....

فلم: پے انگ گیسٹ آواز: کشور کمار موسیقی: ایس ڈی برمن

○

لڑکی: یوں تو نظر باز تو نے کی ہیں نظر بازیاں
مجھ سے بھی نظریں ملاؤ دیکھو میرا بھی سماں
سادہ سا رنگ ہے سادہ سا روپ ہے کاجل نہ رنگ حنا
پر یہ کلائی دیکھو نہ کنگنا بنا ہی کھنکے
ماتھے کی چاندنی سجنا بندیا بنا ہی چمکے
لڑکا: یہ تو سہی ہے کہ میں نے کی ہیں نظر بازیاں
پر تجھ سے نظر ملا کے دیکھا عجب ہی سماں
کہنے کے لئے سادہ سا روپ ہے کاجل نہ رنگ حنا
پر یہ کلائی دیکھو نہ کنگنا بنا ہی کھنکے
ماتھے کی چاندنی میری جاں بندیا بنا ہی چمکے
لڑکی: یہ سب تو ہے پر سن لو صنم مجھ پر تو ہے دل ہزاروں کا
لیکن تجھ ہی پر مرتی ہوں میں سب کھیل ہے ستاروں کا
لڑکا: مقدر سے ملی ہے مجھے، یونہی چھوڑ دوں میں کیسے تجھے
میں بھی عجیب ہوں، خوش نصیب ہوں پایا تجھے جان جاں

لڑکی: تب ہی تو کلائی میری جاں کنگنا بنا ہی کھنکے
ماتھے کی چاندنی میری جاں بندیا بنا ہی چمکے
لڑکا: مانو اگر تم جان جہاں تو آج سے میں تمہارا ہوں
زیادہ نہیں کم کم ہی سہی میں بھی مگر تم کو پیارا ہوں
لڑکی: میں ایسی لگوں کہ ویسی لگوں ذرا سچ کہو میں کیسی لگوں
لڑکا: سادہ سا رنگ ہے سادہ سا روپ ہے کاجل نہ رنگ حنا
لڑکی: پر یہ کلائی دیکھو نہ کنگنا بنا ہی کھنکے......ماتھے کی چاندنی..........

فلم: نام کیا ہے　　آواز: کمار سانو - پورنیا　　موسیقی: آنند ملند

○

لڑکی تن سے بدن کو تم سنگ جوڑ کے......راج تاج سب کو چلی آئی چھوڑ کے

اپنی دیوانی رانی یہ کرم کر شاہ دلبراں

لڑکا تن سے بدن کو تم سنگ جوڑ کے......راج تاج سب کو چلے آئے چھوڑ کے

اپنے دیوانے راجہ یہ کرم کر شاہ دلبراں

لڑکی تم کو تو مجھ سے پیار ہے آج سے نہیں بچپن سے

پھر کاہے سمٹے جا رہے ہم سے بیگانے بن بن کے

لڑکا تم اور ہو میں اور، مگر دل ہی دیوانہ

نہ مانے تو میں کی کراں

لڑکی اپنی دیوانی رانی یہ کرم کر شاہ دلبراں

لڑکا اپنے دیوانے راجہ یہ کرم کر شاہ دلبراں

(لڑکا) الفت ہے یہ زندگی، زندگی بھی کیا ہے یہی پل بھر

لڑکی یہی پل تیری میری زندگی دیکھو اے کھونا نہیں دلبر

تم اور ہو میں اور مگر دل ہی دیوانہ نہ مانے

تو میں کی کراں

لڑکا اپنے دیوانے راجہ یہ کرم کر شاہ دلبراں

لڑکی اپنی دیوانی رانی یہ کرم کر شاہ دلبراں

فلم: دل کے جھروکے میں آواز: کمار سانو، کویتا کرشنا موسیقی: بھپی لہری

○

لڑکا ساتھیا ، بلما ، ساتھیا بیلیا ، آ جا آ جا آ جا آ جا

دل کے جھروکے میں آ جا چندا سا مکھڑا دکھا جا

لڑکی رت یہی پیار کی ہے دلبر یار کی ہے سننے کی اک بات ہے آ جا

سننے کی اک بات ہے آ جا ساتھیا ، بیلیا ، آ جا آ جا آ جا

لڑکی اب تو آ جا پکاریں تجھے پیار کی وادیاں

ہر تمنا میری ، راہ دیکھے تیری جانِ جاں

بیقرار ہیں انتظار میں اس دل کی ویرانیاں

دل کے جھروکے میں آ جا ، چندا سا مکھڑا دکھا جا......

لڑکا کھو گیا ہے بچپنا آ رہے ہیں جوانی کے دن

دیکھو نہ لائے ہم کو کہاں زندگانی کے دن

اور نہ جانے کیا ، آگے دیکھ لیں تیری مہربانیاں

لڑکی دل کے جھروکے میں آ جا ، چندا سا مکھڑا دکھا جا......

فلم: دل کے جھروکے میں آواز: کمار سانو، الکا یاگنک موسیقی: بپی لہری

○

دل کے جھروکے میں آجا چندا سا مکھڑا دکھا جا
رت یہی پیار کی ہے دلبر یار کی ہے
سننے کی اک بات ہے آجا......ساتھیا بیلیا - ساتھیا - بیلیا
اب تو آجا پکاریں تجھے پیار کی وادیاں
ہر تمنا میری راہ دیکھے تیری جان جاں
بے قرار ہے دل کا راز اس کی ویرانیاں
دل کے جھروکے میں آجا چندا سا مکھڑا دکھا جا
کھو گیا ہے بچپنا آ رہے ہیں جوانی کے دن
دیکھ لے جائیں کہاں ہم کو زندگانی کے دن
اور نہ جانے کیا آگے دکھلائیں تیری مہربانیاں
دل کے جھروکے میں آجا چندا سا مکھڑا دکھا جا
رت یہی پیار کی ہے دلبر یار کی
سننے کی اک بات ہے آجا
ساتھیا - بیلیا - ساتھیا - بیلیا

فلم: دل کے جھروکے میں آواز: لیلکا، کمار سانو موسیقی: نبی لہری

○

شمع نے جلایا ہو جب آشیانہ
ہواؤں پہ الزام پھر کیوں لگانا

ہمدم ہی بن جائے جب تیرا دشمن
لوگو! پھر غیروں سے کیوں الجھن
ایسے اپنوں نے لوٹا ہے اکثر
دیکھتا رہ گیا ہے زمانہ
شمع نے جلایا ہو جب آشیانہ

سناؤ کہ کیسے بدلتی ہے دنیا
کہ بند آنکھ سے کیسے چلتی ہے دنیا
محبت خوشی ہے محبت ہی غم
ہنسی بھی خوشی بھی ہے اس کا ترانہ
شمع نے جلایا ہو جب آشیانہ

مقدر نے ایسا سماں بھی دکھایا
کہ قاصد نے پیغام الٹا سنایا
یہ نغمہ بھی کیا چھیڑ بیٹھا ہوں میں
سناؤ کوئی پیار کا شادیانہ
شمع نے جلایا ہو جب آشیانہ

او مالک یہ انصاف کیسا ہے تیرا
کسی کو اجالا کسی کو اندھیرا
ترستا ہے کوئی ہنسی کے لئے
ملا ہے کسی کو خوشی کا خزانہ
شمع نے جلایا ہو جب آشیانہ

فلم: دل کے جھروکے میں　　آواز: کمار سانو　　موسیقی: بپی لہری

○

جگنو سے جگ مگ راتیں.... تتلیوں سے رنگ بھرے دن
ہم جولی وہ میرے بچپن کے.... جانے کہاں گم ہو گئے
گرمیوں کی دھوپ اور سائے
سردیوں کی ٹھنڈی شام
پریوں کی کہانی سنتے
اکثر ہم سو گئے
کہاں کھو گئے وہ رات دن.... جگنو سے جگ مگ راتیں
ننھا سا دل چھوٹی خوشی
یاد آئیں چھوٹے چھوٹے غم
تب یادوں کے کئی کئی ساون
کبھی ہنسے کبھی رو گئے
کہاں کھو گئے وہ رات دن.... جگنو سے جگ مگ راتیں
باتیں یہ سننے والو بھول جانا نہیں آسان
آؤ پکاریں مل کے وہ دن کیا ہو گئے
کہاں کھو گئے وہ رات دن.... جگنو سے جگ مگ راتیں

فلم: دل کے جھروکے میں — گلوکارہ: کویتا کرشنا — موسیقی: بپھی لہری

○

آؤ رے پروانوں سگائی ہے شمع کی
رات کی انگوٹھی میں ہے چاندنی کا نگینہ
آؤ رے پروانوں ....

ناچو رے سب مل کے تاک دھنا دھن
پاپا آؤ ممی آؤ خوشی کا نذرانہ لے کے آؤ جی
ماما جی دھوم دھام سے مامی کو نچاؤ
یوں ناچ کہ دھرتی ہل جائے
ناچو رے سب مل کے تاک دھنا دھن

ادھر دیکھو سماں ہے پیارا....اوللوا او کن بالا
ہنس ہنس کے چاروں طرف....کر دو اجالا
آج دکھلاؤ سارا سامان....یا تو ابھی یا تو کبھی نا

آؤ رے پروانوں سگائی ہے شمع کی
رات کی انگوٹھی میں ہے چاندنی کا نگینہ

ایسی مستی او روبی گر پڑوں تو مجھے سنبھالنا
اوئے ٹونی دیکھو کیسا پانی دلی کا مت پلانا
آؤ رے پروانوں سگائی ہے شمع کی
رات کی انگوٹھی میں ہے چاندنی کا نگینہ

فلم: دل کے جھروکے میں　　آواز: ایلکا یاگنک　　موسیقی: بھپی لہری

○

رسی اُتے ٹنگیا دوپٹہ میرا ڈولے
رنگ میرے انگ لہرائیں ہولے ہولے
جیا میرا جانے کیوں پیا پیا بولے
اوئے اوئے جیا میرا اوئے اوئے
توبہ جی کیا سپنا دیکھوں دونوں نین کھولے
رسی اُتے ٹنگیا دوپٹہ میرا ڈولے
رنگ میرے انگ..............................
جیا میرا جانے کیوں پیا پیا بولے
توبہ جی کیا سپنا دیکھوں دونوں نین کھولے
کبھی نہ میں نے ایسا سوچا جیسا اب سوچوں
نہ جانے کیا ہوا جیا کو کیسے اسے روکوں
یہ کیا ہوا سہیلی تجھ سے پوچھوں
اوئے اوئے ایسی بھولی تو ہے کڑیئے
اتنا بھی نا سمجھے او کڑیئے
ہوگئی میں دیوانی کیوں کوئی تو کچھ بولے رسی اُتے ٹنگیا..............

کبھی نہ ایسا سپنا دیکھا جیسا اب دیکھوں
کبھی نہ میں نے اتنا دیکھا جتنا اب دیکھوں
یہ کیا ہوا سہیلی تجھ سے پوچھوں
اوئے اوئے ایسی پگلی.... یہ سب تو ہے من کی اگنی
لگی جوانی کیا مستانی جیسے نشہ گھولے
رسی اُتے ٹنگیا دوپٹہ میرا ڈولے

فلم: دل کے جھروکے میں
آواز: ایلکا یاگنک
موسیقی: بھپی لہری

○

آنکھوں میں کیا اس دل سے پوچھو ذرا
دیکھوں میں کیا ماجرا ' چہرے کے پیچھے
خاموشی کے رنگ چھائے رخسار پہ کسی کے
آ.... آ.... آ.... آنکھوں میں آ............

مل چکا ہوں میں ان سے کچھ ایسا لگتا ہے
آئے یہی میرے جی میں ان پر مرمٹوں ابھی سے
سارے جلوے اور ادائیں پہچانوں ابھی سے
آ.... آ.... آ.... آنکھوں میں آ............

دیکھئے سنواریں گی ' اب یہ اپنی زلفیں
رومال گر پڑے گا جھونکے سے اڑ کے نیچے
پھر اچانک چلتے چلتے ' دیکھیں گی مڑ کے پیچھے
آ.... آ.... آ.... آنکھوں میں آ............

فلم: خاموشی آواز: کمار سانو موسیقی: جتن للت

○

مالک میں پوچھتا ہوں مجھے تو جواب دے
بہتے ہیں کیوں غریب کے آنسو جواب دے
بتا مجھے او جہاں کے مالک یہ کیا نظارہ دکھا رہا ہے
تیرے سمندر میں کیا کمی تھی کہ آدمی کو رلا رہا ہے
کبھی ہنسائے کبھی رلائے یہ کھیل کیسا ہے تو بتا دے
جسے بنایا تھا اپنے ہاتھوں اسی کو اب کیوں مٹا رہا ہے
تیرے سمندر میں کیا کمی تھی کہ آدمی کو رلا رہا ہے
جو خود ہی غم سے بجھا بجھا ہے تیرا پھر اس میں کمال کیا ہے
کہ ایک دیپک کی راہ میں تو ہزاروں طوفان اٹھا رہا ہے
تیرے سمندر میں کیا کمی تھی کہ آدمی کو رلا رہا ہے

فلم: ایک شعلہ　　آواز: محمد رفیع　　موسیقی: مدن موہن

○

لے کے سہارا تیرے پیار کا
دیکھے رستہ تیرا ہائے بے قرار سا
کھلی تو ہے ڈالی ڈالی' کلی تیری یاد کی
مگر تیرے غم کا شعلہ لگاتا ہے آگ سی

دل ہی ملا ہے ہم کو ایسا نصیب سے
بہلے نہ دیکھے بنا تجھ کو قریب سے
کہے ہے دیوانہ' زمانہ مجھے پیار کا
لے کے سہارا ....

کبھی گھر سے باہر آ کے میری چاہ دیکھتے
پتھرا گئے دو نیناں تیری راہ دیکھتے
ذرا سن جانا' افسانہ انتظار کا
لے کے سہارا تیرے پیار کا
دیکھے رستہ تیرا ہائے بے قرار سا

فلم: ناچے ناگن باجے بین   آواز: محمد رفیع   موسیقی: مستمر گپت

○

میں کھو گیا ہوں یہیں کہیں
جواں ہے رت سماں حسیں
کہاں ہے دل کسے پتہ
کہاں ہوں میں خبر نہیں
میں کھو گیا ....

یوں کسی سے ہوا سامنا
دل نے آواز دی تھامنا
جانے کیا کہہ گئی وہ نگاہ نازنیں
میں کھو گیا ....

حال دل کہہ تو دوں جھوم کے
پیار سے زلفوں کو چوم کے
سوچتا ہوں مگر وہ خفا نہ ہو کہیں
میں کھو گیا ....

دھن جو رہی پیار کی
ہو رہے گی میری وہ کبھی
میرے دل ٹھہر جا مچل نہیں
میں کھو گیا ....

فلم: بارہ بجے آواز: محمد رفیع موسیقی: او۔پی۔نیر

○

جاتا ہوں میں، مجھے اب نہ بلانا
میری یاد بھی اپنے دل میں نہ لانا
میرا ہے کیا میری منزل نہ کوئی ٹھکانا
جاتا ہوں میں.......................

پیاسا تھا بچپن جوانی بھی میری پیاسی
پیچھے غموں کی گلی، آگے اداسی
میں تنہائی کا راہی، کوئی اپنا نہ بیگانہ
جاتا ہوں میں.......................

مجھ کو ہنسی بھی ملی سائے لئے دکھ کے
کھل کے نہ رویا، کسی کاندھے پہ جھک کے
میرا جیون بھی کیا ہے ادھورا سا اک افسانہ
جاتا ہوں میں.......................

تھا پیار کا اک دیا وہ بھی بجھا ڈالا
دھندلا سا بھی کہیں کیوں ہو اجالا
اب ان یادوں سے کہہ دو میری دنیا میں نہ آنا
جاتا ہوں میں.......................

فلم: دادی ماں　　آواز: محمد رفیع　　موسیقی: چترگپت

○

کس نے دیکھا کس نے جانا سورگ کیسا ہو گا
اور کیسا ہوگا ' میرے گھر کے ' جیسا ہو گا

پانی کی اک بوند میں ہو جیسے سات سمندر
اتنی بڑی یہ دنیا ' اس چھوٹے سے گھر کے اندر
راجے رانیاں جس میں رہتے محل وہ کیسا ہو گا
اور کیسا ہوگا ' میرے گھر کے.........

جب جب اترے آسمان سے جھلمل جھلمل چاندنی راتیں
لوگ کیا کرتے ہیں دل میں پریوں کی باتیں پریوں کی باتیں
سندر سندر پیاری پیاری پریاں کیسی ہوں گی
اور کیسی ہوں گی میری بہنوں جیسی ہوں گی
بھیا اور کیسی ہوں گی ....

ایک ہی جیسے لگتے ہیں سارے گگن کے تارے
اپنے اپنے بچے سب ماؤں کو لگتے ہیں پیارے
کوئی پھول کوئی چاند کے جیسا ہوگا اور کیسا ہوگا.........

اپنے من مندر میں جس کی پوجا میں کرتا ہوں
جس کی صورت مورت سپنوں میں ڈھونڈا کرتا ہوں
یہ کیا جانوں ' وہ دیوی ماتا کیسی ہو گی
اور کیسی ہوگی ' میری ماں کے جیسی ہو گی
کس نے دیکھا کس نے جانا ....

فلم: اگنی پتر　　آواز: سونو۔ الکا۔ کمار سانو　　موسیقی: راجیش روشن

○

لڑکا سونا نہیں، نہ سہی، چاندی نہیں نہ سہی
فکر کیا ہے میں ہوں نہ تیرے لئے
ہو مگر جل میں میری جاں کوئی دل کی تمنا
محبت کے سوا بھی ہے میرے لئے تیرے میرے لئے
فکر کیا ہے میں ہوں نہ تیرے لئے
پیار میں ہوں پیار تو ہے، مان جا او دلربا
سارے جگ میں کچھ نہیں اک تیرے میرے سوا
مانتا ہوں صنم، پیار ہی ہے زندگی
کیا کروں دل میں تھی بات کوئی اور ہی
ارے جو بھی ہے وہ سب غلط ہے مان جا او دلربا
سارے جگ میں کچھ نہیں ہے اک تیرے میرے سوا
ارے چلو مانا بحث کیا ہے محبت ہی سچ ہے یار
کروگے تم ہاں کروگے تم کروگے تم سجن مجھ سے پیار
لڑکی کروں گی میں تم سے پیار۔ سونا نہیں نہ سہی
لڑکا ہو ہو ترچھی نظروں سے نہ دیکھو عاشق دلگیر کو

کیسے تیر انداز ہو سیدھا تو کر لو تیر کو

لڑکی وہ بڑا تیز ہے جو دیوانہ ہے میرا - ہوں اسی کی شکار جو نشانہ ہے میرا

لڑکا ہو-کھولو زلفیں ان کی خوشبو سے مہک جاؤں-گورے تن کی چاندنی سے پھر چمک جاؤں

چلو جانم ہم اک دوجے میں کھو جائیں

بہت دن کے ترستے لب لپٹ جائیں

سجن سننا - جان تمنا - تیرے لئے' سونا نہیں نہ سہی - چاندنی نہیں نہ سہی

فلم: ون ٹو کا فور   آواز: اودت - الکا   موسیقی: اے آر رحمٰن

○

لڑکا   خاموشیاں گنگنانے لگیں - تنہائیاں مسکرانے لگیں
سرگوشی بھری ہوا چپکے سے مجھے کہا
دل کا حال بتا دلبر سے نہ چھپا
لڑکی   سن کے بات شرم سے میری آنکھیں جھک جانے لگیں
خاموشیاں گنگنانے لگیں - تنہائیاں مسکرانے لگیں
جاگ اٹھا ہے سپنا کس کا میری آنکھوں میں
اک نئی زندگی شامل ہو رہی سانسوں میں
کسی کی آتی ہے صدا ہواؤں میں
کسی کی باتیں دبی سی ہونٹوں میں
رات بھر میری آنکھوں میں کوئی پرچھائیاں لہرانے لگیں
خاموشیاں ....

لڑکا   دل کا یہ کارواں - یوں ہی تھا رواں دواں
منزل نہ ہم سفر کہیں نئے مہرباں
تیری وہ اک نظر کر گئی اثر
دنیا سنور جانے لگی

خاموشیاں ....

لڑکی شرم و حیا سے کہہ دو خدا حافظ

ہو، میری ہے گھڑی ملن کی

خدا را لوٹ کے نہ آنا

رات کا پردہ ہماری ہی خاطر

جیسے جیسے تم پاس آتے ہو سانسیں رک جانے لگیں

خاموشیاں ....

○

لڑکا لو ہوا ، اب یہ نہ پوچھو کب ہوا

لڑکی لو ہوا ، ہم کو خبر ہے کب ہوا

لڑکا کب ہوا ، دونوں نے چاہا تب ہوا

یہ خواب حسیں یہ ارماں جواں ، لے جائیں مجھے کیا جانے کہاں

اب دور تلک اے جان جہاں - جائے گا یہ سلسلہ

لو ہوا ، لو ہوا ، ....

لڑکی کھوئے خیالوں میں کیوں ایسے دیکھے مجھے

ہوا جی یہ ہے بات کیا جیسے تو میرا لگے

لڑکا یہ تیری ادا یہ حسن جواں لے جائے مجھے اب جانے کہاں

اب دور تلک اے جان جہاں جائے گا یہ سلسلہ

لو ہوا ، لو ہوا ، اب یہ نہ پوچھو کب ہوا

لڑکی اب ہے تیرے دل میں کیا میں بھی ذرا جان لوں

اپنی تو یہ موج ہے ، تو جو کہے مان لوں

میں چاہوں مجھے تو پیار کرے

اک بار نہیں سو بار کرے

اب دور تلک اے یار میرے جائے گا یہ سلسلہ

لڑکا لو ہوا ، لو ہوا ، اب یہ نہ پوچھو کب ہوا

فلم: جانم سمجھا کرو آواز: کمار سانو - الکا موسیقی: انو ملک

○

گم ہے کسی کے پیار میں دل صبح و شام
پر تمہیں لکھ نہیں پاؤں میں اس کا نام
ہائے رام ہائے رام

ہو سوچا ہے ایک دن' میں اس سے مل کے
کہہ ڈالوں اپنے' سب حال دل کے
اور کر دوں جیون اس کے حوالے' پھر چھوڑ دے چاہے اپنا بنا لے
میں تو اس کا ہوا دیوانہ' اب تو جیسا بھی میرا ہو انجام
گم ہے کسی کے پیار میں .... ہائے رام

چاہا ہے تم نے جس بانوری کو- وہ بھی سجنوا چاہے تم ہی کو
نیناں اٹھائے تو پیار سمجھو' پلکیں' جھکا دے تو اقرار سمجھو
رکھتی ہے کب سے چھپا چھپا کے' اپنے ہونٹوں میں پیا تیرا نام
گم ہے کسی کے پیار میں دل صبح و شام
پر تمہیں لکھ نہیں پاؤں میں اس کا نام

فلم: دل ول پیار ویار — آواز: ہری ہرن — موسیقی: آر ڈی برمن

○

تم بن جاؤں کہاں ، تم بن جاؤں کہاں
کہ دنیا میں آ کے کچھ نہ پھر چاہا صنم تم کو چاہ کے
تم بن جاؤں کہاں ....
دیکھو مجھے سر سے قدم تک صرف پیار ہوں میں
گلے سے لگا لو کہ تمہارا ، بے قرار ہوں میں
تم کیا جانو کہ بھٹکتا پھرا کس کس گلی تم کو چاہ کے
تم بن جاؤں کہاں ....
رہ بھی سکو گے تم کیسے ہو کے مجھ سے جدا
ہٹ جائیں گی دیواریں سن کے میری صدا
آنا ہوگا تمہیں میرے لئے ساتھی میری سونی راہ کے
تم بن جاؤں کہاں ....

فلم: دل ول پیار ویار — آواز: کشور کمار — موسیقی: آر ڈی برمن

○

لڑکا اوحسینہ زلفوں والی جانِ جہاں - ڈھونڈتی ہیں کافر آنکھیں کس کا نشاں
محفل محفل اے شمع پھرتی ہو کہاں - اوحسینہ زلفوں والی جان بہاراں
لڑکی او انجانہ ڈھونڈتی ہوں دیوانہ ڈھونڈتی ہوں
جلا کر جو چھپ گیا ہے وہ پروانہ ڈھونڈتی ہوں
لڑکا گرم ہیں تیز ہیں یہ نگاہیں میری - کام آ جائیں گی سرد آہیں میری
ارے تم کسی راہ میں تو ملو گے کہیں - ارے عشق ہوں میں کہیں ٹھہرتا ہی نہیں
لڑکی میں بھی ہوں گلیوں کی پرچھائیں کبھی یہاں کبھی وہاں
شام ہی سے کچھ ہو جاتا ہے میرا بھی جادو جواں
لڑکا اوحسینہ زلفوں والی جان جہاں - ڈھونڈتی ہیں کافر آنکھیں کس کا نشاں
لڑکی ہاں دل ول پیار کیا یونہی بدنام ہے - ایسی بدنامیوں کا وفا نام ہے
لڑکا قتل کر کے چلے یہ وفا خوب ہے - ہائے ناداں تیری یہ ادا خوب ہے
میں بھی ہوں اوحسینہ زلفوں والی جان جہاں
لڑکا محفل محفل اے شمع پھرتی ہو کہاں
لڑکی او انجانہ ڈھونڈتی ہوں وہ دیوانہ ڈھونڈتی ہوں
جلا کر جو چھپ گیا ہے وہ پروانہ ڈھونڈتی ہوں

فلم: دل ول پیار ویار   آواز: لتا منگیشکر - محمد رفیع   موسیقی: آر ڈی برمن

○

یہ جو محبت ہے یہ ان کا ہے کام
محبوب کا جو بس لیتے ہیں نام
مر جائیں مٹ جائیں ہو جائیں بدنام
رہنے دو چھوڑو بھی جانے دو یار - ہم نہ کریں گے پیار
ٹوٹے اگر ساغر نیا ساغر کوئی لے لے
میرے خدا دل سے کوئی کسی کے نہ کھیلے
دل ٹوٹ جائے تو کیا ہو انجام
یہ جو محبت ہے یہ ان کا ہے کام
محبوب کا جو بس لیتے ہیں نام
مر جائیں مٹ جائیں ہو جائیں بدنام
رہنے دو چھوڑو بھی جانے دو یار - ہم نہ کریں گے پیار
آنکھیں کسی سے نہ الجھ جائیں میں ڈرتا ہوں
یارو حسینوں کی گلی سے میں گزرتا ہوں
بس دور ہی سے کر کے سلام
یہ جو محبت ہے ....

فلم: دل ول پیار ویار   آواز: کشور کمار   موسیقی: آر ڈی برمن

○

تیرے بنا زندگی سے کوئی شکوہ تو نہیں
شکوہ نہیں شکوہ نہیں شکوہ نہیں
تیرے بنازندگی بھی لیکن زندگی تو نہیں
زندگی نہیں ' زندگی نہیں ' زندگی نہیں
تیرے بنا ....
جی میں آتا ہے تیرے دامن میں سر چھپا کے ہم
روتے رہیں روتے رہیں۔
تیری بھی آنکھوں میں آنسوؤں کی نمی تو نہیں
تیرے بنازندگی سے کوئی شکوہ تو نہیں
شکوہ نہیں ' شکوہ نہیں ' شکوہ نہیں
تیرے بنا زندگی بھی لیکن زندگی تو نہیں
زندگی نہیں ' زندگی نہیں ' زندگی نہیں
تم جو کہہ دو تو آج کی رات چاند ڈوبے گا نہیں
رات کو روک لو
رات کی بات ہے اور زندگی باقی تو نہیں
تیرے بنا زندگی سے کوئی شکوہ تو نہیں

فلم: دل ول پیار ویار   آواز: الکا – ہری ہرن   موسیقی: آر ڈی برمن

○

لڑکی اب کے ساون میں جی ڈرے
رم جھم تن پہ پانی گرے
من میں لگے آگ سی
ایسا موسم پہلے کبھی آیا ہی نہیں
ایسا بادل، امبر پر، سجنا چھایا نہیں
لڑکا ہوئے یہ سہانا سماں، پریم کی کھوج میں، موج میں
پاگل پریمی بن کے پھرے
رم جھم تن پہ پانی گرے
لڑکی من میں لگے آگ سی - اب کے ساون میں جی ڈرے
رم جھم تن پہ پانی گرے
لڑکا آ تجھ کو آنکھوں میں چھپا لوں اس رات میں
کجرا کجرا بہہ جائے گا ری، برسات میں
لڑکی ہوش سے کام لو، رام کا نام لو، تھام لو
جانے بیرن رت کیا کرے
رم جھم تن پہ پانی گرے - من میں لگے آگ سی

فلم: دل ول پیار ویار آواز: سادھنا - بابل موسیقی: آر۔ ڈی برمن

○

کیا جانوں سجن ہوتی ہے کیا غم کی شام
جل اٹھے سو دیئے جب لیا تیرا نام

جب سے ملی نظر ماتھے پہ بن گئے
بندیا نین تیرے دیکھو سجنا
دھرلے پیار سے میری کلائیاں
پیا تیری انگلیاں کنگناں
کیا جانوں سجن ہوتی ہے کیا غم کی شام
جل اٹھے ....

کانٹوں میں میں کھڑی نینوں کے دوار پہ
جس دن بہار کے دیکھوں سپنے
چہرے کی دھول کیا چندا کی چاندنی
اتری ' تو رہ گئی مکھ پر اپنی
کیا جانوں سجن ہوتی ہے کیا غم کی شام
جل اٹھے ....

فلم: دل ول پیار ویار　　آواز: کویتا　　موسیقی: آر ڈی برمن

○

او ہنسنی، میری ہنسنی

کہاں اڑ چلی میرے ارمانوں کے پنکھ لگا کے

کہاں اڑ چلی .... او ہنسنی .... او ہنسنی

آ جا میری سانسوں میں مہک رہا ہے تیرا گجرا

آ جا میری راتوں میں لہک رہا ہے تیرا گجرا

او ہنسنی - او ہنسنی .... کہاں اڑ چلی ....

دیر سے لہروں میں کنول سنبھالے ہوئے من کا

جیون تال میں بھٹک رہا رے تیرا ہنسا

او ہنسنی .... او ہنسنی ....

کہاں اڑ چلی

میرے ارمانوں کے پنکھ لگا کے

کہاں اڑ چلی میرے ارمانوں کے پنکھ لگا کے

فلم: دل ول پیار ویار　　آواز: ہری ہرن　　موسیقی: آر ڈی برمن

○

یادوں کی بارات نکلی ہے آج دل کے دوارے - دل کے دوارے
سپنوں کی شہنائی بیتے دنوں کو پکارے - دل کے دوارے
چھیڑوں ترانے ملن کے پیارے پیارے
سنگ ہمارے
بدلے نہ اپنا یہ عالم کبھی - جیون میں بچھڑیں، نہ ہم کبھی
بدلے نہ اپنا یہ عالم کبھی - جیون میں بچھڑیں، نہ ہم کبھی
یوں بھی جاؤ گے کہاں ہو کے ہمارے
یادوں کی بارات نکلی ہے..........
آگے بھی ہوگا جو اس کا کرم - یہ دن تو منائیں گے ہر سال ہم
اپنے آنگن ناچیں گائیں گے چندا ستارے
یادوں کی بارات نکلی ہے آج دل کے دوارے

فلم: دل دل پیار و یار آواز: کشور کمار موسیقی: آر ڈی برمن

○

کہنا ہے - کہنا ہے - آج تم سے یہ پہلی بار
تم ہی تو لائے ہو جیون میں میرے
پیار - پیار - پیار

تم سے کہنے والی اور بھی ہیں
پیاری باتیں
سامنے سب کے بولوں کیسے
کہہ دوں ساری باتیں
آج مگر بس اتنا ہی کرنا ہے اقرار
تم ہی تو لائے ہو جیون میں میرے پیار - پیار - پیار

کب سے دل نے میرے
مان لیا تم کو اپنا
آنکھیں میری دیکھ رہی ہیں
جاگتے سوتے سپنا
میرے گلے میں ڈال رہے ہو تم بانہوں کا ہار
تم ہی تو لائے ہو جیون میں میرے پیار - پیار - پیار
کہنا ہے - کہنا ہے آج تم سے پہلی بار

فلم: دل ول پیار ویار　　آواز: پویتا - بابل　　موسیقی: آر ڈی برمن

○

چل ری سجنی اب کیا سوچے
کجرا نہ بہہ جائے روتے روتے - چل ری سجنی ....

بابل پچھتائے ہاتھوں کو مل کے
کاہے دیا پردیس ٹکڑے کو دل کے
آنسو لئے سوچ رہا دور کھڑا رے
چل ری سجنی ....

ماتا کا آنچل گڑیوں کا سنگنا
چھوٹی بڑی سکھیاں گھر گلی انگنا
چھوٹ رہا چھوٹ رہا چھوٹ رہا رے
چل ری سجنی ....

دلہن بن کے گوری کھڑی ہے
کوئی نہیں اپنا کیسی گھڑی ہے
کوئی یہاں کوئی وہاں کوئی کہاں رے
چل ری سجنی ....

فلم: بمبئی کا بابو　　　آواز: مکیش　　　موسیقی: ایس ڈی برمن

○

اک دن، بک جائے گا، ماٹی کے مول
جگ میں رہ جائیں گے پیارے تیرے بول
دوجے کے ہونٹوں کو دے کر اپنے گیت
کوئی نشانی چھوڑ پھر دنیا سے ڈول
اک دن ....

انہونی، پتھ میں کانٹے، لاکھ بچھائے
ہونی تو پھر بھی بچھڑا یار ملائے
یہ برہا یہ دوری پل بھر کی ہے مجبوری
پھر کوئی دل والا کاہے کو گھبرائے
دھارا جو بہتی ہے، مل کے رہتی ہے
بہتی دھارا بن جا پھر دنیا سے ڈول
اک دن ....

پردے کے پیچھے بیٹھی سانول گوری
تھام کے تیرے میرے من کی ڈوری
یہ ڈوری نہ چھوٹے یہ بندھن نہ ٹوٹے
بھور ہونے والی ہے اب دنیا ہے تھوڑی
سر کو جھکائے تو کیوں بیٹھا ہے یار
گوری سے نیناں جوڑ پھر دنیا سے ڈول

فلم: دھرم کرم   آواز: مکیش   موسیقی: آر ڈی برمن

○

دور بہت مت جایئے لے کر قرار ہمارا
ایسا نہ ہو کوئی لوٹ لے، راہ میں پیار ہمارا
پاس رہو یا دور رہو تم، تم ہو پاس ہمارے
دیں گے گواہی، پوچھ لو یہ خاموش نظارے
نازنیں، بڑا رنگین ہے وعدہ تیرا
او حسیں کدھر ہے ارادہ تیرا
آنکھ مُڑتی ہوئی، زلف اُڑتی ہوئی
فاصلہ کیوں ہے زیادہ تیرا
او ہمدم میرے کھیل نہ جانو
چاہت کے اقرار کو
جان جہاں یاد کرو گے
اک دن میرے پیار کو
چھائے ہو میرے دل پہ نظر پہ تمہیں
آج تو میری الفت کا کر لو یقیں
اجی ہم سے تمہیں ایک لگاوٹ تو ہے
تمہیں ہم سے محبت نہیں
ہم سفر تو ہی میرا ہے، لیکن صنم
ساتھ میں ہیں کسی اجنبی کے قدم

فلم: پھر وہی دل لایا ہوں　　آواز: محمد رفیع　　موسیقی: او. پی نیر

○

جھوم جھوم کے ناچو آج گاؤ خوشی کے گیت
آج کسی کی ہار ہوئی ہے آج کسی کی جیت
ہو........گاؤ خوشی کے گیت.................
کوئی کسی کی آنکھ کا تارا
جیون ساتھی ساجن پیارا
اور کوئی تقدیر کا مارا ڈھونڈ رہا ہے دل کا سہارا
کسی کو دل کا درد ملا ہے کسی کو من کا میت
گاؤ خوشی کے گیت.................
دیکھو تو کتنا خوش ہے زمانہ
دل میں امنگیں لب پہ ترانہ
دل جو دکھے آنسو نہ بہانا
یہ تو یہاں کا ڈھنگ پرانا
اس کو بنانا اس کو مٹانا - اس نگری کی ریت
گاؤ خوشی کے گیت.................

فلم: انداز | آواز: مکیش | موسیقی: نوشاد

○

حسن جاناں ادھر آ - آئینہ ہوں میں تیرا
میں سنواروں گا تجھے
سارے غم دے دے مجھے
بھیگی پلکیں نہ جھکا - آئینہ ہوں میں تیرا
کتنے ہی داغ اٹھائے تو نے
میرے دن رات سجائے تو نے
چوم لوں آ مین تیری پلکوں کو
دیدوں یہ عمر تیری زلفوں کو
لے کے آنکھوں کے دیئے - مسکرا میرے لئے
میری تصویر وفا - آئینہ ہوں میں تیرا
تیری چاہت ہے عبادت میری
دیکھتا رہتا ہوں صورت تیری
گھر تیرے دم سے مندر میرا
تو ہے دیوی میں پجاری تیرا
سجدے سو بار کروں - آ تجھے پیار کروں
آئینہ ہوں میں تیرا - حسن جاناں ادھر آ

فلم: ساتھی آواز: مکیش موسیقی: نوشاد

○

تو ہے ہر جائی تو اپنا بھی یہی طور سہی
تو نہیں اور سہی ' اور سہی ' اور سہی
بڑی لمبی ہے زمیں' ملیں گے لاکھ حسیں
ساری دنیا میں صنم تو اکیلا تو نہیں
جام آنکھوں کے بہت ہیں۔کہیں اک دور سہی
تو نہیں اور سہی ....

دعویٰ الفت کا کیا خود ہی منہ موڑ لیا
بے وفا آپ ہوئے ہمیں بدنام کیا
ہم ہیں بدنام تو پھر طور سے بے طور سہی
تو نہیں اور سہی ....

مجھ سے تو آنکھ ملا' کیا کمی ہے یہ بتا
تجھ سے امید وفا بن گئی ایک خطا
پیار اوروں کا سلامت ہو تیرا طور سہی
تو نہیں اور سہی ....

فلم: تو نہیں اور سہی　　　آواز: مکیش　　　موسیقی: روی

○

خوشی کی وہ رات آ گئی کوئی گیت بجنے دو
گاؤ رے جھوم جھوم ....
کہیں کوئی کانٹا جو پگ میں تو لگنے دو
نا چو رے جھوم جھوم ....
آج ہنسوں میں اتنا کہ میری آنکھ لگے رونے
آج میں اتنا گاؤں، کہ من میں درد لگے ہونے
مرے میں سویرے تلک یہی گیت بجنے دو
گاؤ رے......جھوم جھوم خوشی کی وہ رات ......
ڈھول ہوں میں جو یوں بسنتی کیوں میرا سنگ دھرے
میری نہیں تو اور کسی کی مانگ میں رنگ بھرے
او- دو نینوں میں آنسو لئے دلہنیا کو سجنے دو-
گاؤ رے......جھوم جھوم
خوشی کی وہ رات ....

فلم: دھرتی کہے پکار کے — آواز: مکیش — موسیقی: لکشمی کانت پیارے لال

○

کہت کبیر سنو بھائی سادھو بات کہوں میں کھری کھری
دنیا اک نمبری تو میں ہوں دس نمبری
اک نمبر کا ہاتھ دکھایا - جب کہہ کے جے کالی
اتنے ہی سے دونوں کی بھاری جیب ہو گئی خالی
دو نمبر ہے اور نرالا دیکھوں اور کھل جائے تالا
ان کی جیب سے آ جائے ہرے نوٹ کی پوری گڈی
میں تو ہوں ....
نمبر تین کا ہو چمتکار دیکھو جب پھینکوں پتہ میں
سب کی طبیعت کروں صاف دلی ہو یا کلکتہ
چوتھے نے یہ غضب ڈھایا بھانپ لیا دوجے کو پھنسایا
کبھی کبھی تو پولیس کو الٹی دکھاؤں ہتھکڑی
کہ دنیا ہے اک نمبری ....
پانچواں نمبر ظلم کا دشمن میں دکھیوں کا ساتھی
چھٹا دیش کے غداروں سے چھین لوں گھیر کی باقی
نمبر سات کریں جو دنگا ایک ہاتھ سے کروں چنگا
لکڑی تگڑی چھری کٹاری سب رہ جائے دھری

کہ دنیا ہے اک نمبری تو میں ہوں دس نمبری

کلا آٹھا ویں یہ ہے کہ میں پیار ہے ملتا سب سے

پیار کی خاطر انسان کیا لڑ جاؤں میں سب سے

نوجواں جو ملے حسینہ' نو دن تک نہ رکے پسینہ

اور نمبر دس لکھا ہے یہ تو ہر تھانے میں

صفت کیا کیا ہے دیوانے میں

جتنی انگلیاں ہیں ان ہاتھوں میں' اتنی ساری ہے جادوگری

کہ دنیا ہے اک نمبری تو میں ہوں دس نمبری

فلم: دس نمبری　　آواز: مکیش　　موسیقی: لکشمی کانت پیارے لال

○

تو کہے اگر جیون بھر میں گیت سناتا جاؤں
میں بین بجاتا جاؤں
اور آگ میں اپنے دل کی
ہر دل میں لگاتا جاؤں - تو کہے اگر ....
میں ساز ہوں تو سرگم ہے
دیتی جا سہارے مجھ کو
میں راگ ہوں تو سرگم ہے
جس دم تو پکارے مجھ کو
آواز میں تیری ہر دم، آواز ملاتا جاؤں
آواز ملاتا جاؤں............
آکاش پہ چھاتا جاؤں - تو کہے اگر ....
ان بولوں میں تو ہی تو ہے
میں سمجھوں یا تو جانے
ان میں ہے کہانی میری

ان میں ہیں تیرے افسانے
تو ساز اٹھا الفت کا
میں جھوم کے گاتا جاؤں
سپنوں کو سجاتا جاؤں
تو کہے اگر ....

○

میری بھیگی بھیگی سی پلکوں پہ رہ گئے
جیسے میرے سپنے بکھر کے
جلے من تیرا بھی کسی کے ملن کو
انامیکا تو بھی ترسے
تجھے بن جانے بن پہچانے میں نے ہردے سے لگایا
پر میرے پیار کے بدلے میں تو نے مجھ کو یہ دن دکھلایا
جیسے برکھا کی رت میں نے کاٹی
تڑپ کے آہیں بھر بھر کے
جلے من تیرا بھی کسی کے ملن کو
آگ سے ناطہ ناری سے رشتہ کاہے من سمجھ نہ پایا
مجھے کیا ہوا تھا اک بے وفا پہ ہائے مجھے کیوں پیار آیا
تیری بے وفائی پہ ہنسے جگ سارا
گلی گلی گزرے جدھر سے
جلے من تیرا بھی کسی کے ملن کو
انامیکا تو بھی ترسے

فلم: انامیکا آواز: کشور کمار موسیقی: آر ڈی برمن

○

پیار کو چاہیے ایک نظر ایک نظر

دیر سے تو میرے ارمانوں کے آئینے میں
بند پلکیں لئے بیٹھی ہے میرے سپنے میں
اے میری جان حیا دیکھ ادھر دیکھ ادھر
پیار کو ....

چین دے کر بھی جو بے چین بنا دیتی ہو
ہو تو شبنم سی مگر آگ لگا دیتی ہو
جب ملے شور اٹھے ہائے دل ہائے جگر
بے قراروں کی دوا ایک نظر ایک نظر
درد مندوں کی صدا ایک نظر ایک نظر

شکوہ باقی نہ رہے دور گلہ ہو جائے
اس طرح دیکھ دیوانے کا بھلا ہو جائے
چاہنے والوں میں آ دیر نہ کر دیر نہ کر
درد مندوں کی صدا ایک نظر ایک نظر
عشق مانگے ہے دعا ایک نظر ایک نظر

خونِ دل سے بڑھے رخسار کی لالی تیری
میری آنکھوں سے پلک اور ہو کالی تیری

میری حالت پہ نہ جا اور سنور اور سنور
عشق مانگے ہے دعا ایک نظر ایک نظر

فلم: ایک نظر　　آواز: کشور کمار　　موسیقی: لکشمی کانت پیارے لال

○

دکھی من میرے سن میرا کہنا
جہاں نہیں چینا وہاں نہیں رہنا

درد ہمارا کوئی نہ جانے
اپنی غرض کے سب ہیں دیوانے
کس کے آگے رونا روئیں
دیش پرایا لوگ بیگانے
دکھی من میرے سن میرا کہنا

لاکھ یہاں جھولی پھیلا لے
کچھ نہیں دیں گے یہ جگ والے
پتھر کے دل موم نہ ہونگے
چاہے جتنا نیر بہا لے
دکھی من میرے سن میرا کہنا

اپنے لئے کب ہیں یہ میلے
ہم ہیں ہر اک میلے میں اکیلے
کیا پائے گا اس میں رہ کر
جو دنیا جیون سے کھیلے
دکھی من میرے سن میرا کہنا

فلم: نقوش　　آواز: کشور کمار　　موسیقی: ایس ڈی برمن

○

میں کھو گیا ہوں یہیں کہیں
جواں ہے رت سماں حسیں
کہاں ہے دل کسے پتہ- کہاں ہوں میں خبر نہیں
میں کھو گیا..............

یوں کسی سے ہوا سامنا
دل نے آواز دی تھامنا
جانے کیا کہہ گئی، وہ نگاہ نازنیں
میں کھو گیا..............

حالِ دل کہہ تو دوں جھوم کے
پیاری زلفوں کو چوم کے
سوچتا ہوں مگر وہ خفا نہ ہو کہیں
میں کھو گیا..............

دُھن جو رہی یہ پیار کی
ہو رہے گی میری وہ کبھی
میرے دل ٹھہر جا مچل نہیں
میں کھو گیا..............

فلم: بارہ بجے — آواز: محمد رفیع — موسیقی: او پی نیر

○

ٹھنڈی ہوا یہ چاندنی سہانی
اے میرے دل سنا کوئی کہانی
لمبی سی اک ڈگر ہے زندگانی
اے میرے دل سنا کوئی کہانی

سارے حسین نظارے سپنوں میں کھو گئے
سر رکھ کے آسماں پر پربت بھی سو گئے
میرے دل تو سنا کوئی ایسی داستاں
جس کو سن کر ملے چین میری جاں
اے میرے دل ....

منزل ہے انجانی ٹھنڈی ہوا یہ چاندنی سہانی
ایسے میں چل رہا ہوں پیڑوں کی چھاؤں میں
جیسے کوئی ستارہ بادل کے گاؤں میں
میرے دل تو سنا کوئی ایسی داستاں
جس کو سن کر ملے چین مجھے میری جاں

اے میرے دل بتا کوئی کہانی
تھوڑی سی رات بیتی تھوڑی سی رہ گئی
خاموش رت نہ جانے کیا بات کہہ گئی
میرے دل تو سنا کوئی ایسی داستاں
جس کو سن کر ملے چین مجھے میری جاں

فلم: جھمرو آواز: کشور کمار موسیقی: کشور کمار

○

ہمیں تو ہو گیا ہے پیار تمہیں ہو نہ ہو
اعتبار دلبر یار، تمہیں ہو نہ ہو
کچھ تو ہے جو ہم یوں آہیں بھرتے ہیں
سب کی آنکھیں ہیں تم پر، ہم اسی سے ڈرتے ہیں
تمہی کو دیکھا کرتے ہیں، جانِ جاں
قسم سے ہاں ...... ہمیں تو ہو گیا ....

چاہت میں دوری
ہے کس کو راس آئی
سانسوں میں تلوار سی
لیتی ہے انگڑائی
تم ہے آج تنہائی - جانِ جاں قسم سے ہاں -
ہمیں تو ہو گیا ہے پیار تمہیں ہو نہ ہو

فلم: میرے ہمدم میرے دوست   آواز: لتا منگیشکر   موسیقی: لکشمی کانت پیارے لال

○

اک لڑکی بھیگی بھاگی سی
سوتی راتوں میں جاگی سی
ملی اک اجنبی سے کوئی آگے نہ پیچھے
تم ہی کہو یہ کوئی بات ہے
اک لڑکی بھیگی بھاگی سی

دل ہی دل میں چلی جاتی ہے
بگڑی بگڑی چلی آتی ہے
جھنجھلاتی ہوئی بل کھاتی ہوئی
ساون کی سونی اندھیری راتوں میں
ملی اک اجنبی سے کوئی آگے نہ پیچھے
تم ہی کہو یہ کوئی بات ہے
ڈگ مگ ڈگ مگ لہکی لہکی
بھولی بھٹکی بہکی بہکی
مچلی مچلی گھر سے نکلی
گیلی کالی راتوں میں ملی اک اجنبی سے کوئی آگے نہ پیچھے
تم ہی کہو یہ کوئی بات ہے

تن بھیگا ہے سر گیلا ہے
اس کا کوئی پیچ بھی ڈھیلا ہے
تنتی جھکتی چلتی رکتی
نکلی اندھیری راتوں میں
ملی اک اجنبی سے کوئی آگے نہ پیچھے
تم ہی کہو یہ کوئی بات ہے

فلم: چلتی کا نام گاڑی　　آواز: کشور کمار　　موسیقی: ایس ڈی برمن

○

بچنا اے حسینو ' لو میں آ گیا
حسن کا عاشق حسن کا دشمن
اپنی ادا ہے اوروں سے جدا
بچنا اے حسینو ' لو میں آ گیا

دنیا میں نہیں ہے میرا سا دیوانہ
حسن والوں کی زباں پر ہے میرا ہی ترانہ
سب کی رنگ بھری آنکھوں میں آج
چمک رہا ہے چمک رہا ہے میرا ہی نشہ
بچنا اے حسینو ' لو میں آ گیا

جام ملتے ہے ادب سے شام دیتی ہے سلامی
گیت جھکتے ہیں لبوں پر ساز کرتے ہیں غلامی
وہ کوئی پرجا ہو یا بادشاہ
آج تو سبھی ہیں مجھ پہ فدا
بچنا اے حسینو' لو میں آ گیا

ایک ہنگامہ اٹھا دوں میں تو جاؤں جدھر سے
جیت لیتا ہوں دلوں کو ایک ہلکی سی نظر سے
محبوبوں کی محفل میں آج
چھائی ہے چھائی ہے میری ہی ادا
بچنا اے حسینو، لو میں آ گیا

فلم: دوسرا آدمی آواز: کشور کمار موسیقی: راجیش روشن

○

جان میری روٹھ گئی جانے کیوں ہم سے
آفت میں پڑ گئی جان
لاکھ کہوں اس سے نہ مانے قسم سے
آفت میں پڑ گئی جان

بن جاؤ شعلہ یا چنگاری
چھوڑوں گا نہ بانہہ تمہاری
یہ تماشا دیکھے گی دنیا
یا پھر مانو بات ہماری
لڑنا بھی تم سے صنم ملنا بھی تم سے
آفت میں پڑ گئی جان

ناک پہ غصہ آنکھوں میں مستی
تھوڑی گرجتی تھوڑی برستی
چوم نہ لے کوئی ایسی ادا پہ
ہونٹوں سے چپ ہے
آنکھوں سے ہنستی
پیچھے ہی پڑ جائے بچو ایسے صنم سے
آفت میں پڑ گئی جان............

فلم: دوسرا آدمی　　آواز: کشور کمار　　موسیقی: راجیش روشن

○

تیرے گالوں کی چاندنی دیکھے تو ہوئے ہر دل بے ایمان، تو ہوئے
لگے ہاتھوں میں مہندی پیا کی تو رنگ تیرا لوٹ لے جہاں
تو رنگ تیرے گالوں کی چاندنی دیکھے تو ہوئے ہر دل بے ایمان، تو ہوئے
کلی سی جوانی تیری، کھل جائے گی بن کے پھول
او مہک اٹھے گی تو سیاں جی کی بانہوں میں جھول
سوہنی نی کڑیئے آہا ریشم دی کڑیئے - آہو آہو
قیامت کر دی گئی نی، تیری غضب کی اٹھان
تیرے گالوں کی چاندنی دیکھے تو ہوئے ....
تارا جیسی بندیا تیری گھونگھٹے میں سجتی رہے
ہاں چاندی سی کلائی سدا چوڑیوں سے بجتی رہے
نی مٹیارے آہا، تو ایسا جادو ڈارے، آہو
کہ تیرے سیاں جی چھڑکتے پھرے تجھ پہ جاں
تیرے گالوں کی چاندنی دیکھے تو ہوئے ....

مجھے تو پتا ہی نہ تھا ' میرا بھی ہے سپنا کوئی
اپنوں نے چاہا سدا ' میرا بھی ہوا اپنا کوئی
تجھے دیکھا جب سے آہا' تجھے جانا جب سے' آہو
مجھے دل پہ رہا نہ اختیار ' میری جان!
تیرے گالوں کی چاندنی دیکھے تو ہوئے ہر دل بے ایمان' تو ہوئے

فلم: پیار کوئی کھیل نہیں آواز: اودت نارائن-الکایاگنک موسیقی: جتن للت

○

کہو جی تم سے اچھا کون ہے اتنا دلکش دلربا
کہ میں نے یونہی تو نہیں کرلیا تم ہی پہ جان و دل فدا
عنایت ہے یہ آپ کی
نوازش ہے جناب کی
ہے کیا غضب کی چاندنی تمہاری زلفوں تلے
جانم یہ ہے تیری نظر کے چندا تارے کھلے
ہائے کیا رس کی بھری باتیں تمہاری ہیں
آج سے ساری میری راتیں تمہاری ہیں
عنایت ہے یہ آپ کی
نوازش ہے جناب کی
آ جا تجھے لپیٹ لوں میں بانہوں کی ڈور میں
کھو جائے دل ہمارے دم، اسی دل کے شور میں
ہائے کیا آفت صنم جلوئے تمہارے ہیں
ہو ہو کیوں نہ ہوں دل والے جو عاشق ہمارے ہیں
عنایت ہے یہ آپ کی
نوازش ہے جناب کی

آجا پیا گھڑی گھڑی نیا دوں راستہ تیرا
پھولی پھلی رہوں سدا رہے گھر ہنستا میرا
ساجنا انگ انگ میں تم ہی سمائے ہو
ہو ہو جان من کیا زور کا کجرا لگائے ہو
عنایت ہے یہ آپ کی
کہو جی تم سے اچھا کون ہے اتنا دلکش دلربا
کہ میں نے یونہی تونہیں کرلیا تم ہی پہ جان و دل فدا
عنایت ہے یہ آپ کی

فلم: مجھے میری بیوی سے بچاؤ　آواز: سونو نگم - انا ئیڈا　موسیقی: راجیش روشن

○

لڑکی جان من جان جاں ' تم سا کوئی کہاں
تم سے مل کے میں ' اور ہو گئی جواں
مر گئی میں تو یارا سن کہ تیرے نال پیار ہو گیا
کہ تیرے نال پیار ہو گیا کہ تیرے نال پیار ہو گیا

لڑکا کافر اداؤں نے کیا رنگ باندھا ہے
کچھ تو بتاتی جا کہاں کا ارادہ ہے
کہاں کا ارادہ ہے کیا رنگ باندھا ہے
کہ تیرے نال پیار ہو گیا کہ تیرے نال پیار ہو گیا

لڑکی جو روپ لگے تھا آدھا ' اب مل کے کھلا کچھ زیادہ
ریشم سی اڑی زلفوں کو رومال سے باندھا

لڑکا پائل نہیں تیرے پیروں میں دل میں عجب جھنکار ہوئی
تیر نہیں تھی آنکھ مگر میرے تو جگر کے پار ہوئی
سنا نہیں ہو گا ٹھیک سے پہلے پھر سے دوبارہ سن

لڑکی کہ تیرے نال پیار ہو گیا کہ تیرے نال پیار ہو گیا

لڑکا　چاہوں گا تجھے میں اتنا تیرا دل چاہے گا جتنا
پر یہ سب کچھ کرنے کو' بتلا دل لگی کا دن کتنا
لڑکی　آئے گا مزا جب جینے میں' میرا دل دھڑکے تیرے سینے میں
لڑکا　پھر بات بنے جب ہم بھیگیں' ہائے بن برکھا کے مہینے میں
سنا نہیں ہو گا ٹھیک سے پہلے پھر سے دوبارہ سن
کہ تیرے نال پیار ہو گیا کہ تیرے نال پیار ہو گیا

○

لڑکی　　او بے وفا، ہائے او بے وفا

اچھا کیا تو نے جو بھی کیا، او بے وفا ہائے او بے وفا

اپنا ہے یا بیگانہ تو، اتنا پتہ تو چل گیا

جھوٹی وفا کا رنگ تو، چہرے سے تیرے ڈھل گیا

اب دیکھنا ہوتا ہے کیا، او بے وفا ....

لڑکا　　سلگی ہے جو دل میں میرے

لپٹے گی تیرے تن سے بھی

آگے مقدر ہے تیرا

دامن جلے یا زندگی

شعلے کو کیوں بھڑکا دیا - او بے وفا، ہائے او بے وفا

لڑکی　　کب میں نے چاہا تھا

تم ہی کیوں دشمنی پر آ گئے

اپنے ہی جھوٹے خواب سے

تم آپ دھوکہ کھا گئے

لڑکا　　کس نے تمہیں دھوکہ دیا - میں بیوفا ہوں نہ، میں بے وفا

ساتھی تجھے کس نے دھوکہ دیا - او بے وفا - او بے وفا

لڑکی　　اچھا کیا تو نے جو بھی کیا - او بے وفا - او بے وفا

فلم: بے لگام　　آوازیں: محمد عزیز - کویتا کرشنا مورتی　　موسیقی: آر ڈی برمن

○

وہ جو ملتے تھے کبھی ہم سے دیوانوں کی طرح
آج یوں ملتے ہیں جیسے کبھی پہچان نہ تھی
وہ جو ملتے تھے کبھی ہم سے دیوانوں کی طرح

دیکھتے بھی ہیں تو یوں میری نگاہوں میں کبھی
اجنبی جیسے ملا کرتے ہیں راہوں میں کبھی
اس قدر ان کی نظر ہم سے تو انجان نہ تھی
وہ جو ملتے تھے کبھی ....

ایک دن تھا کبھی یونہی جو مچل جاتے تھے
کھیلتے تھے میری زلفوں سے بہل جاتے تھے
وہ پریشان تھے میری زلف پریشان نہ تھی
وہ جو ملتے تھے کبھی ....

وہ محبت وہ شرارت مجھے یاد آتی ہے
دل میں اک پیار کا طوفان اٹھا جاتی ہے
تھی مگر ایسی تو الجھن میں میری جان نہ تھی
وہ جو ملتے تھے کبھی ....

فلم: اکیلی مت جائیو　　آواز: لتا　　موسیقی: مدن موہن

○

نہ جا او میرے ہمدم نہ جا او میرے ہمدم
سنو وفا کی پکار، چھوڑ کے میرا پیار
نہ جا او میرے ہمدم نہ جا او میرے ہمدم

میں اکیلی ہوں زمانے میں، میری دنیا سے جاؤ نہ
میرے ہونٹوں کو ہنسی دے کے ہنسی ہنسی میں رلاؤ نہ
گئی باتوں کو بھلا بھی دے او میرے صنم نہ جا
نہ جا او میرے ہمدم ....

تیرے دل کی اداسی کو زلفوں سے مہکاؤں گی
تیری سونی سونی باہوں میں گورا مکھڑا سجاؤں گی
اب آئیں گے جو لوٹ کر تیرے قدم نہ جا
نہ جا او میرے ہمدم نہ جا او میرے ہمدم
سنو وفا کی پکار، چھوڑ کے میرا پیار
نہ جا او میرے ہمدم ....

فلم: پیار کا موسم　　　آواز: لتا　　　موسیقی: آر ڈی برمن

○

چاند پھر نکلا مگر تم نہ آئے
جلا پھر میرا دل کروں کیا میں ہائے
سلگتے سینے میں دھواں سا اٹھتا ہے
لو اب چلے آؤ کہ دم گھٹتا ہے
جلا گئے تن کو بہاروں کے سائے
کہ تم نہیں آئے ....

یہ رات کہتی ہے کہ وہ دن گئے تیرے
یہ جانتا ہے دل کہ تم نہیں میرے
کھڑی ہوں میں پھر بھی نگاہیں بچھائے
کہ تم نہیں آئے ....
چاند پھر نکلا مگر تم نہ آئے
جلا پھر میرا دل کروں کیا میں ہائے

فلم: پیئنگ گیسٹ　　آواز: لتا　　موسیقی: ایس ڈی برمن

○

اے ہوا میرے سنگ سنگ چل
میرے دل میں ہوئی ہل چل

کہے دریا کا پانی کل کل
تجھے آس ملن کی پل پل

رک نہ سکوں میں دوڑی آؤں
پھر کچھ سوچ کے میں گھبراؤں

اے ہوا میرے سنگ سنگ چل
میرے دل میں ہوئی ہل چل

تو نے یہ کیسا جادو کیا ہے
بن ڈور کے مجھے باندھ لیا ہے

اے ہوا میرے سنگ سنگ چل
میرے دل میں ہوئی ہل چل

فلم: بابو　　آواز: لتا　　موسیقی: راجیش روشن

○

تیری آنکھوں کے سوا دنیا میں رکھا کیا ہے
یہ اٹھیں صبح چلے یہ جھکیں شام ڈھلے
میرا جینا میرا مرنا انہیں پلکوں کے تلے
تیری آنکھوں کے سوا دنیا میں رکھا کیا ہے

نہ ہو کہیں ان کا سایہ' میرے دل سے جاتا نہیں
ان کے سوا اب تو کچھ بھی نظر مجھ کو آتا نہیں
یہ اٹھیں صبح چلے یہ جھکیں شام ڈھلے
میرا جینا میرا مرنا انہیں پلکوں کے تلے

ٹھوکر جہاں میں نے کھائی' انہوں نے پکارا مجھے
یہ ہم سفر ہیں تو کافی ہے ان کا سہارا مجھے
یہ اٹھیں صبح چلے یہ جھکیں شام ڈھلے
میرا جینا میرا مرنا انہیں پلکوں کے تلے
تیری آنکھوں کے سوا دنیا میں رکھا کیا ہے

فلم: چراغ آواز: لتا منگیشکر موسیقی: مدن موہن

○

وادیاں میرا دامن راستے میری بانہیں
جاؤ میرے سوا، تم کہاں جاؤ گے

جب ہنسے گی کلی رنگ والی کوئی
اور جھک جائیگی تم پہ ڈالی کوئی
سر جھکائے ہوئے، تم مجھے پاؤ گے
جاؤ میرے سوا، تم کہاں جاؤ گے

چل رہے ہو جہاں اس نظر سے پرے
وہ ڈگر تو گزرتی ہے دل سے میرے
ڈگمگاتے ہوئے، تم یہیں آؤ گے
جاؤ میرے سوا، تم کہاں جاؤ گے

فلم: ابھیلاشا　　آواز: لتا منگیشکر　　موسیقی: آر ڈی برمن

○

بتا دوں کیا لانا تم لوٹ کے　　آ جانا یہ چھوٹا سا نذرانہ
پیا یاد رکھو گے کہ بھول جاؤ گے
یاد رکھو گے کہ بھول جاؤ گے

سمجھتے ہیں جو تن پہ ہمارے　　وہ ہے پیا نین تمہارے
ہے لٹ جو ماتھے پہ آئی تھی　　چوڑی ہے میری کلائی کی
پلٹ کے جب آنا یہ لٹ یہ
نظر لانا یہ چھوٹا سا نذرانہ

چاہت سے یہ مانگ بھروں گی　　بندیا کا میں کاہ کروں گی
ماتھے پہ لاگے سہانی سی　　ہونٹوں کی تیری نشانی سی
بلموا جب آنا بندیا نہیں
بن جانا یہ چھوٹا سا نذرانہ

آنکھوں میں چاند بن کے ابھرنا　　دیکھو بلم تم دیر نہ کرنا
رہتا ہے دل میں تمہارا دل　　ڈرتا ہے پھر بھی ہمارا دل
بہت نہ ترسانا تم لوٹ کے
آجانا ' یہ چھوٹا سا نذرانہ

فلم: پتھر کے صنم　　آواز: لتا منگیشکر　　موسیقی: لکشمی کانت پیارے لال

○

پائل کی جھنکار رستے رستے ڈھونڈے تیرا پیار رستے رستے
کرتی ہے فریاد لیکن ہنستے ہنستے اور ڈھونڈے تیرا پیار رستے رستے
پتہ پوچھتی ہے سب سے تمہارے کام کا
ہونٹوں پہ ہے اک بلما تیرے نام کا
کرے پیار کی پکار دیکھو دلدار گھائل سی اک نار رستے رستے
پائل کی جھنکار رستے رستے ڈھونڈے تیرا پیار رستے رستے
تو ہے پھول کسی بن کا سمجھ گئی میں
ایسے تو نہیں راہ کی پون بھئی میں
کسی موڑ کسی دوار سیاں دلدار ہوں گے نیناں چار رستے رستے
پائل کی جھنکار رستے رستے ڈھونڈے تیرا پیار رستے رستے
مت بھول میرے در سے تو گیا سجنا
اک چھایا تیری ڈولتی ہے میرے انگنا
کہاں مان میرے پیار، میرے دلدار چھپنا ہے بے کار رستے رستے
پائل کی جھنکار رستے رستے ڈھونڈے تیرا پیار رستے رستے

فلم: میرے لال آواز: لتا موسیقی: لکشمی کانت پیارے لال

○

اے ہیّا......اے ہیّا......اے ہیّا

دل ول پیار ویار میں کیا جانوں رے

جانوں تو جانوں بس اتنا کہ میں تجھے اپنا جانوں رے

تو ہے برا تو ہو گا پر باتوں میں تیری رس ہے

جیسا بھی ہے مجھے کیا ' اپنا لگے تو بس ہے

گھر ہو تیرا جس نگری میں چاہے جو ہو تیرا نام رے

گھر ' ور ' نام ' وام میں کیا جانوں رے............

عادت نہیں کہ سوچوں کتنوں میں حسیں ہے تو

لٹ میں ہیں کتنے ' گھونگھر ' نینوں میں کتنا جادو

بس تو موہے اچھا لاگے ' اتنی ہی سے مجھ کو کام رے

لٹ وٹ ' نین وین ' میں کیا جانوں رے............

کچھ جانتی تو کہتی رُت بن کر کہ میں کھلی ہوں

ڈالی سی جھومتی میں ساجن سے آ ملی ہوں

تو ہی جانے رت ہے کیسی اور ہے کتنی رنگین شام رے

رُت وُت ' شام وام میں کیا جانوں رے

جانوں تو جانوں بس اتنا کہ میں تجھے اپنا جانوں رے

فلم: شاگرد　　آواز: لتا　　موسیقی: لکشمی کانت پیارے لال

○

یہ کیسا غم سجنا ' پیاسا دل پیاسی شام
آ تیرے ہونٹوں سے لگ جاؤں بن کے جام
یہ کیسا غم سجنا ....

شیشے میں نشہ ہے مجھ میں تیرا پیار ہے
رنگ اس میں میرے چہرے پر بہار ہے
سیاں' شیشہ کیا ہے بانہیں میری تھام
آ تیرے ہونٹوں سے ....

ہائے میرے ہوتے ہوئے روح تیری پیاسی
پونچھ دوں آنچل بن کے آ مکھڑے کی اداسی
سیاں' سکھ میں دکھ میں تم کو ہم سے کام
آ تیرے ہونٹوں سے ....

میں جلنے نہ دوں گی تجھ کو وہ غم لے کے
پاس تیرے آئی ہوں میں پیار کی شبنم لے کے
سیاں' رب نے بھیجا مجھ کو تیرے نام
آ تیرے ہونٹوں سے ....

فلم: پیاسی شام　　آواز: لتا　　موسیقی: لکشمی کانت پیارے لال

ہو جیا نہ لاگے مورا' ہاں جیا نہ لاگے مورا
نہ جا رے نہ جا' نہ جا جیا نہ لاگے مورا

کاہے پٹ کھولا تو نے میرے دوار کا
آیا برسوں میں کوئی جھونکا پیار کا
پل دو پل تو ٹھہر جا موہے اتنا بھی نہ ستا
نہ جا رے نہ جا ....

سن کے میری باتیں پلک تیری کیوں جھکی
ہاں اچھا رے بیدردی جا نہیں میں روکتی
ہاں پایا ہے تیرا رستہ کہیں جا سکتا ہے تو جا
جیا نہ لاگے مورا' ہاں جیا نہ لاگے مورا
نہ جا رے نہ جا' نہ جا جیا نہ لاگے مورا

فلم: بڈھا مل گیا　　آواز: لتا　　موسیقی: آر ڈی برمن

○

باہوں میں چلے آؤ ہائے ہم سے صنم کیا پردہ
یہ آج کا یہی ملن یہ سنگ ہے عمر بھر کا
باہوں میں چلے آؤ ....

یوں چلے ہی جانا ہے نظر چرا کے یوں
پھر تھامی تھی ساجن تم نے میری کلائی کیوں
کسی کو اپنا بنا کے چھوڑ دیں ایسا کوئی نہیں کرتا
باہوں میں چلے آؤ ....

کبھی کبھی کچھ تو کہو' او پیا ہم سے
اے کم سے کم آج تو کھل کے ملو ذرا ہم سے
ہے رات اپنی جو تم ہو اپنے کسی سے ڈر کیا
باہوں میں چلے آؤ ہائے ہم سے صنم کیا پردہ
یہ آج کا یہی ملن یہ سنگ ہے عمر بھر کا

فلم: انامیکہ　　　آواز: لتا　　　موسیقی: آر ڈی برمن

○

لڑکی جادو جادو چل گیا ، چل گیا ، چل گیا
میرے حسن کا جادو چل گیا میرے حسن کا جادو چل گیا
نہ تجھ کو خبر نہ مجھ کو خبر یہ سب کیسے بدل گیا
جادو میرے حسن کا جادو چل گیا میرے حسن کا جادو چل گیا

لڑکا آنکھ ملی دل ہاتھ سے نکلا کرتا بھی کیا میں بے چارہ
لوٹ مچا گیا شام سے پہلے تیری زلفوں کا اندھیارہ
وہ تو کہئے ابھی بھی دل میں ارمانوں کا اک دیا سا جل گیا

لڑکی جادو میرے حسن کا جادو چل گیا
میرے حسن کا جادو چل گیا
میں بھی تیرے آگے پیچھے بانہیں کھولے آنکھیں میچے
اوس کے تیرے دل کی بولی میں دیوانی ایسی ڈولی

لڑکا کہ بھرا سا نازک تن میری بانہوں کے سانچے میں ڈھل گیا

لڑکی جادو میرے حسن کا جادو چل گیا
میرے حسن کا جادو چل گیا

فلم: مجھے میری بیوی سے بچاؤ — آوازیں: سکھویندر - چسندرہ — موسیقی: راجیش روشن

○

لڑکا کچھ تمہارے ہیں کچھ ہمارے ہیں - کچھ تمہارے ہیں کچھ ہمارے ہیں
لڑکی ہم دونوں کے سپنے کتنے پیارے ہیں - کچھ تمہارے ہیں کچھ ہمارے ہیں
لڑکا ان میں اس ارماں کا نور ہے جو دل میں پلتا رہا
وہ رنگین نغمہ جو ہونٹ میں دب کے مچلتا رہا
جلوے تمام آزاد ہیں ہم دل کے ہیں بادشاہ
لڑکی لڑکا کچھ تمہارے ہیں کچھ ہمارے ہیں - دونوں کے سپنے کتنے پیارے ہیں
لڑکی دیکھو ذرا ایسے جھوم کے کیوں ڈولتی ہے بہار
یوں ہے کہ آج اس ترنگ میں شامل ہے اپنوں کا پیار
یونہی نہیں کھیلی ہے زلفوں سے باد صبا
کچھ تمہارے ہیں کچھ ہمارے ہیں - ہم دونوں کے سپنے کتنے پیارے ہیں

فلم: پیار کوئی کھیل نہیں آوازیں: اودت - الکا یاگنک موسیقی: جتن للت

○

بندہ پرور۔ تھام لو جگر
بن کے پیار پھر آیا ہوں۔ وہی دل لایا ہوں
جس کی تڑپ رُخ پر تمہارے
آیا نکھار غضب کا
جس کے لہو سے اور بھی چمکا
لہو تمہارے لب کا...... بندہ پرور۔ تھام لو جگر
گیسو کھلے زنجیر بنے
اور بھی تم تصویر بنے
آئینہ دلدار کا۔ نذرانہ پیار کا۔ پھر وہی دل لایا ہوں
میری نگاہ شوق سے
بچ کر یار کہاں جاؤ گے
پاؤں جہاں رکھ دو گے ادا سے
دل کو وہیں پر پاؤ گے
رہوں جدا یہ مجال کہاں
جاؤں کہاں یہ خیال کہاں
بندہ دلدار کا۔ نذرانہ پیار کا۔ پھر وہی دل لایا ہوں

فلم: پھر وہی دل لایا ہوں　　آواز: محمد رفیع　　موسیقی: او پی نیر

○

اب کیا مثال دوں میں تمہارے شباب کی
انسان بن گئی ہے کرن مہتاب کی

چہرے پہ ڈھل گیا ہے حسیں چاندنی کا نور
آنکھوں میں چمن کی جواں رات کا سرور
گردن ہے اک جھکی ہوئی ڈالی گلاب کی
اب کیا مثال دوں ....
گیسو کھلے تو شام کے دل سے دھواں اٹھے
جھکے قدم تو جھک کے نہ پھر آسماں اٹھے
سو بار جھلملائے شمع آفتاب کی
اب کیا مثال دوں ....
دیوار و در کا رنگ' یہ آنچل یہ پیرہن
گھر کا مرے چراغ ہے' بوٹا سا یہ بدن
تصویر ہو تمہی میری جنت کے خواب کی
اب کیا مثال دوں ....

فلم: آرتی آواز: محمد رفیع موسیقی: روشن

لڑکا ان قدموں کے نیچے، شاید یہ میرا دل ہے
دیکھوں تو کیا ایسی ہی بات ہے
لڑکی ارے ارے ٹھہرو دیکھتی ہوں نہ جانے شیشہ ہے کہ دل ہے
کچھ پیروں کے نیچے تو ہے .... ان قدموں کے نیچے
مزے سے جا رہی تھی میں یہ آ گئے کہاں سے تم
یہ آگ دل کی ایسی ہے جہاں سے ہم وہاں سے تم
لڑکا ارے حسینوں کو ستانا ' پھر ستا کے یوں مسکرانا
مزا آیا ہمیں سچ تو ہے ان قدموں کے نیچے ....
لڑکی بڑی عجب یہ منزل ہے کہیں ہوں میں کہیں دل ہے
دونوں صنم کریں بھی کیا ہم تم کہ یہ سماں بھی قاتل ہے
لڑکا کم نہیں تو بھی حسینہ رت کو کیا الزام دینا
لڑکی ہاں مجھ میں بھی یہ سب تو ہے
ان قدموں کے نیچے، شاید یہ میرا دل ہے

فلم: کیا کہنا آوازیں: سونو نگم - الکا یاگنک موسیقی: راجیش روشن

○

لڑکا: او سوہنئیے..........او دل جانئیے

اسے کھیل نہ سمجھو صنم جی میں نے تمہیں پیار کیا

تم جیسی بھی ہو جو بھی صنم جی میں نے تمہیں پیار کیا

او پریا..........او پریا..........او پریا

لڑکی: میں نے جس دن سے تھاما تیرا دامن سہانا

چھوڑا سارا زمانہ میرے ساجنا

میں نے چاہا بہت تجھے اتنا نہ چاہوں

پر دل ہی نہ مانا میرے ساجنا

لڑکا: او سوہنئیے..........او دل جانئیے

میں بھی جان جاناں تھا کیسا انجانہ

تجھے نہ پہچانا ' تیرا دیوانہ

دل میرا ہائے سنائے چلا جائے

تیرا ہی افسانہ ' تیرا دیوانہ

لڑکی: تو آ جا تو آ جا کہیں اور نہ جا - کہ جینا ہے تیرے ساتھ پیا

لڑکا: او سوہنئیے..........او دل جانئیے

تو ہے ایسی پیاری کہ تیری انتظاری
لگے ہے مجھے بھاری میری محبوبہ
اب تو ہے جاناں تم ہی سے دوستانہ
تم ہی سے میری یاری میری محبوبہ

لڑکی: تو ہی میرا اپنا تو ہی میرا سپنا - تجھے میں نے کتنا یاد کیا
لڑکا: او سوہنیے ....او دل جانیے

فلم: کیا کہنا آواز: سونو نگم - الکا - کمار سانو موسیقی: راجیش روشن

○

لڑکا اے دل لایا ہے بہار،
اپنوں کا پیار کیا کہنا
لڑکی ملے ہم چھلک اٹھا
خوشی کا خمار کیا کہنا
کھلے کھلے چہروں سے آج، گھر ہے میرا گل گلزار کیا کہنا
اے دل لایا ہے بہار..........................
لڑکا ہم تم یونہی ملتے رہیں
محفل یونہی سجتی رہے
لڑکی بس پیار کی یہی اک دھن
ہر صبح و شام بجتی رہے
گلے میں مہکتا رہے پیار
بھری بانہوں کا ہار کیا کہنا
دونوں کھلے کھلے چہروں سے آج، گھر ہے میرا گل گلزار کیا کہنا
اے دل لایا ہے بہار اپنوں کا پیار کیا کہنا

فلم: کیا کہنا　　آواز: ہری ہرن-کویتا　　موسیقی: راجیش روشن

○

لڑکا دیکھئے اجی جان من بولئے مہرباں
ہم سے یوں مت کھیلئے کیوں بھلا جان جاں
ٹوٹ کے رہ جائے گی پیار میں میری جاں
لڑکی ہم سے یوں مت کھیلئے کیوں بھلا جانِ جاں
ٹوٹ کے رہ جائیں گے ہم بھی تو میری جاں
لڑکی مانتی ہوں میں تھی میری خطا جو تمہیں نہ سمجھی
لڑکا جو ہوا صنم سو ہوا صنم بھول جاؤ' نہ جی
لڑکی اب تو سوا تمہارے' نہیں کچھ بھی یاد جانم
لڑکا آ' ایک دوسرے میں' کھو جائیں آج ہمدم
یوں ملیں دو بدن' پھر نہ کھولیں زباں
ٹوٹ کے رہ جائے گی پیار میں میری جاں
لڑکا آج بانہوں کے اس بھنور میں ہم ایسے ڈوب جائیں
لڑکی اپنے آپ کو ڈھونڈتے رہیں اور نہ ڈھونڈ پائیں
میری طرح سے تم بھی سب کچھ لٹا دو جانم
اب جو ہے پاس میرے' سب ہے تمہارا ہمدم
لڑکا ارے یوں لگا آج دہرتی پہ گر پڑا آسماں
ٹوٹ کے رہ جائے گی پیار میں میری جاں

فلم: کیا کہنا آوازیں: اودت نارائن - الکا یاگنک موسیقی: راجیش روشن

○

لڑکا اے صنم میری بانہوں میں آ - دل سے کیوں رہے دھڑکن جدا

جینا بھی کیا تیرے بنا

لڑکی اے صنم میری بانہوں میں آ - دل سے کیوں رہے دھڑکن جدا

جینا بھی کیا تیرے بنا

لڑکا دل کرتا رہا ارمانوں کا شور - پھر بھی جان جاناں تھامے رہا میں دل کو

لڑکی میں بھی ساجنا، ایسے کیا کہوں - دھڑکن کی زباں سے آؤ سناؤں تم کو

عاشقی کے تو نغمے سنا

دل سے کیوں رہے دھڑکن جدا

لڑکا جو ملنے نہ دے ہم کو پیار میں - آؤ آج ایسی رسموں کو توڑ ڈالیں

لڑکی دل میں نہ رہے کوئی آرزو - مل کے آج سارے ارمان ہم نکالیں

پیار بن کے آ مجھ میں سما

دل سے کیوں رہے دھڑکن جدا

لڑکا اے صنم میری بانہوں میں آ

دل سے کیوں رہے دھڑکن جدا

فلم: کیا کہنا آوازیں: کمار سانو - الکا یاگنک موسیقی: راجیش روشن

○

یہ بندھن ہے عشق کا بندھن پاگل یہ ضد چھوڑ
جو تیرا ہے جا کے اسی سے دل کا رشتہ جوڑ
دل کا رشتہ جوڑ ....
تیرے آگے پیچھے کہیں دل کھو گیا
ہائے تیرا دل میرا دل ہو گیا
میں تو سمجھا میرا ہی نصیب سو گیا
ہائے تیرا دل میرا دل ہو گیا
ہو اب کیا کہوں آگے کہو! بس تم یونہی لپٹے رہو
تیرے آگے پیچھے کہیں دل کھو گیا ہائے تیرا دل میرا دل ہو گیا
ہم نے کی نادانی، چھوڑو بھی دل جانی
میرا یار اپنا ہے، کیا پیارا سپنا ہے
ہو تن من آپ کا ہے سب یہ جناب کا ہے
کیا ہے خیال تیرا یہی ہے سوال میرا
اب کوئی انکار مشکل ہو گیا - ہائے تیرا دل میرا دل ہو گیا

سب کچھ آج کھونے دے جو بھی ہو ہونے دے
مانگو جو دل چاہے روکوں گی میں کاہے
ہو آ جا تو مچل جائیں سارے جادو چل جائیں
جیسے بھی ہوں رنگ تیرے میں ہوں سنگ سنگ تیرے
تو مجھ میں میں تجھ میں شامل ہو گیا ہائے تیرا دل میرا دل ہو گیا
میں تو سمجھا میرا ہی نصیب سو گیا ہائے تیرا دل میرا دل ہو گیا
ہو - اب کیا کروں آگے کہو' بس تم یونہی لپٹے رہو

فلم: ہم تو محبت کریگا　　آواز: کمار سانو - الکا - رام شنکر　　موسیقی: انو ملک

○

جہاں میں کوئی پیار کا دیوانہ ہو گیا جہاں
جینے مرنے کا ہوش ہے پھر اسے کہاں
پیار کوئی کھیل نہیں پیار کوئی کھیل نہیں
جہاں میں کوئی ....

عاشقی وہ روگ ہے کہ لگے جو اک بار
دل سے پھر یہ جائے نہ کرے یہ جتن ہزار
تیرے لبوں پر بھی پیارے رونا ہے یہ ہنسی نہیں
جہاں میں کوئی ....

عشق میں کوئی بھی ہو، مجنوں یا فرہاد
مٹ گئے شاہوں کے نام پر، یہ زندہ ہیں آج
چاہت میں دی جان جس نے وہ کبھی مرتا نہیں
جہاں میں کوئی پیار کا دیوانہ ہو گیا جہاں
جینے مرنے کا ہوش ہے پھر اسے کہاں
پیار کوئی کھیل نہیں پیار کوئی کھیل نہیں

فلم: پیار کوئی کھیل نہیں آواز: کمار سانو موسیقی: جتن للت

○

ہم تو محبت کرے گا - ہم تو محبت کرے گا ہم تو محبت

جب سے دیکھا تم کو اے جادوگر حسیں

اس دن سے تو یہ دل کہیں لگتا ہی نہیں

تب سے حال کیا ہے ' ...... کہوں کیا

دل ہے دیوانہ تمہارا کرتا بھی کیا ہائے بیچارہ

دل ہے دیوانہ تمہارا

ہم تو محبت کرے گا - ہم تو محبت کرے گا ہم تو محبت

ملتے ہی یہاں تو ابھی سے ہلچل پڑی ہے جلتا ہے سینہ

ہاتھ لگا کے ذرا دیکھو کیسا مجھے بھی آئے پسینہ

برا حال دونوں کا یارا - دل ہے دیونہ تمہارا

کرتا بھی کیا ہائے بے چارہ - دل ہے دیوانہ تمہارا

ہم تو محبت کرے گا - ہم تو محبت کرے گا ہم تو محبت

ہو رہی جو یہی بے قراری - انجام آگے جانے کیا ہوگا

ابھی سنبھالا تھا جگر کو کہ ایسا دھڑکا یہ دل کی توبہ

دِکھنے لگا دن میں تارا ' دل ہے دیوانہ تمہارا

کرتا بھی کیا ہائے بے چارہ دل ہے دیوانہ تمہارا

ہم تو محبت کرے گا - ہم تو محبت کرے گا ہم تو محبت

فلم: ہم تو محبت کریگا   آواز: سونو نگم - سیندھی   موسیقی: انو ملک

○

نہ جانے کیوں نہ جانے کیوں
یہ خوشی کی محفل دھڑکتا ہے دل نہ جانے کیوں
ان ہزاروں میں صنم تم ہی کو دیا دل نہ جانے کیوں
تمہیں چاہ کے میرے حسیں کچھ اور پھر چاہا نہیں
حال یہ ہوا جانے کیوں
یہ خوشی کی محفل ....

جی میں جو آئے کرو، اتنا مگر دیکھ لو
ہاتھوں میں ہے جو ہاتھ وہی ارماں کا قاتل نہ ہو
ہائے اللہ تیری نظر زخمی ہے میرا جگر
قاتل دل کے پھرے کہیں تو ہی میرا دل نہ ہو
تیرا سوال کھلتا رہے، جادو تیرا چلتا رہے
ہے دعا میری جانے کیوں
یہ خوشی کی محفل ....
محفل کو روشن کرو، کچھ اور بھی رنگ بھرو

ایسا باندھو سماں کوئی ہوش میں نہ رہے
ڈر یہ ہے اس پیار پر کل کو ہنسیں نہ یہ لوگ
دو پل کی یہ خوشی، بن جائے جیون کا روگ
اب تو صنم چاہا تمہیں، اب لوگ جو چاہے کہیں
دل دیا تو پھر ڈرنا کیوں
یہ خوشی کی محفل دھڑکتا ہے دل نہ جانے کیوں
ان ہزاروں مین صنم تم ہی کو دیا دل نہ جانے کیوں

فلم: ہم تو محبت کریگا　　آواز: کمار سانو-الکایاگنک　　موسیقی: انو ملک

○

دادا مان جا، گرو مان جا، باپ مان جا، بھائی مان جا
ہائے ہائے میں تو پھنس گیا - او باپ میں تو پھنس گیا
ہائے ہائے میں تو پھنس گیا - توبہ میں تو پھنس گیا او او

سوچا تھا کیا میں گاڈ کیا سے کیا ہو گیا
اللہ کیا یہ ہو گیا - اے رام میں تو پھس گیا
ایسا بھی کیا یار - چھوڑو بھی انکار
جو کچھ دیکھا ہے - کہہ ڈالو اک بار
ہائے ہائے میں تو پھنس گیا - او باپ میں تو پھنس گیا

انٹرویو دے دینا - جو پوچھو کہہ دینا
لائف تیری بن جائے گی وائف تجھے مل جائے گی
زیرو سے ہیرو بن جائے گا -- میں تو پھنس گیا ....

کیوں میرے پیچھے پڑ گئی اُف بابا - خالی یہ بتلا دے کیا تو نے دیکھا
کیا دیکھا تھا میں بھول گیا رے اک دم - اے تجھ کو میری قسم
ایسا بھی کیا یار چھوڑو بھی انکار - جو کچھ دیکھا ہے کہہ ڈالو اک بار
ہائے ہائے میں تو پھنس گیا ....

جو مانگے گا دونگی بتلا دے - مجھ کو میرے گھر تک پہنچا دے
میں ہوں نہ بھوکا ہے کاہے غم - رے تو ہی تو ہے میرا غم
ایسا بھی کیا یار چھوڑو بھی انکار - جو کچھ دیکھا ہے کہہ ڈالو اک بار
ہائے ہائے میں تو پھنس گیا - او باپ میں تو پھنس گیا

فلم: ہم تو محبت کریگا　　آواز: الکا یاگنک - سونو نگم - انو ملک　　موسیقی: انو ملک

○

لڑکا چرا لو دل چرا لو دل.................

تم چرا لو دل میرا صنم سنو برا کیا ہے
دل تمہارا ہو چکا صنم سنو برا کیا ہے
دل دینا تھا دل دے چکے، تم پہ مرنا تھا ہم مر چکے
اور کیا کریں بولو نہ چرا لو دل چرا لو دل

لڑکی پل پل تیرا اب انتظار دل بھی رہے کچھ بے قرار
جینا مشکل ہوا ہے عجب پیار کا یہ خمار
یاد تیری آتی رہے جان میری جاتی رہے
یہ مجھے کیا ہو گیا، بن تیرے کچھ اچھا نہ لگے
دل دینا تھا دل دے چکے، تم پہ مرنا تھا ہم مر چکے
اور کیا کریں بولو نہ چرا لو دل چرا لو دل

لڑکا دل دھڑکن بس تو ہی تو، میری چاہت بس تو ہی تو
لو قسم کی کھائی قسم، میری دنیا بس تو ہی تو

لڑکی مجھ سے نہ کرو اتنا پیار، کل کا کیا پتہ میرے یار
ہاں اتنا حسیں ہو اس جیسا کوئی نہیں
دیکھا ہے میں نے اس کو یونہی خوابوں میں
دل میرا ترے سے مل جائے کوئی ایسے
یہ مجھے کیا ہو گیا، بن تیرے کچھ اچھا نہ لگے

فلم: ہم تو محبت کریگا آواز: انو ملک۔سادھنا موسیقی: انو ملک

○

آج میں اوپر - آسماں نیچے
آج میں آگے زمانہ ہے پیچھے
''ٹیل می'' او خدا اب میں کیا کروں
چلوں سیدھی کہ الٹی چلوں
یونہی بن بات کے چھلتی جائے ہنسی
ڈولے جب ہوا' لاگے گد گدی
سنبھلوں گر پڑوں - ارے رے توبہ کیا کروں
آج میں اوپر - آسماں نیچے ....
''ٹیل می'' او خدا اب میں کیا کروں
سر کے بل یا قدم سے چلوں
جھومے جا موج میں رکنا نہ جانِ جاں
دیکھو یہ ترنگ' رکتی ہے کہاں
میں بھی تیرے سنگ ان لہروں پہ چلوں
آج میں اوپر - آسماں نیچے آج میں آگے زمانہ ہے پیچھے

فلم: خاموشی آواز: کمار سانو - کویتا کرشنا موسیقی: جتن للت

○

ہم سے کیا بھول ہوئی جو یہ سزا ہم کو ملی
اب تو چاروں طرف بند ہے دنیا کی گلی
ہم سے کیا بھول ہوئی ....
اب تو ایمان دھرم کی کوئی قیمت نہیں
جیسے سچ بولنے والوں کی ضرورت نہیں
ایسی دنیا سے تو تیری دنیا ویران بھلی
ہم سے کیا بھول ہوئی ....
ٹھوکر ہم کو قبول ' راہ کسی کو مل جائے
ہم ہوئے زخمی تو کیا' دوجے کا گلشن کھل جائے
داغ سب ہم کو ملے یار کو سب پھول کلی
ہم سے کیا بھول ہوئی ....
زندگانی کی جو شمع بجھ کر رہ جائے
یہ سمجھ لیں گے کہ ہم آج کسی کے کام آئے
جوت اپنی جو بجھی یار کے جیون میں جگی
اب تو چاروں طرف بند ہے دنیا کی گلی
ہم سے کیا بھول ہوئی ....

فلم: جنتا حوالدار　　آواز: محمد انور　　موسیقی: راجیش روشن

○

شیشہ چاہے ٹوٹ بھی جائے - دل نہ کسی کا ٹوٹنے پائے
شیشہ تو پھر مل جاتا ہے - شیشہ تو پھر مل جاتا ہے
دل نہیں وہ چیز جو بازار میں مل جائے
یہ نہیں وہ پھول جو پھر باغ میں کھل جائے

شیشہ چاہے ....

جاؤ خوشی سے تم چلے جانا - ایک گزارش کرے یہ دیوانہ
ٹھہرو ذرا میں ہوش میں آلوں - ٹکڑے دل کے چن کے اٹھالوں
نہ کوئی ٹکڑا تم کو کہیں چبھ جائے
شیشہ تو پھر مل جاتا ہے
دل نہیں وہ چیز ....

رکیئے ذرا سا خود کو سنبھالوں - ایسا نہ ہو کہیں جان گنوالوں
بس ہم کو تو ہے آپ کا غم - اپنا کیا ہے رہیں نہ رہیں ہم
بعد میں الزام تم پہ نہ آ جائے
شیشہ تو پھر مل جاتا ہے
دل نہیں وہ چیز ....

فلم: تم میرے ہو — آواز: اودت نارائن — موسیقی: آنند ملند

○

لڑکا دیئے جلائیں پیار کے، چلو اسی خوشی میں
کہ ہم تم چوری سے، بندھے اک ڈوری سے
لڑکا کہاں ہو میرے حضور
ارے بندھن ہے پیار کے
ہم تم چوری سے، بندھے اک ڈوری سے
کجرا والی پھر تو اسے کاہے نہا رے
یہ چتون کے گوری مانے تو سمجھا نا رے
لڑکی مطلب وا ایک ہے ایک ہے نِنوا پکار کا
دیکھو بادر آئے پون کے پکار کے
آئے گا رے مزا رے جیت ہار کا
دونوں کہ ہم تم چوری سے، بندھے اک ڈوری سے
لڑکا گھونگھٹ میں سے مکھڑا دیکھے ابھی ادھورا
آ بگیا میں آ جا ملن تو ہووے پورا
لڑکی یہ ملنا تو نہیں کچھ ایک بار آ جا
کہ ہم تم چوری سے، بندھے اک ڈوری سے

فلم: دھرتی کہے پکار کے آواز: مکیش۔لتا موسیقی: لکشمی کانت پیارے لال

○

لڑکا
ہم تم چوری سے، بندھے اک ڈوری سے
دیئے جلائیں پیار کے چلو اسی خوشی میں
برس بیتا کر آئی ہے یہ شام زندگی میں
ڈھل گیا اک سال، پھر تن کے رنگ میں مہکی
بہار بن کے رت پھر بیتی ہوئی ان بن کے
چاندنی چہرے پہ آئی چھلکے
جھٹک چلکے اسی حسیں یاد کی گلی میں
کہ ہم تم چوری سے ....

لڑکی
جگ مگ نین ہوئے ہنس دیئے
پلکوں کے تلے سپنے سہانے
پل بھر کے واسطے پھرنے لگے
سامنے گزرے ہوئے زمانے
دونوں۔ پکارے گئے ہوئے دنوں کو بےخودی میں
دیئے جلائیں پیار کے اسی خوشی میں

فلم: دھرتی کہے پکار کے   آواز: مکیش۔لتا   موسیقی: لکشمی کانت پیارے لال

○

لاکھوں ہیں نگاہوں میں، زندگی کی بانہوں میں
صنم حسیں جواں
ہونٹوں پہ گلاب ہے، آنکھوں میں شراب ہے
لیکن وہ بات کہاں......
لٹ ہے کسی کی جادو کا جال
رنگ ڈالے دل پہ کسی کا مجال
توبہ یہ نگاہیں کہ روکتی ہیں راہیں
دیکھو لے کے تیر کمان.........لیکن وہ بات کہاں..........
جانوں نہ دیوانہ میں دل کا
کون ہے خیالوں میں ملکہ
بھیگی بھیگی رُت کی چھاؤں تلے
ڈولتی ہے دل کے پاس کہاں-لیکن وہ بات کہاں..........
کیسے پہچانوں کہ نام نہیں جانوں
کسی کو ڈھونڈیں میرے ارماں
کبھی کبھی وہ ایک جگہ جبیں
ڈولتی ہے دل کے پاس کہیں
ہیں جو یہی باتیں تو ہونگی ملاقاتیں
کبھی یہاں نہیں تو وہاں........لیکن وہ بات کہاں..........

فلم: پھر وہی دل لایا ہوں　　آواز: محمد رفیع　　موسیقی: او-پی-نیر

○

دیکھو بجلی ڈولے بن بادل کی
چھم چھم چمکے ماتھے کی بندیا
چھنن چھنن دھن پائل کی
رنگ رو پہلا' جلوے سنہرے
ٹہروں تو کیسے پگ نہیں ٹھہرے
جھلک دکھاتے ہوئے کوئی بل کھائے
ڈالی نظر ہلکی ہلکی......چھنن چھنن...........
گرتی سنبھلتی ' چلتی متواری
ہنس کے اُچھل کے جیسے چنگاری
گری کب دل پہ' گئی کب دل سے
دنیا رہی رے انکھیاں ملتی
دیکھو بجلی ڈولے بن بادل کی...........

فلم: پھر وہی دل لایا ہوں　　آواز: آشا بھونسلے　　موسیقی: او پی نیر

○

مجھے پیار میں تم الزام نہ دیتے
اگر غم جانتے میری بے بسی کا
میری بے رُخی تم نے دیکھی ہے لیکن
نہیں دیکھا تم نے تڑپنا کسی کا...... مجھے پیار میں تم الزام نہ دیتے
میرے دل نے چاہا تھا تم سے کچھ کہنا
مگر پیار کہتا ہے خاموش رہنا
سنائیں کسے درد دل کی لگی کا...... مجھے پیار میں تم الزام نہ دیتے
زمانہ نے کچھ ایسی زنجیر ڈالی
محبت نے چپکے سے گردن جھکا لی
تمہارے لئے اب یہ صورت بنالی
کہ حاصل تمہی ہو میری زندگی کا...... مجھے پیار میں تم الزام نہ دیتے

فلم: پھر وہی دل لایا ہوں　　　آواز: آشا بھونسلے　　　موسیقی: او پی نیر

○

اجی قبلہ محترمہ، کبھی شعلہ کبھی نغمہ
اِس آپ کے انداز کا ہائے کیا کہنا
اُف یہ غصہ، کالی آنکھیں ہو رہی ہیں کیوں گُلابی
آپ کی تو یہ ادا ہے اور کسی کی خرابی
میں نے تمہیں دیکھا، صرف دیکھا مانیئے - اِس آپ کے......
آرزُو تھی چند لمحے یوں چلتے پھرتے
بے تکلف ہو کے تم سے چند باتیں کرتے
تم جو حسین تھی، دل نے چاہا ساتھ رہنا
اِس آپ کے انداز کا ہائے کیا کہنا

فلم: پھر وہی دل لایا ہوں — آواز: محمد رفیع — موسیقی: او پی نیر

○

آنچل میں سجا لینا کلیاں
زلفوں میں ستارے بھر لینا
ایسے ہی کبھی جب شام ڈھلے
تب یاد ہمیں تم کر لینا
آیا تھا یہاں بے گانہ سا
چل دوں گا کہیں دیوانہ سا
دیوانوں کی خاطر تم
الزام نہ اپنے سر لینا......آنچل میں سجا لینا کلیاں
رستہ جو ملے انجاں کوئی
آ جائے اگر طوفان کوئی
اپنے کو اکیلا جان کے تم
آنکھوں میں نہ آنسو بھر لینا
آنچل میں ....

فلم: پھر وہی دل لایا ہوں   آواز: محمد رفیع   موسیقی: و پی نیر

○

اکیلا ہوں میں اس دنیا میں
کوئی ساتھی ہے تو میرا سایہ اکیلا ہوں میں اس دنیا میں
نہ تو پروانہ اور نہ دیوانہ میں کسی محفل کا
سونی سونی راہیں تھامتی ہیں بانہیں غم کے منزل کا
میں تو ہوں راہی دل کا کوئی ساتھی ہے میرا سایہ
اکیلا ہوں..........

جیسے کبھی پیارے جھیل کے کنارے ہنس اکیلا نکلے
ویسے ہی دیکھو جی، یہ من موجی، موجوں کے سینے پہ چلے
چاند ستاروں کے تلے کوئی ساتھی ہے تو میرا سایہ
اکیلا ہوں..........

اتنا نہ جانا ' کوئی بیگانہ ' ساتھ چلے گا کتنا
ڈگر مڑی تو دھول اڑی تو ٹوٹ گیا وہ سپنا
بھول گیا میں اتنا کوئی ساتھی ہے تو میرا سیاہ
اکیلا ہوں..........

فلم: بات ایک رات کی — آواز: محمد رفیع — موسیقی: ایس ڈی برمن

○

دیوانہ آدمی کو بناتی ہیں روٹیاں
خود ناچتی ہیں سب کو نچاتی ہیں روٹیاں...... دیوانہ آدمی کو ....
بچہ اُٹھائے بوجھ کھلونے کو بھول کے
بُڈھا چلائے ٹھیلے کو فاقوں میں جُھول کے
دیکھا نہ جائے، جو وہ دکھاتی ہیں روٹیاں........ دیوانہ آدمی کو ......
بیٹھی ہے یہ جو چہرے پہ مل کے جگر کا خون
دنیا بُرا کہے اُسے، پر میں تو یہ کہوں
کوٹھے پہ بیٹھ آنکھ لڑاتی ہیں روٹیاں........دیوانہ آدمی کو ....
کہتا تھا اک فقیر کہ رکھنا ذرا نظر
روٹی کو آدمی ہی نہیں، کھاتے بے خبر
اکثر تو آدمی کو بھی کھاتی ہیں روٹیاں........دیوانہ آدمی کو ....
تجھ کو پتے کی بات بتاؤں میں جانِ من
کیوں چاند پر پہنچنے کی انسان کو ہے لگن
انسان کو چاند میں نظر آتی ہیں روٹیاں
دیوانہ آدمی کو ....

فلم: کالی ٹوپی لال رومال　　آواز: محمد رفیع　　موسیقی: چتر گپت

○

میں نشے میں ہوں........

دوستوں نے جب سے چھوڑا میں نشے میں ہوں
پی کے آنسو ہنس رہا ہوں - کیا کروں - میں نشے میں ہوں
کیسا دشمن، دوستوں کی ٹھوکروں سے چور ہوں
پھر بھی زندہ کیا ہوں کس سلسلہ میں ہوں

میں نشے میں ہوں.......

میں ہوں محفل میں لفنگا، پوچھے ہو نام کیا
ذات کیسی، کیسا گھر در، مجھ کو اُن سے کام کیا
راستے میں آنکھ کھولی، راستے میں ہوں

میں نشے میں ہوں........

ہر بُرائی کر کے پھر بھی مجھ سے رہنا دُور دُور
اے شریفو، میں ملوں تو مجھ سے کہنا دُور دُور
جانور ہوں، آدمی تو دیکھنے میں ہوں

میں نشے میں ہوں........

فلم: دو غنڈے | آواز: محمد رفیع | میوزک: غلام محمد

○

تیری قدرت تیری تدبیر، مجھے کیا معلوم
بنتی ہو گی کہیں تقدیر، مجھے کیا معلوم
ہو--تُو نے میرا یار نہ ملایا - میں کیا جانوں تیری یہ خدائی
میں دیس دیس پھرا، کچھ نشان نہیں ملتا
تیری زمیں پہ میرا کارواں نہیں ملتا
جہاں میں آنے سے پہلے جسے بلایا تھا
کہاں گیا وہ میرا مہربان نہیں ملتا
تُو نے میرا یار ....
اگر تو چاہے تو پتھر کے دل کو پیار ملے
ہوا کو رنگ تو ویرانے کو بہار ملے
یہ کیا ستم کہ میں ہی نہ پا سکوں اس کو
کہ جس کے ملنے سے دل کو میرے قرار ملے
تُو نے میرا یار ....
پہاڑ غم کا میرے دست ناتواں نے رکھا
مگر یہ دوری کا پردہ تو درمیاں سے اُٹھا
اُٹھا یہ دوری کا پردہ جو تجھ سے ممکن ہو
نہیں تو آ کے مجھ ہی کو پھر اس جہاں سے اُٹھا
تُو نے میرا یار ....

فلم شمع پروانہ　　آواز: محمد رفیع　　موسیقی: حسن لال بھگت رام

○

لے کے سہارا تیرے پیار کا
دیکھے رستہ تیرا' ہائے بے قرار سا
لے کے سہارا ....
کھلی تو ہے ڈالی ڈالی' کلی تیری یاد کی
مگر تیرے غم کا شعلہ لگاتا ہے آگ سی
ستم ہے سہانا' زمانہ یہ بہار کا
لے کے سہارا ....
دل ہی ملا ہے ہم کو ایسا نصیب سے
پہلے نہ دیکھے بنا مجھ کو قریب سے
کہے ہے دیوانہ' زمانہ مجھے پیار کا
لے کے سہارا ....
کبھی گھر سے باہر آ کے میری چاہ دیکھتے
پتھرا گئے دو نیناں' تیری راہ دیکھتے
ذرا سن جانا افسانہ انتظار کا
لے کے سہارا ....

فلم: ناچے ناگن باجے بین — آواز: محمد رفیع — موسیقی: چترگپت

○

زلف کے پھندے پھنس گئی جاں
مر گیا میں تو او میری ماں - زلف کے پھندے پھنس گئی جان
واہ میرے داتا تیرے در سے عجب تقدیر ملی
زلف کی حسرت دل کو ہوئی تو زنجیر ملی
او پروالے، خوب نکالے اس دل کے ارمان
زلف کے پھندے..........
پیار کچھ بوجھے نہیں، بھلا بُرا سُوجھے نہیں دن ہو کہ رین
بڑے بوڑھے سچ ہی تو کہہ گئے، ہوتے نہیں پیار کے نین
پیار تھا اندھا تبھی تو یہ بندہ جیل کا ہے مہمان
زلف کے پھندے..........
عشق کی دنیا عجب ہے، کہا تھا مجروح نے کل
کچھ نہ بنے گا بیٹا چکلے میں گھومو چاہے تاج محل
لاکھ تو بھاپے منتر جاپے، عشق نہیں آسان
زلف کے پھندے..........

فلم: مجرم　　آواز: محمد رفیع　　موسیقی: او پی نیر

○

نہ بھنورا نہ کوئی گُل ' اکیلا ہوں میں تیرا بلبل

ہے ایک تنہائی میری جان' میرے جہاں میں آ

میرے جہاں میں رنگ و بو

کہیں پر ہنسی' کہیں پر آنسو

یہ بتا سودائی' میں یہ زندگی

بھلا دوں کیا

الفت کی نہ یہاں بُو باس

من میں نہ رہی' لبوں پہ پیاس

چاندی سونا ہو نہ ہو

دل ہے اپنے پاس

میری دنیا اور حسیں ہے' یہاں دغا اور شور نہیں ہے

ہے ایک تنہائی میری جان......میرے جہاں میں آ

نہ بھنورا نہ کوئی گُل تیرا جہان ہے جس کا نام

غم کی صبح دُکھوں کی شام

معمولی سی بات پر لڑنا اس کا کام

پھر بھی یہ سب ہیں اپنے مل جل کر دیکھو سپنے

یہ بتا سودائی میں یہ زندگی بُھلا دوں کیا

میری جان' میری جان' میری جان.............

فلم: آرتی　　　آواز: رفیع-لتا　　　موسیقی: روشن

○

بنے ہو ایک خاک سے تو دور کیا قریب کیا
لہو کا رنگ ایک ہے، امیر کیا غریب کیا

وہی ہے جاں وہی ہے تن، کہاں تک چھپاؤ گے
پہن کے ریشمی لباس، تم بدل نہ جاؤ گے
کہ ذات ہے سب کی یہی، تو بات ہے عجیب کیا
لہو کا رنگ ایک ہے ....
غریب ہے وہ اس لئے، کہ تم امیر ہو گئے
کہ ایک بادشاہ ہوا تو سو فقیر ہو گئے
خطا ہے یہ سماج کی، بھلا برا رقیب کیا
لہو کا رنگ ایک ہے ....
جو ایک ہو تو کیوں نہ پھر، دلوں کا درد بانٹ لو
لبوں کی پیاس بانٹ لو، رُخوں کی گرد بانٹ لو
لگا لو سب کو تم گلے، جیب کیا رقیب کیا
لہو کا رنگ ایک ہے ....

فلم: آرتی   آواز: لتا منگیشکر   موسیقی: روشن

○

وہ تیر دل پہ چلا جو کمان میں ہے
ہائے کسی کی آنکھ میں جادو، تیری زبان میں ہے
نظر میں آتے ہی، جگر میں تم تو آئے صنم
جگر میں آتے ہی دل کی طرف بڑھائے قدم
کہیں ڈرتی نہیں جو اس ادا کی قسم
زمیں یہ ہے وہی بجلی، جو آسمان میں ہے
وہ تیر دل پہ ....
یہ مانا کہ رنگ محبت کے ہو چلے گہرے
مگر لبوں پہ ہیں تالے، دلوں پہ ہیں پہرے
جو بے قرار ہو دل سے کہیں کیا، وہ کیا ٹھہرے
ابھی تو حُسن محبت کے امتحان میں ہے
وہ تیر دل پہ ....
تمہاری آنکھوں کے آگے، یہ دن یہ رات کہاں
گلوں کی شاخ کہاں، اِک صنم کا ہاتھ کہاں
حسین دیکھے ہزاروں، مگر یہ بات کہاں
یہ بات اور ہے جو تیری آن بان میں ہے
وہ تیر دل پہ ....

فلم: آرتی　　آواز: محمد رفیع　　موسیقی: روشن

○

کبھی تو ملے گی، کہیں تو ملے گی
بہاروں کی منزل راہی
لمبی سہی درد کی راہیں، دل کی لگن سے کام لے
آنسوؤں کے اس طوفان کو پی جا، آہوں کے بادل تھام لے
دُور تو ہے پر دُور نہیں ہے
نظاروں کی منزل راہی............
بہاروں کی منزل راہی....................
مانا کہ گھور اندھیرا کم ہے ڈگر کی چاندنی
میلی نہ ہو، دھندلی پڑے، دیکھ نظر کی چاندنی
ڈالے ہوئے رات کی چادر
ستاروں کی منزل راہی
بہاروں کی منزل راہی....................
ہونے کو ہے سکھ کا اجالا، اشکوں کے تارے ڈھل گئے
ہو تیرے نقشِ قدم پر، پھولوں کے دیپک جل گئے
دیکھو تو مُڑ کے پاس تیرے ہے
ستاروں کی منزل راہی...........
بہاروں کی منزل راہی....................

فلم: آرتی　　　　آواز: محمد رفیع　　　　موسیقی: روشن

○

بار بار تو ہے کیا سمجھائے پائل کی جھنکار
تیرے بن ساجن' لاگے نہ جیا ہمار
چھپ چھپ کے چندا کرتا ہے اشارے سو بار..........کیا
تیرے بن ساجن لاگے نہ جیا ہمار
آ تو ہے سجنی لے چلوں ندیا کے پار
چلتے چلتے کیوں رک گئے سجن میرے
ملتے ملتے جھک گئے کیوں نین تیرے
جھکے جھکے نیناں کرتے ہیں تم سے یہ قرار
تیرے بن ساجن لاگے نہ جیا ہمار..................
دریا اوپر چاندنی آئی سنبھل سنبھل
ان لہروں پہ من میرا جائے مچل مچل
اک بات کہتا ہوں تم سے' نہ کرنا انکار
آ تو ہے سجنی لے چلوں ندیا کے پار
تیرے بن ساجن لاگے نہ جیا ہمار..................
نہ بیتے یہ رات' ہم ملتے ہی رہیں
بس تاروں کی چھاؤں میں چلتے ہی رہیں
نام لے لے کے کہے' دھڑکن کا ہر تار
تیرے بن ساجن لاگے نہ جیا ہمار..................

فلم: آرتی　　آواز: رفیع ۔ لتا　　موسیقی: روشن

○

دھرتی کہے پکار کے، او مجھ کو چاہنے والے
کس لئے بیٹھا ہار کے
میرا سب کچھ اسی کا ہے، جو چھو لے مجھ کو پیار سے
ہے عجب سی بات جس پر مجھے ہنسی آئے
جا مجھ ہی سے ہے وہ میری ماٹی سے شرمائے
آ پاس میرے متوالے
بھرم یہ کیوں بیکار کے............
دھرتی کہے پکار کے............
آبرو جگ میں اسی کی، جو بس اتنا جانے
ہل چلے اک ہاتھ سے، اس ہاتھ قلم کو تھامے
پھر شیش جھکیں گے
سارے ہی سنسار کے
دھرتی کہے پکار کے............

•

فلم: دھرتی کہے پکار کے　　آواز: محمد رفیع　　موسیقی: لکشمی کانت پیارے لال

○

جا رے کارے بادرا بلم کے دوار
وہ ہے ایسا بُدھو نہ سمجھے رے پیار

کن کی پلک سے پلک موری اُلجھی
نسپٹ اناڑی سے لٹ موری اُلجھی
کہ لَٹ اُلجھا کے میں تو گئی ہار
جارے کارے بادرا ....
انگ انہی کی لہریا سمائی
کبھی نہ پوچھے' لوں کا ہے اَنگڑائی
کیسے کیسے بل کھا کے میں تو گئی ہار
جارے کارے بادرا ....

فلم: دھرتی کہے پکار کے
آواز: لتا منگیشکر
موسیقی: لکشمی کانت پیارے لال

○

خوشی کی وہ رات آ گئی کوئی گیت گاؤ
گاؤ رے جھوم جھوم کے
خوشی کی وہ رات آ گئی کوئی گیت گاؤ
کہیں کوئی کانٹا لگے جو پگ میں تو
لگنے دو ناچو جھوم جھوم کے

آج ہنسوں میں اتنا میری آنکھ لگے رونے
آج میں اتنا گاؤں کہ من میں درد لگے ہونے
او مزے میں سویرے تک
یہی گیت کو بجنے دو
خوشی کی وہ رات آ گئی کوئی گیت گاؤ
ڈھول ہوں میں وہ پون بسنتی کوئی میرا سنگ دھرے
میری نہیں تو اور کسی کی بگیا میں رنگ بھرے
او نینوں میں آنسو لئے، دلہنیاں کو سجنے دو
خوشی کی وہ رات آ گئی کوئی گیت گاؤ

فلم: دھرتی کہے پکار کے　　آواز: مکیش　　موسیقی: لکشمی کانت پیارے لال

○

رہیں نہ رہیں ہم، مہکا کریں گے
بن کے کلی، بن کے صبا، باغِ وفا میں

موسم کوئی ہو اس چمن میں
رنگ بن کے رہیں گے ہم خراماں
چاہت کی خوشبو یوں ہی زلفوں میں اُڑے گی
خزاں ہو یا بہاراں
یوں ہی جھومتے اور کھلتے رہیں گے
بن کے کلی، بن کے صبا، باغِ وفا میں
کھوئے ہم ایسے، کیا ہے ملنا
کیا بچھڑنا نہیں ہے یاد ہم کو
یوں ہی جھومتے اور کھلتے رہیں گے
بن کے کلی، بن کے صبا، باغِ وفا میں

فلم: ممتا آواز: لتا منگیشکر موسیقی: روشن

○

چلتے چلتے - یونہی کوئی مل گیا تھا
سرِ راہ چلتے چلتے
وہیں تھم کے رہ گئی ہے
میری رات ڈھلتے ڈھلتے ...... یونہی کوئی ....
جو کہی گئی نہ مجھ سے
وہ زمانہ کہہ رہا ہے
کہ فسانہ بن گئی ہے
میری بات چلتے چلتے ...... یونہی کوئی ....
شبِ انتظار آخر
کبھی ہوگی مختصر بھی
یہ چراغ بجھ رہے ہیں
میرے ساتھ جلتے جلتے ......
یونہی کوئی ....

فلم: پاکیزہ آواز: لتا منگیشکر موسیقی: غلام محمد

○

اب تو ہے تم سے ہر خوشی اپنی
تم پہ مرنا ہے زندگی اپنی
اب تو ہے.......................

جب ہو گیا تم پہ یہ دل دیوانہ
پھر چاہے جو بھی کہہ لے زمانہ
کوئی بنائے باتیں، چاہے اب جتنی
تم پہ مرنا ہے زندگی اپنی...........
تیرے پیار میں بدنام دُور دُور ہو گئے
تیرے ساتھ ہم بھی صنم مشہور ہو گئے
دیکھو کہاں لے کے جائے بے خودی اپنی
تم پہ مرنا.........................

فلم: ابھیمان　　آواز: لتا منگیشکر　　موسیقی: ایس ڈی برمن

○

وہ آئے گھر میں ہمارے خدا کی قدرت ہے
کبھی ہم ان کو کبھی اپنے گھر کو دیکھتے ہیں

چرا کے دل بن رہے ہیں بھولے
جیسے کچھ جانتے نہیں
کوئی بتاؤ کہ ہم کریں کیا
وہ ہم کو پہچانتے نہیں
چرا کے دل......................................
ابھی چند روز پہلے پہلی ملاقات میں
کچھ کہہ رہے تھے ہم سے' ہاتھ لے کے ہاتھ میں
ڈال گئے جادو ہائے جادو بات بات میں
چرا کے دل......................................
آج بھی سرور چھایا' کل بھی سرور تھا
اتنا سا فرق لیکن کہنے کو ضرور تھا
کل پینے والا مے کدے سے دُور دُور تھا
چرا کے دل......................................

فلم: چھوٹے نواب　　آواز: لتا منگیشکر　　میوزک: آر ڈی برمن

○

رہتے تھے کبھی جن کے دل میں
ہم جان سے بھی پیاروں کی طرح
بیٹھے ہیں اُنہی کے کوچے میں
ہم آج گنہگاروں کی طرح

دعویٰ تھا جنہیں ہمدردی کا، خود آ کے نہ پوچھا حال کبھی
محفل میں بلایا ہے ہم کو
ہنسنے کو ستم گاروں کی طرح...... رہتے تھے کبھی جن کے دل میں
برسوں سے سلگتے تن من پر، اشکوں کے تو چھینٹے دے نہ سکے
تپتے ہوئے دل کے زخموں پر
برسے بھی تو انگاروں کی طرح...... رہتے تھے کبھی جن کے دل میں
سو روپ بھرے جینے کے لئے
بیٹھے ہیں ہزاروں زہر پئے
ٹھوکر نہ لگا ہم تو خود ہیں
گرتی ہوئی دیواروں کی طرح...... رہتے تھے کبھی جن کے دل میں

فلم: ممتا　　آواز: لتا منگیشکر　　موسیقی: روشن

○

یہ کون آیا
روشن ہوگئی محفل جس کے نام سے
میرے گھر میں جیسے سورج چمکا ہے شام سے
یادیں نہیں کچھ آئی سہی ' یا کرنیں لہرائی سی
دل میں سوئے گیتوں نے ' لی ہے پھر انگڑائی سی
ارمانوں کی مدرا چھلکی ' اکھیوں کے جام سے
یہ کون ....
آہٹ یہ ہلکی ہلکی ' چھاتی دھڑکے پائل کی
ہر گوری سے نام اس کا ' لہریں پوچھیں آنچل کی
چپکے چپکے رادھا کوئی ' پوچھے اپنے شام سے
یہ کون ....
کیا کہیئے اس آنے کو ' آیا ہے ترسانے کو
دیکھا اس نے ہنس ہنس کر ' ہر اپنے بیگانے کو
لیکن کتنا بے پرواہ ہے ' میرے ہی سلام سے
یہ کون ....

فلم: ساتھی   آواز: لتا منگیشکر   موسیقی: نوشاد

○

میرے جیون ساتھی، کلی تھی میں تو پیاسی
تو نے دیکھا، ہوئی کھل کے بہار
میرے جیون ساتھی ....
مستی نظر میں، کل کے خمار کی
مکھڑے پہ لاتی ہے، پیا تیرے پیار کی
خوشبو سے تیرے پیا تن کو بسا کے
لہراؤں ڈالی سی، تیرے گلزار کی
میرے جیون ساتھی ....
کہاں کا اجالا، ابھی وہی رات ہے
گوری گوری بانہوں پہ جیسے تیرا ہاتھ ہے
بجتی ہے چوڑی تیری دھڑکن سے
کانوں میں اب تک، وہی تیری بات کہے
میرے جیون ساتھی ....
تجھ کو میں سجنا، بندیا کا پیار دوں
چنری کے رنگ سے، تجھ کو سنوار دوں
زلفوں کا گجرا، نینوں کا کاجل
تیرے نذرانے ہیں، تجھ پہ ہی وار دوں...... میرے جیون ساتھی، کلی تھی میں تو پیاسی

فلم: ساتھی   آواز: لتا منگیشکر   موسیقی: نوشاد

○

چلو سجناں، جہاں تک گھٹا چلے
لگا کر مجھے گلے ......چلو سجناں

سندر سپنوں کی ہے منزل قدم کے نیچے
فرصت کس کو اتنی، دیکھے جو مُڑ کے پیچھے
تم چلو، ہم چلیں، ہم چلیں، تم چلو
ساون کی گھٹا چلے......چلو سجناں، جہاں تک گھٹا چلے
دھڑکن تمہارے دل کی، الجھی ہماری لٹ میں
تمہارے تن کی چھایا، کاجل بنی پلک میں
ایک ہیں دو بدن، دو بدن ایک ہیں
آنچل کے تلے تلے......
چلو سجناں، جہاں تک گھٹا چلے

فلم: میرے ہمدم میرے دوست
آواز: لتا منگیشکر
موسیقی: لکشمی کانت پیارے لال

○

اللہ یہ ادا کیسی ہے ان حسینوں میں
آہیں بھر بھر کے التجا کر کے
ہم نے دیکھا ہے، یہ ہیں پتھر کے
روٹھیں پل میں، نہ مانیں مہینوں میں
اللہ یہ ادا کیسی ہے ان حسینوں میں
چاہیں بھی ہم تو ان کو ظالم کہا نہ جائے
شکوہ ہے ان سے دل کو کہ جن کو دیکھے سے پیار آئے
چمک آنکھوں میں ہے ستاروں کی
چھاؤں مکھڑے پہ ہے بہاروں کی
بس دل ہی نہیں ان کے سینوں میں
اللہ یہ ادا کیسی ہے ان حسینوں میں
چاہت میں چیز کیا ہے، یہ رنگ یہ جوانی
ان پر لٹانے والے لٹائے بیٹھے ہیں زندگانی
چاہے راضی یہ رہیں پھر بھی
ساری محفل میں وہ تو ہے پھر بھی
خوبصورت ہزاروں حسینوں میں
اللہ یہ ادا کیسی ہے ان حسینوں میں

فلم: میرے ہمدم میرے دوست　　آواز: لتا منگیشکر　　موسیقی: لکشمی کانت پیارے لال

○

تم جاؤ کہیں ' ہے تم کو اختیار
ہم جائیں کہاں سجنا ' ہم نے تو کیا ہے پیار
وہ چاہنا ہمیں صبح و شام
وہ ہر نظر محبت کے نام
بھلا دو بھلا دو وہ باتیں تمام
ہمیں یاد ہے ہر اقرار...... ہم نے تو کیا ہے پیار
منہ دیکھتے ہر ایک الزام پر
ایسے تو ہم نہیں تھے ' مگر
بدل ہی گئی جب تمہاری نظر
جو چاہو کہو دلدار...... ہم نے تو کیا ہے پیار
مانا تمہیں نہیں اعتبار
جھوٹا سہی دل بے قرار
کہاں پھینک دیں درد کی یاد گار
ہم نے تو کیا ہے پیار

فلم: میرے ہمدم میرے دوست　　آواز: لتا　　موسیقی: لکشمی کانت پیارے لال

○

کوئی میرے دل میں خوشی بن کے آیا
اندھیرا تھا گھر، روشنی بن کے آیا
کوئی میرے دل میں ....

دھڑکتا ہے دل، جاگ اُٹھی ہیں امنگیں
محبت کی وہ، زندگی بن کے آیا
کوئی میرے دل میں ....
محبت نے چھیڑا ہے پھر ساز دل کا
وہ ہر تار میں راگنی بن کے آیا
کوئی میرے دل میں ....
سمایا تھا جو دل میں، اک درد بن کر
وہ ہونٹوں پہ میرے ہنسی بن کے آیا
کوئی میرے دل میں ....

فلم: انداز　　آواز: لتا منگیشکر　　موسیقی: نوشاد

○

اُٹھائے جا اُن کے ستم اور جیئے جا
یونہی مسکرائے جا' آنسو پیئے جا
اُٹھائے جا اُن کے ستم ....

یہی ہے محبت کا دستور اے دل
جو غم دے اُسے تُو دعائیں دیئے جا
اُٹھائے جا ....
کبھی وہ نظر جو سمائی تھی دل میں
اُسی اک نظر کا' سہارا لئے جا
اُٹھائے جا ....
ستائے زمانہ' ستم ڈھائے دنیا
مگر تو کسی کی' تمنا کئے جا
اُٹھائے جا ....

فلم: انداز　　آواز: لتا منگیشکر　　موسیقی: نوشاد

○

ہونٹوں پہ ایسی بات میں دبا کے چلی آئی
کھل جائے وہی بات تو دہائی ہے دہائی
بات جس میں پیار تو ہے' زہر بھی ہے

رات کالی ناگن سی' ہوئی ہے جواں
ہائے دیا کس کو ڈسے' گائے یہ سماں
جو دیکھوں پیچھے مڑ کے تو پگ میں پائل چھنکے
آگے چلوں تو دھڑکتی ہے ساری انگنائی
ہونٹوں پہ ایسی بات ....

ایسے میرا جوالا سا' تن لہرائے
لٹ کہیں جائے' گھونگھٹ کہیں جائے
ارے اب جھمکا ٹوٹے کہ میری بندیا چھوٹے
اب تو بن کے قیامت لیتی ہوں انگڑائی
ہونٹوں پہ ایسی بات ....

فلم: جیول تھیف　　آواز: لتا منگیشکر　　موسیقی: ایس ڈی برمن

○

مالک میں پوچھتا ہوں مجھے تو جواب دے
بہتے ہیں کیوں غریب کے آنسو جواب دے

بتا مجھے او جہاں کے مالک یہ کیا نظارہ دکھا رہا ہے
تیرے سمندر میں کیا کمی تھی کہ آدمی کو رلا رہا ہے
کبھی ہنسائے کبھی رلائے یہ کھیل کیسا ہے تو بتا دے
جسے بنایا تھا اپنے ہاتھوں اسی کو اب کیوں مٹا رہا ہے
تیرے سمندر میں کیا..............................
جو خود ہی غم سے بجھا بجھا ہے تیرا پھر اس میں کمال کیا ہے
کہ ایک دیپک کی راہ میں تُو، ہزاروں طوفان اٹھا رہا ہے
تیرے سمندر میں کیا..............................

فلم: ایک شعلہ　　آواز: محمد رفیع　　موسیقی: مدن موہن

○

کوئی جب راہ نہ پائے، میرے سنگ آئے
کہ پگ پگ دیپ جلائے
میری دوستی، میرا پیار
جیون کا یہی دستور، پیار بنا اکیلا مجبور
دوستی کو مانو تو سب دُکھ دور
کوئی کہیں ٹھوکر نہ کھائے، میرے سنگ آئے
کوئی جب راہ.........................
دونوں کے ہیں روپ ہزار، پر میری سُنے جو سنسار
دوستی ہے بھائی تو بہنا ہے پیار
کوئی مت نین چُرائے، میرے سنگ آئے
کوئی جب راہ.........................
پیار کا ہے پیار ہی نام، کہیں میرا کہیں گھنشام
دوستی کا یارو نہیں کوئی دھام
کوئی کہیں دور نہ جائے، میرے سنگ آئے
کوئی جب راہ.........................

فلم: دوستی　　آواز: محمد رفیع　　موسیقی: لکشمی کانت پیارے لال

○

ہوئی شام اُن کا خیال آ گیا' وہی زندگی کا سوال آ گیا
ابھی تک تو ہونٹوں پہ تھا
تبسم کا اک سلسلہ
بہت شادماں تھے' ہم اُن کو بھلا کر
اچانک یہ کیا ہو گیا
کہ چہرے پہ رنگ ملال آ گیا
ہمیں تو یہی تھا غرور
غم یار ہے ہم سے دور
وہی غم جسے ہم نے کس کس جتن سے
نکالا تھا اس دل سے دور
وہ چل کر قیامت کی چال آ گیا
ہوئی شام ان کا خیال آ گیا
وہی زندگی کا' سوال آ گیا
ہوئی شام.........................

فلم: میرے ہمدم میرے دوست آواز: محمد رفیع موسیقی: لکشمی کانت پیارے لال

○

ہم ہیں متاعِ کوچہ و بازار کی طرح
اٹھتی ہے ہر نظر جو خریدار کی طرح
ہم ہیں متاعِ ....

وہ تو کہیں ہیں اور، مگر دل کے آس پاس
پھرتی ہے کوئی شے نگہۂ یار کی طرح
ہم ہیں متاعِ ....
مجروحؔ لکھ رہے ہیں وہ اہل وفا کا نام
ہم بھی کھڑے ہوئے ہیں گنہگار کی طرح
ہم ہیں متاعِ ....

فلم: دستک　　آواز: لتا منگیشکر　　موسیقی: مدن موہن

متفرقات

الگ بیٹھے ہیں پھر بھی آنکھ ساقی کی پڑی ہم پر
اگر ہے تشنگی کامل تو پیمانے بھی آئیں گے

وہ آرہے ہیں سنبھل سنبھل کر، نظارہ بیخود، فضا جواں ہے
جھکی جھکی ہیں نشیلی آنکھیں، رُکا رُکا دورِ آسماں ہے

ہم ہیں کعبہ، ہم ہیں بت خانہ، ہمی ہیں کائنات
ہو سکے تو خود کو بھی اِک بار سجدا کیجئے

پاکبازی میں ہیں نور عارض لالہ رُخاں
ہیں سیہ کاری میں کحل نرگس مستانہ ہم

اب سوچتے ہیں لائیں گے تجھ سا کہاں سے ہم
اُٹھنے کو اُٹھ تو آئے ترے آستاں سے ہم

گلوں سے بھی نہ ہوا جو.مرا پتہ دیتے
صبا اُڑاتی پھری خاک آشیانے کی

اشکوں میں رنگ و بوئے چمن دُور تک ملے
جس دَم اَسیر ہو کے چلے گلستاں سے ہم

کچھ بتا تو ہی نشیمن کا پتہ
میں تو اے بادِ صبا بھول گیا

شبِ انتظار کی کش مکش نہ پوچھ کیسے سحر ہوئی
کبھی اِک چراغ جلا دیا کبھی اِک چراغ بجھا دیا

تری چشمِ شوخ کو کیا ہوا، نہیں ہوتی آج حریفِ دل
مرے زعمِ عشق کی خیر ہو، یہ کسے نظر سے گرا دیا

دل کی تمنا تھی مستی میں، منزل سے بھی دُور نکلتے
اپنا بھی کوئی ساتھی ہوتا، ہم بھی بہکتے، چلتے چلتے

ہٹ کے رُوئے یار سے تزئین عالم کر گئیں،
وہ نگاہیں جن کو اب تک رائیگاں سمجھا تھا میں

جفا کے ذکر پہ تُم کیوں سنبھل کے بیٹھ گئے
تمہاری بات نہیں بات ہے زمانے کی

ترے سوا بھی کہیں، تھی پناہ بھول گئے
نکل کے ہم تری محفل سے راہ بھول گئے

بڑھائی مے جو محبت سے آج ساقی نے
یہ کانپے ہاتھ کہ ساغر بھی ہم اُٹھا نہ سکے

مجھے یہ فکر سب کی پیاس اپنی پیاس ہے ساقی
تجھے یہ ضد کہ خالی ہے مرا پیمانہ برسوں سے

دلِ سادہ نہ سمجھا ' ماسوائے پاک دامانی
نگاہِ یار کہتی ہے کوئی افسانہ برسوں سے

نظارہ ہائے دہر بہت خوب ہیں مگر
اپنا لہو بھی سرخی شام و سحر میں ہے

اِس طرح سے کچھ رات کو ٹوٹے ہیں ستارے
جیسے وہ تری لغزش پا دیکھ رہے ہیں

نہ مٹ سکیں گی یہ تنہائیاں مگر اے دوست
جو تو بھی ہو تو طبیعت ذرا بہل جائے

چمن میں آتش گل پھر سے بھڑکانے بھی آئیں گے
خزاں آئی تو اب صحرا سے دیوانے بھی آئیں گے

یہی جہاں ہے جہنم ' یہی جہاں فردوس
بتاؤ عالم بالا کے سیر بینوں کو

سیاہیاں شب فرقت کی ہم نفس مت پوچھ
کسی کو یاد جو کیجئے تو یاد نہ آ سکے

گو خاک نشیمن پر اب بھی ہیں گریہ کناں اَرباب چمن
جب برق تڑپ کر ٹوٹی تھی اُس وقت کا عالم کیا ہوگا

مجروح دوسروں کی نظر میں

مجروح نے اودھ کے کلچر کو زندہ رکھا

قرۃ العین حیدر

مجھے مجروح صاحب کا وہ زمانہ دھندلا سا یاد ہے جب وہ میرے چچا سید نثار حیدر زیدی کے یہاں مقیم تھے۔ چچا جان ہونہار شاعروں کی ہمت افزائی کرتے تھے۔ اسی زمانے میں ترقی پسند تحریک اپنے عروج پر تھی اور مجروح صاحب بھی اسی نوجوان نسل سے تعلق رکھتے تھے۔ وہ غالباً آزادی سے قبل ہی ممبئی چلے گئے تھے جہاں وہ ترقی پند شعرا کی صف اول میں شامل ہوئے۔ اسی زمانے سے انہوں نے فلموں کے لئے نغمہ نگاری شروع کی۔ اسی وقت سے ساحر اور مجروح نے فلمی گانوں کا معیار اتنا بلند کر دیا کہ ان کے بہت سے گیتوں کو ادبی اہمیت حاصل ہوئی۔ ہمارے ہندوستانی سینما کو ہندی فلم کہا جاتا ہے لیکن ان کی بے پناہ مقبولیت کی ایک وجہ ان کے اُردو مکالمے اور اُردو نغمے ہی ہیں جو شکیل بدایونی، نقش لائل پوری، کیفی اعظمی، علی سردار جعفری، ساحر لدھیانوی اور مجروح سلطانپوری نے لکھے۔ آپ دنیا کے کسی گوشے میں چلے جایئے جہاں ہندوستانی آباد ہیں وہاں آپ کو دور دراز کی پہاڑیوں اور گاؤں اور شہروں میں لتا کی آواز گائے ہوئے مجروح کے نغمے سنائی دیں گے۔ آج کی سائنس اور ٹیکنالوجی کے ترقی یافتہ دور سے قبل کسی شاعر یا نغمہ نگار کو ایسی عالمگیر شہرت حاصل ہونی ممکن نہیں تھی۔ ممبئی میں ایک طویل عرصہ گزارنے کے باوجود مجروح صاحب نے اودھ کے کلچر کو اپنے گھر میں زندہ رکھا تھا وہ ایک نہایت مہذب اور وضع دار انسان تھے۔ مجروح صاحب سے ممبئی کی محفلوں میں اکثر ملاقات ہوئی تھی اور

وہ بہت ہی شفقت سے ملتے تھے۔ ان کی بیگم فردوس بھی ایک بڑی خلیق اور ملنسار خاتون ہیں۔ میں شاعروں اور ادیبوں کی ناؤنوش کی محفلوں میں جانے سے اعتراز کرتی ہوں لیکن مجروح صاحب کے یہاں میں کئی بار گئی کہ ان کے یہاں کا رکھ رکھاؤ قابل تعریف تھا۔ ان سے آخری ملاقات دہلی میں ہوئی جب میں نے انہیں اور چند اور دوستوں کو اپنے یہاں مدعو کیا۔ اس میں اُردو داں امریکن خواتین بھی شامل تھیں۔ انہوں نے حکمت پڑھی تھی اور عربی فارسی تو گویا اِن کی گھٹی میں پڑی تھی لیکن ممبئی میں انہوں نے خود انگریزی پڑھنی شروع کی اور انگریزی بولنے میں بھی مہارت حاصل کر لی ان کی وفات کی خبر سن کر مجھے یہ شعر یاد آ رہا ہے

جو بادہ کش تھے پرانے وہ اٹھتے جاتے ہیں
سحر قریب ہے اللہ کا نام لے ساقی

ترقی پسند غزل کا میر تقی میر

پروفیسر گوپی چند نارنگ

افسوس مجروح سلطانپوری کے اٹھ جانے سے ترقی پسند غزل کا میر تقی میر رخصت ہو گیا۔ قبول عام اور لطف سخن کو خداداد کہا گیا ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ بہت کچھ صلاحیت‘ تربیت اور ذاتی کوششوں پر منحصر ہے۔ مجروح سلطانپوری کا کمال یہ تھا کہ فارسی اور اُردو شاعری کی غزلیہ روایت کی روح کو انہوں نے جذب کر لیا تھا اور ان کی آواز میں ایسا جمالیاتی رچاؤ اور کشش پیدا ہو گئی تھی کہ ان کی بات دل پر اثر کرتی تھی۔ ایک زمانہ تھا جب ترقی پسندوں نے غزل کی شدید مخالفت کی تھی‘ مجروح سلطانپوری کا کمال یہ ہے کہ نہ تو انہوں نے ترقی پسندوں کا ساتھ چھوڑا اور نہ ہی غزل سے اپنی وفاداری کو ترک کیا۔ یہ ان کی سلامتی طبع اور خوش مذاقی کا کھلا ہوا ثبوت ہے کہ انہیں اس بات کا احساس تھا کہ تغزل اُردو شاعری کا جوہر ہے اور اس سے ہاتھ اٹھانا گویا شعریت سے منہ موڑنا ہے۔

جہاں تک مجروح کی ترقی پسندی کا سوال ہے تو یہ جماعتی نوعیت کی تھی‘ ان کی اپنی

اور یجنل فکر کو بہت کم دخل تھا وہ زیادہ پڑھے لکھے نہیں تھے۔ سوال یہ ہے کہ مارکس کو انہوں نے کتنا پڑھا اور کتنا سمجھا لیکن اس سے شاید ہی کوئی انکار کر سکے کہ انسان دوستی، سماجی انصاف اور عوام کی تڑپ ان کی شاعری میں پوری طرح موجود ہے۔ ان کا کینوس بھی زیادہ وسیع نہیں اور سرمایہ بھی زیادہ نہیں، ایک ہی مجموعہ بار بار شائع ہوتا رہا۔ جس میں زندگی بھر چند اشعار کا ہی وہ اضافہ کر سکے۔ اتنے قلیل شعری اثاثہ پر ایسی ہمہ گیر شہرت کی بنیاد آسانی سے سمجھ میں آنے والی بات نہیں لیکن یہ اعجاز ہے اس جادو کا جو شعری زبان جگاتی ہے۔ مجروؔح کی غزل میں ایسی تڑپ، ایسا رچاؤ اور ایسا جمالیاتی وفور ہے کہ ان کے بعض اشعار ضرب المثل کا درجہ اختیار کر گئے۔ اکثر دیکھا گیا ہے کہ مجروؔح کے اشعار فیضؔ کے نام سے اور فیضؔ کے اشعار مجروؔح سے پڑھے جانے لگے۔ سماجی سیاسی مفاہیم بھی کسی کی جاگیر نہیں۔ یہ غزل کی پرانی روایت ہے پھر ترقی پسند شاعروں کے ہاں عام فضا یہی ہے۔ اس کے باوجود اپنی راہ نکالنا اور اپنی آواز کا جادو جگانا ہر کسی کے بس کی بات نہیں۔ مجروؔح کے یہاں ایک خاص طرح کا البیلا پن بھی ہے۔ انہوں نے جتنی بھی بسر کی کج کلاہی اور بانکپن سے بسر کی۔ دراصل آدمی وہ دھرتی کے تھے، اتر پردیش کی قصباتی عوامی جڑوں کے، تبھی تو لوک گیتوں کے بولوں اور لوک دھنوں سے ان کے تخلیقی ذہن کا خاص رشتہ تھا۔ فلمی دنیا میں انہوں نے اپنی شعری تراش اور جمالیاتی احساس سے بھی کامیابی حاصل کی نیز لوک گیتوں اور عوامی دھنوں کی بھی بازیافت کی حتیٰ کہ اس دنیا میں دادا صاحب پھالکے ایوارڈ کے مستحق قرار پائے۔ ایسا البیلا شاعر باقی نہیں رہا۔ وفات سے چند روز پہلے میں نے فون کرکے ان کی خیریت معلوم کی تھی، کہنے لگے پھیپھڑوں پر ورم ہے ڈاکٹر نے ٹی بی بتایا ہے، میں نے کہا اب تو ٹی بی کے تیر بہدف علاج موجود ہیں۔ کہنے لگے ویسے اب بہتر ہوں لیکن ڈاکٹر سفر سے منع کرتے ہیں۔ کسے معلوم تھا کہ یہ شخص اتنی جلد سفر آخرت پر روانہ ہو جائے گا۔ اس میں شک نہیں کہ تاریخ کے اوراق پر مجروؔح کا نام ان کے تغزل اور شعری کمالات کی وجہ سے ہمیشہ روشن رہے گا اور ان کے شعر بدستور گزرگاہوں کو روشن کرتے رہیں گے۔

مجروحؔ بحیثیت شاعر میری نظر میں

اختر سعید خاں

مجروحؔ صاحب ترقی پسند غزل کے امام تھے اور تقریباً نصف صدی سے وہ اس مقام پر فائز تھے۔ انہوں نے ترقی پسند افکار سے غزل کو اس وقت آراستہ کیا جب خود ترقی پسندوں کی نظر میں غزل درخور اعتنا نہیں رہی تھی۔ حسن کے معیار طے کئے جا رہے تھے' اصلاح سے انقلاب کی طرف جانے والی راہ متعین کی جا رہی تھی۔ ادب اور زندگی کو ایک دوسرے کے نزدیک لانے کی شعوری کوششیں کی جا رہی تھیں' شاعری کے موضوعات میں مارکسی نظریہ حیات' سرمایہ ومحنت کی آویزش' طبقاتی نظام کی کش مکش' استحصالی طاقتوں کے خلاف نبرد آزمائی اور اشتراکی نصب العین ادب میں راہ پا چکے تھے۔ غزل کے بارے میں سمجھا جاتا تھا کہ یہ صنف سخن نہ ان اوصاف سے متصف ہے نہ ان تصورات و جذبات کی ترجمانی کا فریضہ ادا کر سکتی ہے۔ مجروحؔ صاحب کلاسیکی غزل کی تہذیب اور جلوہ گری لئے ہوئے ترقی پسندوں کی انجمن میں آئے تھے ہر چند کہ انہوں نے شعوری ادب کے ترقی پسند نظریات کو قبول کر لیا تھا لیکن ان کے سامنے سب سے نازک مسئلہ یہ تھا کہ غزل کے قامت پر اس پیرہن کو کس وضع سے سجایا جائے۔ اگلوں کی جو مثالیں ان کے سامنے تھیں ان کی حیثیت جستہ جستہ خیالات سے زیادہ نہ تھی۔ غزل میں کوئی ایسا مربوط اور منظم فلسفہ حیات موجود نہ تھا جس کی رہنمائی میں قدم آگے بڑھایا جاتا۔ دشواری یہ بھی تھی کہ اگلوں نے اگر کچھ کہا تھا تو تغزل سے اس کا رشتہ نہ ہونے کے برابر تھا۔ تغزل کے دائرے میں رہ کر فکر کی بلندی کو چھو لینے کی سرفرازی تصوف کے حصے میں ضرور آئی تھی اور اس کی اعلا مثالیں مجروحؔ صاحب کے سامنے تھیں لیکن اشتراکی فلسفہ حیات کی ترجمانی کے لئے تصوف کے رموز اور علائم دور تک ساتھ نہیں دے سکتے تھے۔ ظاہر ہے کہ کسی واضح اشاریت کے بغیر مقررہ علامات کی نئی تعبیر ناممکن تھی تو مشکل ضرور تھی۔ مجروحؔ صاحب کا سب سے بڑا کارنامہ یہ ہے کہ انہوں نے اس چیلنج کو قبول کیا اور سیاسی مفاہیم کو جمالیات

کے سانچے میں کچھ اس طرح ڈھال دیا کہ نہ مضمون کو صدمہ پہنچا نہ تغزل کا دامن ہاتھ سے چھوٹا۔ انہوں نے زندگی اور ذہن کی کروٹوں کو اس سلیقے سے غزل کا جامہ پہنایا کہ یہ بحث ہی ہمیشہ کے لئے ختم ہوگئی کہ غزل سیاست کی تاب لاسکتی ہے یا نہیں۔

جھونکے جو لگ رہے ہیں نسیم بہار کے
جنبش میں ہے قفس بھی اسیر چمن کے ساتھ

میں اکیلا ہی چلا تھا جانب منزل مگر
لوگ ساتھ آتے گئے اور کارواں بنتا گیا

دست منعم مری محنت کا خریدار سہی
کوئی دن اور میں رسوا سر بزار سہی

چاہے وہ کسی کا ہو لہو دامن گل پر
صیاد یہ کل رات کی شبنم تو نہیں ہے

بے تیشۂ نظر نہ چلو راہ رفتگاں
ہر نقش پا بلند ہے دیوار کی طرح

ستون دار پہ کھلتے چلو سروں کے چراغ
جہاں تلک یہ ستم کی سیاہ رات چلے

ترقی پسند غزل کا یہ کلاسیکی رنگ و آہنگ صرف مجروحؔ کا حصہ تھا جس نے ایک دبستان کی حیثیت اختیار کر لی ہے۔ جتنے بڑے شاعر گزرے ہیں ان میں سے ہر ایک اپنی کسی انفرادیت کی وجہ سے زندہ ہے۔ ترقی پسند غزل مجروحؔ صاحب سے منسوب ہے اور ان کی یہ انفرادیت ان کی بقا کی ضامن ہے۔

افسوس مجروحؔ سلطانپوری کے اٹھ جانے سے ترقی پسند غزل کا میر تقی میرؔ رخصت ہوگیا۔ قبولِ عام اور لطفِ سخن کو خداداد کہا گیا ہے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ بہت کچھ صلاحیت تربیت اور ذاتی کوششوں پر منحصر ہے۔ مجروح سلطانپوری کا کمال یہ تھا کہ فارسی اور اردو شاعری کی غزلیہ روایت کی روح کو انہوں نے جذب کرلیا تھا اور ان کی آواز میں ایسی کشش پیدا ہوگئی تھی کہ ان کی بات دل پر اثر کرتی تھی۔

ڈاکٹر گوپی چند نارنگ

مجروحؔ اس دور میں بھی غزل کی پیروی کرتے رہے جب لوگوں نے غزل کی گردن زدنی کا فتویٰ صادر کردیا تھا یعنی غزل کو نیم وحشی صنفِ سخن یا صنفِ سخن سمجھ کر نظموں پر توجہ مرکوز کرائی جارہی تھی۔ اس دور میں بھی مجروحؔ نے غزل کی حمایت کا علم بلند کیا۔ مجروحؔ نے غزل کو اسی نزاکت اور حسن کے ساتھ اردو شاعری میں زندہ رکھا۔

ڈاکٹر سیّد معصوم رضا

مجروحؔ کی شاعری خیال اور جذبے کے امتزاج کا یقین ایک اٹل یقین ہے اور عظمت انسان کا بیان مجروحؔ کی غزل میں خالی خولی جذباتی انداز کا نہیں ہے بلکہ زندگی کی ٹھوس حقیقتوں پر مبنی ہے۔ روایت کا احترام اور روایت میں توسیع مجروحؔ کے کلام کی نمایاں خصوصیت ہے۔ جس کے حسن میں پیکر تراشی کے نقوش جابجا اضافہ کرتے چلے جاتے ہیں۔

جگن ناتھ آزاد

Rs.300/-